اہل بیت

دو نظریوں کے درمیان

اعتدال اور غلو کے درمیان اہل بیت کی حقیقی پہچان

تالیف

محمد سالم الخضر

ترجمہ

عبید اللہ مظفر الحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	:	أهل البيت بين مدرستين
اردو نام	:	اہلِ بیت، دو نظریوں کے درمیان
تالیف	:	محمد سالم الحضر
ترجمہ	:	عبید اللہ مظفر الحسن
پہلا ایڈیشن	:	2015 ء

مبرۃ الآل والأصحاب (کویت)

ٹیلیفون: 22560203- فیکس: 22560346

www.almabarrah.net

فہرست مضامین

مقدمہ

تمام تعریف اس رب کیلئے ہے جس نے اسلام کو تمام مخلوق کی دنیوی واخروی کامیابی کی شاہ کلید بنایا، نفوس کو اس کے خیر وشر سے آگاہ کیا ہے، خیر کی ترغیب دی اور شر سے منع کیا، میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی برحق معبود نہیں، مجھے خوشی ہے کہ میں اسی کو اپنا رب مانتاہوں اور وہی میرا معبود ہے، اور میں اس بات کی گواہی بھی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور تمام مخلوق میں آپ ہی اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور اعلیٰ وارفع مقام کے حامل ہیں، بے شمار درود وسلام ہو آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر. **امابعد:**

بچپن ہی سے میرے دل میں اہل بیت اور صحابہ کرام کی محبت جاگزیں تھی، ہاں یہ اور بات ہے کہ میں اپنی کم عمری کی بناء ان کے مکمل فضائل اور ان کے آپسی تعلقات کو تو نہیں جانتا تھا لیکن اتنا ضرور معلوم تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک بلند مقام اور مرتبہ کے حامل تھے.

جب میں بڑا ہوا، اور اللہ کا مجھ پر یہ احسان ہوا کہ مجھے آل بیت اور صحابہ کرام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے اور اس پر تحقیق کرنے کا موقع فراہم ہوا، تو میں نے دیکھا کہ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق لوگوں میں بہت اختلاف پایا جاتاہے، اور اسی اختلاف کی بناء ان اہل بیت کی حقیقی پہچان مفقود ہوکر رہ گئی ہے، تو میں نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ میں ضرور ایک کتاب لکھوں گا جس میں صحیح اسلامی تعلیمات اور دلائل وبراہین کی روشنی میں اہل بیت نبی ﷺ کی حقیقی پہچان عالم اسلام کے سامنے پیش کروں گا، اور اس غلو سے بھی پردہ اٹھاؤں گا جس نے اہل بیت علیہم السلام کو ہر دور میں بے جا رسوا کیاہے، اور الحمدللہ رب ذوالجلال نے مجھے وہ موقع فراہم کردیا، اس کتاب کو لکھنے میں جہاں تک ممکن ہوسکے میں نے مذہبی اختلافات سے بچنے، اور کسی خاص فرقے کو تنقید کا نشانہ بنانے سے اجتناب

کیا ہے، کیونکہ لکھنے کا مقصد اللہ کی رضا کے بعد یہ ہے کہ اہل بیت کی صاف ستھری تصویر، اور ان کی پاکیزہ تعلیمات قارئین کرام کے سامنے پیش کی جائیں.

اور اس کتاب کا نام میں نے (**اہلِ بیت دو نظریوں کے درمیان**) رکھا ہے، کیونکہ اہل بیت کے متعلق آج جو جھگڑا ہے وہ اس امت محمدیہ سے تعلق رکھنے والے دو نظریات کے حامل افراد کے مابین ہی ہے، کوئی تیسرا نہیں ہے، ایک قسم ان افراد کی ہے جو غلو کرنے والے ہیں، تو دوسری قسم اعتدال کی راہ اپنانے والوں کی ہے.

ہاں تیسری قسم جو ان کے حق میں جفا کرنے والے ناصبیوں کی ہے وہ سینکڑوں برس پہلے ہی ختم ہو چکی ہے، اور اب اس قسم سے تعلق رکھنے والے چند افراد ہی باقی رہ گئے ہیں جو کبھی ادھر تو کبھی اُدھر بھونک لیا کرتے ہیں.

اسی لئے اب اگر جھگڑا ہے تو پہلی اور دوسری قسم سے تعلق رکھنے والے افراد کے مابین ہی ہے، اور یہ جھگڑا روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے، اور نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ غلو کرنے والے افراد کی آواز جو کہ کم یا ختم ہوتی تھی وہی بلند اور عام ہو چکی ہے. اور اس صورت میں ہر صاحبِ علم پر ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کو عام کرے، اور قحط الرجال کے اس دور میں جبکہ اہل بیت کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے، اہل بیت کا ساتھ دے اور ان کی مدد کرے.

میرا ہر گز یہ دعوی نہیں کہ میں گناہ، عیب اور غلطیوں سے پاک ہوں، کیونکہ اگر عصمت حاصل ہے تو کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول ﷺ کو حاصل ہے، اور اللہ کے نبی ﷺ کے علاوہ دوسرے کسی بھی شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے.

جو صحیح بات لکھی گئی ہے وہ محض اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے جس نے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی، اور اگر کہیں غلطی ہو گئی تو یہ میرے گناہوں کا نتیجہ ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے بَری ہیں.

دعا ہے کہ اللہ ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے ہر قول اور فعل کو درست فرمائے.

قارئین کرام سے بس ایک گزارش ہے کہ وہ میری اُخروی نجات کی خاطر مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں.

(وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين)

محمد سالم الخضر

اہل بیت کون؟

قرآن وسنت میں آئے مصطلحات کو سمجھنا شرعی نصوص کے معانی اوران کے شرعی مراد کو سمجھنے کا پہلا زینہ ہے، اسی طرح مصطلحات کو ضبطِ تحریر کرنا، اوران کے حقائق سے آگاہی حاصل کرنا نفع بخش اور ثمر آور گفتگو کی جانب سب سے پہلا اور سب سے اہم قدم شمار ہوتا ہے۔

لیکن افسوس کہ یہی چیز ہماری مذہبی گفتگو میں آج ناپید ہے، ہم اس کا کچھ خیال نہیں رکھتے اوراسے بے سود سمجھتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلے پر جب ہماری بات چیت اور گفتگو شروع ہوتی ہے تو ابتداء میں معاملہ سلجھا ہوا ہوتا ہے لیکن فوراً ہی بات بگڑ جاتی ہے اور تکرار کی نوبت آجاتی ہے، بالآخر نوبت یہاں تک پہونچتی ہے کہ دونوں فریق مُباہلے ہی کو قولِ فیصل سمجھتے ہیں۔

ولو بالفرض اگر کسی دو فریق کے درمیان اہل بیت کے موضوع پر گفتگو ہو، اور آپ مجلس کے اختتام پر دونوں فریق سے الگ الگ اہل بیت کا معنی دریافت کریں تو آپ کو دونوں فریق کی جانب سے بالکل مختلف جواب ملے گا۔

اوراس وقت آپ کو یہ احساس ہوگا کہ دونوں فریق بے فائدہ لمبی چوڑی گفتگو کرتے ہوئے اپنا اور دوسروں کا بھی وقت ضائع کررہے تھے، کتنا اچھا ہوتا کہ پہلے وہ اہل بیت کے اصطلاحی معنی ہی متعین کرلیتے جس کے اصولی اور فروعی مسائل میں خواہ مخواہ وہ الجھ رہے تھے۔

شرعی مصطلحات کو نہ سمجھنے یااس کے گڈمڈ ہونے کے سنگین نتائج کی جانب اشارہ کرتے ہوئے **امام ابن حزم(456ھ)** کہتے ہیں:

ناموں (اسماء) کا اختلاط ہی ہر مصیبت اور فساد کی جڑ ہے، کہ ایک (اسم) لفظ کبھی کئی معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے، اور کہنے والا شخص ایک معنی مراد لیتا ہے تو سننے والا اسے کسی دوسرے معنی

پر محمول کرلیتا ہے، جس سے اختلافات جنم لیتے ہیں، اور اگر یہ معاملہ دینی اور شرعی نصوص کے معاملے میں ہو تو بات اور سنگین ہو جاتی ہے، بلکہ یہی چیز ہلاکت اور گمراہی کا باعث بن جاتی ہے، مگر جس کی اللہ حفاظت کرے [1].

اسی لئے مضمون نگار پر ضروری ہے کہ پہلے مصطلحات کو ضبط تحریر کرے، تاکہ حقیقت تک رسائی آسان ہو، اور مسلمانوں کے مابین پائے جانے والے اختلافات کا خاتمہ ہو.

[1] الاحکام فی اصول الاحکام: (101/8).

کلام عرب میں آل اور اہل کا معنی

اہل بیت سے متعلق کئی اصطلاحات ہمیں عام طور سے سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں، مثلا: آلِ بیت، اہلِ بیت، آلِ محمد، آلِ نبی، اور عترتِ نبی، پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا ان مصطلحات کے مابین کوئی فرق ہے یا سب ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں؟

اس سوال کے تفصیلی جواب سے پہلے ہم کلمہ **(آل)** اور **(اہل)** پر غور کرتے ہیں کہ عربی زبان میں اس کا کیا معنی ہوتا ہے؟.

آل:

کلمہ (آل) کے اشتقاق اور معنی کے متعلق علماء لغت کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن جب اس لفظ کے اشتقاق اور اصل کے متعلق علمائے لغت کے اقوال کو جمع کیا جاتا ہے تو دو ہی قول ہمارے سامنے آتے ہیں:

پہلا قول:

کلمہ آل کی اصل (اہل) ہے.

راغب اصفہانی(502ھ)، **ابن منظور**(711ھ)، اور **فیروز آبادی**(817ھ) نے لکھا ہے کہ کلمہ **آل**، (اہل) سے مأخوذ ہے[2].

لیکن **ابن قیم** نے اس قول کو چند وجوہات کی بناء ضعیف قرار دیا ہے[3].

---

[2] دیکھیں: المفردات فی غریب القرآن: (ص/38)، لسان العرب: (28/11)، القاموس المحیط: (331/3).

دوسرا قول: اور یہی قول راجح ہے

کلمہ آل، ہمزہ، واو اور لام (أوْلٌ) سے مشتق ہے، جس کا معنی لوٹنا اور رجوع کرنا ہے.

---

(3) ابن قیم نے اس قول کو مندرجہ ذیل امور کی بناء ضعیف قرار دیا ہے:

(1) اس کی کوئی دلیل نہیں ہے.

(2) اس سے بغیر کسی سبب اصل کی مخالفت کی بناء قلبِ شاذ لازم آتا ہے.

(3) اہل کی اضافت عاقل اور غیر عاقل دونوں کی جانب جائز ہے، لیکن **(آل)** صرف عاقل کی جانب مضاف ہوتا ہے.

(نوٹ: لیکن ابن قیم کا یہ قول محل نظر ہے، کیونکہ عرب نے **(آل)** کی اضافت غیر عاقل کی جانب بھی کی ہے، جیسا کہ ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق عبد المطلب کا یہ قول ہے:

(وانصر على آل الصليب   وعابديه اليوم آلك)

(یعنی اے پروردگار تو صلیب والوں کے مقابلے میں اپنے بندوں کی مدد فرما)، اور اگر فصاحت وبلاغت کا بھی اعتبار کیا جائے تو عبد المطلب عرب کے فصیح وبلیغ افراد میں سے تھے بلکہ ان کے قول کے حجت ہونے میں کوئی شک نہیں، اس شعر میں (آل) کی اضافت، صلیب کی جانب کی گئی ہے جو کہ غیر عاقل ہے.

میں نے فتح الباری: (160/11) میں بھی **ابن حجر عسقلانی** کا تقریبا یہی کلام دیکھا ہے، وہ بھی کہتے ہیں: غالبا (آل) کی اضافت غیر عاقل اور ضمیر کی جانب نہیں دی جاتی، لیکن بعض اہل لغت نے اسے جائز قرار دیا ہے جو کہ قلیل ہے، جیسا کہ عبد المطلب کے شعر سے یہ واضح ہوتا ہے).

(4) علم (وہ اسم معرفہ جو کسی خاص پر دلالت کرے) اور نکرہ دونوں کی جانب **(اہل)** کی اضافت جائز ہے، لیکن **(آل)** کی اضافت اسی کی جانب دی جاسکتی ہے جو بڑی شان والا ہو، اور اس کی جانب دوسروں کے لوٹنے کی صلاحیت ہو.

(5) اسم ظاہر اور ضمیر دونوں کی جانب **(اہل)** کی اضافت جائز ہے، لیکن **(آل)** کی اضافت ضمیر کی جانب دینے سے اکثر نحویین نے روکا ہے، جبکہ بعض نحویوں نے اس کی اجازت دی ہے جو کہ قلیل اور شاذ ہے.

اس مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے دیکھیں: جلاء الافہام: (ص/115).

خلیل احمد فراہیدی(170ھ)، **ابن فارس**(395ھ)، اور **ابن جوزی** (597ھ) کا یہی کہنا ہے، اور **ابن تیمیہ**(728ھ) نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے[4].

یہ تو اس کلمہ کے اشتقاق کا مسئلہ تھا، اب مسئلہ یہ ہے کہ جب اس کلمہ (آل) کی نسبت کسی شخص کی جانب کی جائے تو اس کا کیا معنی ہوتا ہے؟

علمائے لغت کا کہنا ہے کہ جب **(آل)** کی نسبت کسی شخص کی جانب کی جائے تو اس کے دو معانی مراد ہوتے ہیں:

(1) اس کے گھر والے (اہل و عیال).

(2) اس کی بات ماننے والے اور اس کی پیروی کرنے والے.

جوہری(393ھ) نے لکھا ہے کہ کسی شخص کی آل سے اس کے اہل و عیال اور اس کی پیروی کرنے والے مراد ہوتے ہیں[5].

ابن فارس (395ھ) نے بھی کہا کہ کسی شخص کی آل سے اس کے اہل مراد ہوتے ہیں (یعنی اہل و عیال اور گھر والے)[6].

---

(4) دیکھیں: کتاب العین:(359/8)، معجم مقاییس اللغۃ:(159/1)، نزہۃ الاعین:(ص/121)، مجموع فتاوی ابن تیمیہ:(463/22).

(5) الصحاح:(1627/4).

(6) معجم مقاییس اللغۃ:(160/1).

ابن جوزی نے اپنے استاذ **علی بن عبیداللہ** کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آل سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو نسب یا کسی سبب سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت رکھتے ہیں[7]. (یعنی نسب کے اعتبار سے کسی سے تعلق رکھتے ہیں، یا کسی کے ساتھ اتباع اور پیروی کی نسبت رکھتے ہیں).

ان دونوں ہی معنی پر دلالت کرنے والے نصوص قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہیں.

(آل) کے معنی اہل وعیال ہونے پر دلالت کرنے والی چند آیات یہ ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا﴾[8] (ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت بھی دی ہے اور بڑی سلطنت بھی عطا فرمائی ہے)اس آیت میں **آلِ ابراہیم** سے آپ کی اولاد اور آپ کی نسل مراد ہے جنھیں اللہ نے پیغامِ نبوت ورسالت کی تبلیغ کیلئے منتخب کیا تھا،اور ان میں سب سے مشہور بادشاہ سلیمان علیہ السلام ہیں[9].

اسی معنی میں اللہ رب العالمین کا یہ ارشاد بھی ہے جو کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف سے کہا تھا:﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[10] (اور اسی طرح اللہ تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا اور (خواب کی) باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا. اور جس طرح اس نے اپنی نعمت پہلے تمہارے دادا، پردادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی اسی طرح تم پر اور

---

(7) نزہۃ الاعین::(ص/121-122).

(8) سورہ نساء:آیت/54.

(9) تفسیر بغوی:(236/2)، تفسیر التحریر والتنویر:(21/4)، تفسیر السعدی:(182/1).

(10) سورہ یوسف:آیت/6.

آل یعقوب پر پوری کرے گا. بے شک تمہارا پروردگار (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے) اس آیت میں بھی آل سے مراد یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، آپ کے متبعین اس سے مراد نہیں.

نیز اسی معنی میں ارشاد ربانی ہے: ﴿اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾[11] (اے آلِ داود اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں) یہاں آلِ داود سے خود داود علیہ السلام اور ان کے اہل مراد ہیں[12].

اور **(آل)** کے متبعین کے معنی میں ہونے کی دلیل اللہ رب العالمین کا یہ فرمان ہے:

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾[13] (اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو)

سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام (660ھ) نے اپنی تفسیر میں ان ہی دلائل کی روشنی میں لکھا ہے کہ آل اور اہل دونوں ایک ہی ہیں[14].

حافظ **حاکم نیساپوری** نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا: ہم نے **محمد** ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ **اہل بیت** پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

---

(11) سورہ سبا آیت/13.

(12) تفسیر قرطبی: (268/14)، تفسیر بغوی: (391/6)، تفسیر السعدی: (676/1).

(13) سورہ غافر (مومن) آیت/46.

(14) تفسیر العزبن عبدالسلام 124/1.

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

"اے اللہ ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور **آلِ محمد ﷺ** پر جیسا کہ تونے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر، **بیشک** تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور **آل محمد ﷺ** پر جیسا کہ تونے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آل ابراہیم پر، **بیشک** تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے.

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا: میں نے یہ حدیث اس لئے بیان کی ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہلِ بیت اور آلِ بیت دونوں ایک ہی ہیں[15].

امامی شیعہ عالم ابن بابویہ قمی نے کہا: آل ہی اہل ہیں، کیونکہ اللہ رب العالمین نے لوط علیہ السلام کے واقعے میں بیان کیا: ﴿فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ﴾[16] (تم رات کے کسی حصہ میں اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جاؤ) اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ﴾[17] (ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی صرف آلِ لوط اس سے محفوظ رہے ہم نے سحر کے وقت ان کو نجات دی) پس اللہ نے **آل** ہی کو **اہل** کا نام دیا ہے[18].

---

(15) مستدرک الحاکم، حدیث نمبر (4710).

(16) سورہ ھود: آیت/81.

(17) سورہ قمر: آیت/34.

(18) کمال الدین وتمام النعمۃ: (ص/241-242).

اہل:

علمائے لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی شخص کے اہل سے اس کی بیوی اور اس کے خاص لوگ مراد ہوتے ہیں.

خلیل فراہیدی(175ھ) کہتے ہیں: کسی بھی شخص کے اہل سے اس کی بیوی اور اس کے خاص لوگ مراد ہوتے ہیں[19].

اور یہی بات **ازہری**(370ھ)، **ابن فارس**(395ھ) **ابن منظور**(711ھ) اور **فیروزآبادی** (817ھ) نے بھی کہی ہے[20].

راغب اصفہانی "مفردات فی غریب القرآن" میں لکھتے ہیں: آدمی کے اہل وہ کہلاتے ہیں جو ایک دین اور ایک نسب سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے علاوہ ایک گھر، ایک پیشہ اور ایک علاقے سے تعلق رکھنے والوں کو بھی اہل کہا جاتا ہے، دراصل کسی بھی فرد کے اہل سے اس کے گھر والے مراد ہوتے ہیں، جو کہ ایک ہی گھر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے بعد تجوّزاً ایک نسب والوں کو بھی اہل کہا گیا، اور اب عرف عام میں نبی ﷺ کے خاندان والوں کو اہل بیت کہا جاتا ہے اور وہ اس آیت کی رو سے ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[21] (اے

---

[19] کتاب العین: 89/4.

[20] دیکھیں: تہذیب اللغۃ(مادہ اہل)، معجم مقاییس اللغۃ: 150/1، لسان العرب:(مادہ اہل)، القاموس المحیط (باب اللام، فصل الہمزہ).

[21] سورہ احزاب: آیت/33.

اہل بیت، اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک و صاف کر دے) اور کسی شخص کی بیوی کو بھی اس کے اہل سے تعبیر کیا جاتا ہے[22].

دراصل کسی بھی فرد کے اہل سے اس کی بیوی ہی مراد ہوتی ہے، بلکہ قرآن وسنت میں اس کے بے شمار دلائل موجود ہیں، جس کی تفصیل ان شاءاللہ آگے آئے گی.

ایک نسب سے تعلق رکھنے والوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے، اور اس پر یہ آیت شاہد ہے جس میں ہے یہ بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کے متعلق رب سے کہا: ﴿وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي﴾[23] (اور میرے لیے میرے اپنے اہل سے ایک وزیر مقرر کر دے) اس سے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو مراد لیا، اس کے اور بھی کئی دلائل ہیں جو ان شاءاللہ آگے بیان کئے جائیں گے.

اس لفظ کا اطلاق صرف اہل ایمان پر ہونے اور غیر اہل ایمان پر نہ ہونے کی دلیل اللہ رب العالمین کا وہ فرمان ہے جس میں نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے سے متعلق واقعہ بیان ہوا ہے، ارشاد ہے: ﴿وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ﴿﴾ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾[24] (نوح نے اپنے رب کو پکارا کہا "اے رب، میرا بیٹا میرے اہل (گھر والوں) میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں سے بڑا اور بہتر حاکم ہے،

---

[22] المفردات فی غریب القرآن (مادہ اہل).

[23] سورہ طٰہٰ: آیت/29.

[24] سورہ ھود: آیت/45-46.

جواب میں ارشاد ہوا "اے نوح، وہ تیرے اہل (گھر والوں) میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے، لہٰذا تو اُس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنالے)۔

اس کے علاوہ **ابن حبان** کی یہ روایت بھی ہے جسے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں علی رضی اللہ عنہ کے گھر آیا اور آپ کے متعلق دریافت کیا تو مجھے یہ بتلایا گیا کہ آپ نبی ﷺ کو لانے گئے ہوئے ہیں، اتنے میں آپ اور نبی ﷺ تشریف لائے، اور گھر میں داخل ہوئے اور میں بھی ساتھ میں داخل ہوا، آپ ﷺ بستر پر بیٹھ گئے، اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے داہنی جانب اور علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بائیں جانب بیٹھالیا، اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے آگے بیٹھایا، اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [25] (اے اہل بیت اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کردے اور تمہیں بالکل پاک وصاف کردے) اے اللہ یہ میرے اہل ہیں، واثلہ کہتے ہیں: میں نے گھر کے کونے سے یہ آواز دی: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں بھی آپ کے اہل سے ہوں؟ آپ ﷺ نے عرض کیا: ہاں تم بھی میرے اہل سے ہو[26]۔

ابوالعباس فیومی حموی (770ھ) کہتے ہیں: (اہل) سے اہلِ بیت مراد ہوتے ہیں، دراصل قرابت داروں کیلئے ہی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے، لیکن کبھی متبعین کیلئے بھی یہ کلمہ استعمال کیا جاتا ہے[27]۔

---

[25] سورہ احزاب: آیت/33.

[26] صحیح ابن حبان، حدیث نمبر (6976).

[27] المصباح المنیر: 28/1.

آل بیت

گذشتہ صفحات میں یہ بات واضح ہو گئی کہ (آلِ بیت)، (اہلِ بیت) اور (آلِ محمد ﷺ) میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ تمام الفاظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں، البتہ اس سے کون مراد ہے یہ تو بات کرنے والے کی بات سے یا کسی قرینے سے ہی متعین ہو گا.

لفظ آلِ محمد ﷺ کے متعلق **ابوالبقاء کفوی** (1094ھ) کہتے ہیں: نسب کے اعتبار سے آلِ نبی ﷺ، سے علی، عقیل، جعفر، اور عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد مراد ہیں، اور دین کے اعتبار سے ہر مومن متقی، آلِ نبی ﷺ میں داخل ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت کر دی ہے[28]، جبکہ آپ سے آل کے متعلق دریافت کیا گیا[29].

آل بیت اور اہل بیت کے دو اطلاق ہیں: ایک عام تو دوسرا خاص.

عام اطلاق: اس سے نبی اکرم ﷺ کے تمام متبعین مراد ہیں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جو قیامت تک آپ کی پیروی کرنے والے ہیں.

امام جوہری نے مسند موطا میں علی بن معبد جزری سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا: مجھ سے عبدالملک بن صالح نے سوال کیا کہ آل محمد ﷺ سے کون مراد ہیں؟ میں نے جواب دیا: آپ ﷺ

---

(28) اس سے انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مراد لی ہے، جس میں ہے کہ (اللہ کے نبی ﷺ سے سوال کیا گیا، اے رسول اللہ ﷺ آل محمد کون ہیں؟ تو آپ نے عرض کیا: ہر مومن متقی). اس حدیث کے متعلق امام ابن تیمیہ مجموع فتاوی: 462/22 میں کہتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، دیکھیں: سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ: 468/3، حدیث نمبر (1304).

(29) کتاب الکلیات: ص/243.

کی پیروی کرنے والے، انھوں نے کہا: تم نے بالکل صحیح جواب دیا ہے، کیونکہ یہی بات مجھ سے مالک بن انس نے بھی کہی ہے[30].

تاریخ اصبہان میں حمانی کی روایت ہے انھوں نے کہا: میں نے امام ثوری سے سوال کیا کہ آلِ بیت کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: تمام متقی لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں[31]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ **امام ثوری** نے یہ جواب دیا کہ آلِ بیت سے امتِ محمد ﷺ مراد ہے[32].

خاص اطلاق: اس سے بنوہاشم اور ازواج مطہرات مراد ہیں.

احادیث مبارکہ میں اس کے دلائل بکثرت موجود ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

1- زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آلِ محمد ﷺ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا: آلِ محمد ﷺ وہ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے، ان سے دوبارہ سوال کیا گیا، آخر وہ کون ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے؟ فرمایا: وہ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، اور آلِ عباس ہیں[33].

---

(30) مسند موطا: ص/82.

(31) تاریخ اصبھان: 120/2.

(32) حلیۃ الاولیاء: 19/7.

(33) مصنف عبدالرزاق: 51/4، حدیث نمبر (6943).

2- عبداللہ بن حارث بن نوفل سے مروی ہے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انھیں زکوۃ کی وصولی پر مقرر کریں، آپ ﷺ نے ان سے عرض کیا: زکوۃ اور صدقات لوگوں کے مال کی گندگی (میل) ہے اور یہ محمد اور آلِ محمد ﷺ کیلئے جائز نہیں [34].

3- نبی اکرم ﷺ کے غلام ابورافع کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے بنی مخزوم کے ایک آدمی کو زکوۃ کی وصولی پر مقرر کیا، اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور تم بھی رسول اللہ ﷺ سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں بھی زکوۃ بھی وصولی پر مقرر کر دیں، یہ سن کر میں نبی اکرم ﷺ سے پاس گیا اور آپ سے مطالبہ کیا، تو آپ ﷺ نے عرض کیا: ہم آلِ محمد کیلئے صدقہ جائز نہیں، اور غلام قوم ہی کا فرد شمار ہوتا ہے [35].

4- عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا، کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، میں نے عرض کیا جی ہاں، مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمایئے، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ سے ہم نے پوچھا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

---

(34) صحیح مسلم حدیث نمبر (1072).

(35) مسند احمد، حدیث نمبر (27182)، شعیب ارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند شیخین (بخاری، مسلم) کی شرط پر صحیح ہے.

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ).

"اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسا کہ تونے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم علیہ السلام پر، بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آلِ محمد ﷺ پر جیسا کہ تونے برکت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور آلِ ابراہیم پر، بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے"[36].

نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو آپ کی آل پر درود بھیجنے کے کئی الفاظ سکھلائے ہیں، جن میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی آپ نے سکھلائے: عمرو بن سلیم زرقی سے روایت ہے، انہوں نے کہا مجھ کو ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر، جیسا کہ تونے رحمت نازل

---

[36] صحیح بخاری حدیث نمبر (3370)، صحیح مسلم حدیث نمبر (406).

فرمائی ابراہیم پر، اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر، جیسا کہ تونے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بیشک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے[37].

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے اہل علم نے یہ دلیل لی ہے کہ ازواجِ مطہرات اور آپ ﷺ کی ذریت کیلئے (صلی اللہ علیہ وسلم) استعمال کیا جاسکتا ہے.[38] اس کے علاوہ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذریت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن آلِ محمد ﷺ میں سے ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ بس یہی آلِ محمد ﷺ ہیں بلکہ یہ بھی آلِ محمد میں سے ہیں کیونکہ آلِ محمد میں ان کے علاوہ بنو ہاشم بھی داخل ہیں، جیسا کہ ابھی اوپر گذر چکا ہے.

امام ابن قیم نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں لکھا ہے:

درود میں آلِ محمد کی جگہ آپ کی ازواج اور ذریت یعنی اولاد کا ذکر اس بات کی دلیل نہیں کہ بس یہی آلِ محمد ہیں، بلکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں درود کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں: اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں مؤمنوں کی ماوں پر، ان کی اولاد پر اور ان کے اہلِ بیت پر، جیسا کہ تونے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر.[39] اس حدیث میں ازواج مطہرات، آپ کی اولاد اور اہل تمام کا ذکر موجود ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ازواج اور اولاد ہی صرف آلِ

---

[37] صحیح بخاری حدیث نمبر (3369)، صحیح مسلم حدیث نمبر (407).

[38] التمہید ابن عبد البر: 303/17.

[39] یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھیں البانی کی ضعیف سنن ابی داود 367/1.

بیت نہیں، بلکہ ان کے علاوہ دوسرے بھی اس میں شامل ہیں، رہا ان کا ذکر خاص طور سے یہ بتلانے کیلئے کیا گیا ہے کہ یہ آل بیت میں داخل ہونے کے زیادہ حقدار ہیں[40].

امام ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے:

تشہد میں آل محمد ﷺ سے آپ کی ازواج مطہرات اور وہ لوگ مراد ہیں جن پر زکوۃ اور صدقہ حرام ہے (یعنی ازواج مطہرات، آپ کی اولاد اور بنو ہاشم)[41].

5- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: آپ ﷺ کے پاس صدقہ کے کھجور لائے گئے، یہاں تک کہ کھجور کا ایک ڈھیر آپ کے سامنے جمع ہو گیا، اس وقت حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ان کھجوروں سے کھیلنے لگے اور کھیلتے کھیلتے ان میں سے کسی نے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لیا، اور جب اللہ کے نبی ﷺ نے دیکھا تو وہ کھجور ان کے منہ سے نکال دیا، اور فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ آلِ محمد ﷺ صدقہ نہیں کھاتے[42].

6- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ تو آلِ محمد کا رزق بقدر کفاف (بقدرِ ضرورت) بنا[43].

---

(40) جلاء الافہام: ص/223.

(41) فتح الباری: 160/11.

(42) صحیح بخاری حدیث نمبر (1485)، صحیح مسلم حدیث نمبر (1069).

(43) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1055).

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں نے کہا: یہ دعا تمام اولادِ ہاشم اور اولادِ مُطلب کے حق میں قبول نہیں ہوئی کیونکہ ان میں بہت سارے مالدار بھی گذرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں، البتہ ازواجِ مطہرات اور اولادِ رسول ﷺ کا رزق بقدر کفاف رہا ہے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بھی جو رزق ازواج مطہرات کو حاصل ہوتا تھا وہ اسے صدقہ کر دیا کرتی تھیں اور بقدر کفاف باقی رکھتی تھیں، روایت میں آتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بہت زیادہ مال آیا، تو آپ نے تمام کا تمام مال ایک ہی مجلس میں تقسیم کر دیا، اس وقت ان کی لونڈی نے ان سے عرض کیا: کاش آپ ایک درہم رکھ لیتیں، تاکہ ہم اس سے گوشت خرید لاتے؟ تو آپ نے کہا: یہ بات اگر تم نے پہلے کہی ہوتی تو میں رکھ لیتی[44].

7- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ نے فرمایا: جب سے آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت سے آپ کی وفات تک کبھی آل محمد کو لگاتار تین رات گیہوں کا پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا: آپ ﷺ کی وفات تک آلِ محمد کو کبھی تین رات پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوا[45].

بعض اہل علم نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس کلام میں عباس رضی اللہ عنہ، ان کی اولاد اور بنو مطلب شامل نہیں ہیں[46].

---

[44] جلاء الافہام: ص/216.

[45] صحیح بخاری، حدیث نمبر (5374).

[46] جلاء الافہام: ص/217.

8- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سینگ والا ایک دنبہ منگوایا... آگے بیان کرتی ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے اس مینڈے کو لٹایا، پھر اسے ذبح کیا، اور کہا: بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (یعنی اللہ کے نام سے میں ذبح کر رہا ہوں، اے اللہ تو اسے محمد، آلِ محمد اور امتِ محمد کی جانب سے قبول فرما) [47].

9- عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ دیا کرتے تھے، اور بریرہ ہمارے پاس ہدیہ بھیجا کرتی تھیں، میں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو سنائی، تب آپ ﷺ نے عرض کیا: وہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور تمہارے حق میں ہدیہ ہے [48].

ایک دوسری روایت میں ہے، آپ نے عرض کیا: وہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے حق میں ہدیہ ہے [49].

10- ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ ہمارا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہوتا ہے، اور آلِ محمد اس مال سے کھاتے ہیں [50].

---

(47) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1967).

(48) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1075).

(49) صحیح بخاری حدیث نمبر (1493)، صحیح مسلم حدیث نمبر (1074).

(50) صحیح بخاری حدیث نمبر (4035)، صحیح مسلم حدیث نمبر (1759).

امام قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث میں آلِ محمد سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں، کیونکہ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرا چھوڑا ہوا مال میری بیویوں کا نفقہ ہے[51].

یہی وجہ تھی کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دیوان جمع کیا تو حکم دیا کہ اس دیوان کا آغاز آلِ رسول ﷺ سے کیا جائے، پس اس کا آغاز ازواج مطہرات سے کیا گیا اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا نام لکھا گیا[52].

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات پر بھی صدقہ حرام ہے، یہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے مال کی گندگی (میل) ہے، اور اللہ نے نبی اکرم ﷺ اور آپ کی آل کو اس گندگی (میل) سے محفوظ رکھا ہے، تعجب ہے کہ جب بقدر کفاف رزق کی بات ہو، یا قربانی کا معاملہ ہو یا تین رات پیٹ بھر سیراب نہ ہونے کی بات ہو یا نمازی کے درود کی بات ہو تو آلِ محمد میں انھیں شامل کیا جائے اور جب صدقہ حرام ہونے کی بات ہو تو یہ آلِ محمد ﷺ میں شامل نہ ہوں! جبکہ یہ لوگوں کے مال کی گندگی (میل) ہے اور ازواج مطہرات اس گندگی (میل) سے دور اور محفوظ ہیں[53].

---

(51) المفہم: 260/5.

(52) الاموال لابی عبید: ص/236-237.

(53) جلاء الافہام: ص/217-218.

اہل بیت

اہل بیت کی اصطلاح دو کلمات سے مرکب ہے (1) اہل (والے) (2) بیت (گھر).

اوران دونوں کلمات کا معنی بالکل واضح ہے، لیکن یہ مسئلہ اس وقت کا ہے جب **(اہل)** کی اضافت **(بیت)** کی جانب یا کسی فرد کی جانب ہو، تو اس وقت اس کا کیا مطلب ہوتا ہے، اور اس سے کون مراد ہوتے ہیں؟.

اہل علم کے اس مسئلے میں کئی اقوال ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(1) اہل سے تمام قریبی رشتے دار اور وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جن کا گھر یا فرد سے بڑا گہرا تعلق ہو.

(2) اہل کی اصطلاح صرف بیوی کیلئے خاص ہے.

(3) اہل کی اصطلاح صرف اولاد کیلئے خاص ہے.

لیکن دوسرا اور تیسرا قول شاذ ہے، اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن میں اہل کا لفظ بیوی اور اولاد دونوں کیلئے استعمال ہوا ہے.

جیسا کہ موسی علیہ السلام کی بیوی کیلئے اس لفظ کا استعمال کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِن جَانِبِ الطُّورِ نَارًا﴾[54] (ترجمہ: جب موسیٰ نے

(54) سورہ قصص: آیت/29

(مقررہ) مدت پوری کر دی اور اپنے اہل کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے تو طور کی جانب سے آگ محسوس کی)

اور نوح علیہ السلام نے اہل کا لفظ اپنے بیٹے کیلئے استعمال کیا ہے، اللہ تعالی نے ان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا: ﴿رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾[55] (ترجمہ: اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور یقینا تیرا وعدہ سچا ہے) لیکن یہ نہ سمجھیں کہ اس کے بعد والی آیت سے اس بات کی نفی ہو جاتی ہے کہ اہل کا لفظ اولاد کیلئے استعمال کرنا غلط ہے، کیونکہ اللہ نے نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾[56] (ترجمہ: اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں) بلکہ یہاں یہ نفی دوسرے اعتبار سے ہے جس کا ذکر ان شاءاللہ آگے آئے گا.

اس کے علاوہ اہل بیت کی اصطلاح کے عام ہونے پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں، جن کا ذکر بھی ان شاءاللہ آگے آئے گا.

کتاب وسنت کے نصوص جمع کرنے پر یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ جب اہلِ بیت کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے تو اس سے تین گھرانے مراد ہوتے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(1) نسبی گھرانا (2) سکونتی گھرانا (3) ولادتی گھرانا.

* عبد المطلب کی اولاد، بنو ہاشم نسب کے اعتبار سے "اہلِ بیت نبی ﷺ" ہیں، اور جد قریب کی اولاد کو بھی اہلِ بیت کہا جاتا ہے.

---

(55) سورہ ھود آیت/45

(56) سورہ ھود آیت/46

ہمارے بنو عبد المطلب (عبد المطلب کی اولاد) کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاشم کی نسل صرف عبد المطلب ہی سے باقی رہی، جیسا کہ ابن حزم نے کہا: (ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں سے ایک شیبہ بھی ہیں، اور انھیں کا نام عبد المطلب ہے، اور انھیں میں شرف و منزلت باقی ہے، کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی کی اولاد میں محصور ہوگئی) [57].

* ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، سکونت (مسکن) کے اعتبار سے "اہل بیت نبی ﷺ" ہیں، اور لفظ اہل کا استعمال آدمی کی بیویوں کیلئے عرب میں مشہور ہے اور عُرفِ عام میں داخل ہے.

* اللہ کے نبی ﷺ کی تمام اولاد ولادت کے اعتبار سے "اہلِ بیت نبی ﷺ" ہیں، اس میں آپ کے تمام مرد بچے جو کہ بچپن ہی میں وفات پاگئے وہ سب داخل ہیں، مثلاً **قاسم**، **عبد اللہ**، اور **ابراہیم**.

اور آپ کی تمام بچیاں بھی اس میں داخل ہیں، مثلاً **زینب**، **رقیہ**، **ام کلثوم** اور **فاطمہ** رضی اللہ عنہن.

ساتھ ہی آپ کی اولاد سے ہونے والی تمام اولاد بھی اس میں شامل ہیں، مثلاً زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہونے والے **علی** [58]، اور **امامہ** رضی اللہ عنہما [59].

---

(57) جمہرۃ انساب العرب ص/14.

(58) **ابن عبد البر** نے اپنی کتاب (الاستیعاب 1134/3) میں لکھا ہے: آپ بنو غاضرہ میں رضیع تھے یعنی دودھ پینے کیلئے چھوڑے گئے تھے، اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں اپنے ساتھ لے لیا، اس وقت ان کے والد ابو العاص مشرک ہی تھے.... علی بن ابو العاص کا

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہونے والے **عبداللہ بن عثمان بن عفان** رضی اللہ عنہما[60].

اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے ہونے والے **حسن**، اور **حسین** رضی اللہ عنہما اور ان کی اولاد، اور **زینب وام کلثوم** رضی اللہ عنہما.

حافظ ابن حجر ہیتمی (974ھ) کہتے ہیں: محققین نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر زینب بنت رسول اللہ ﷺ یا رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے بطن سے ہونے والی اولاد کی نسل بھی باقی رہتی تو جو شرف اور سرداری فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی نسل کو حاصل ہے وہی شرف اور سرداری ان کی نسل کو بھی حاصل ہوتی[61].

انتقال اس وقت ہوا جبکہ وہ بلوغت کو پہونچ چکے تھے، جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت یہ آپ کے پیچھے آپ کی اونٹنی پر سوار تھے.

[59] اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ان کی کوئی اولاد تھی یا نہیں؟ ایک روایت میں کہ مغیرہ بن نوفل سے ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام (یحیی) تھا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے کوئی اولاد نہیں تھی. (اسد الغابۃ 1314/1).

[60] **ابن سعد** نے اپنی کتاب (الطبقات الکبری 54/3) میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذکر میں لکھا ہے:

رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے آپ کو ایک لڑکا تولد ہوا تھا، جس کا نام عبداللہ رکھا گیا، اور اسی بیٹے کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، جب عبداللہ چھ برس کے ہوئے اس وقت مرغ نے انکی آنکھ میں چونچ ماردی تھی، جس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئے، اور جمادی الاولی 4ھ میں آپ کا انتقال ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اور عثمان بن عفان نے آپ کو قبر میں اتارا.

[61] الفتاوی الحدیثیۃ ص/119.

بنو ہاشم کے اہل بیت سے ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں [62]:

بنو ہاشم اہل بیت نبی ﷺ سے ہیں، اور ان کے اہل بیت ہونے کی سب سے واضح دلیل ثقلین والی یہ حدیث ہے:

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے مقام غدیر پر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) پیغام اجل لائے اور میں قبول کرلوں، میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، پہلے تو اللہ کی کتاب ہے، اس میں ہدایت ہے اور نور ہے، تو تم اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو، غرض کہ آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب کی طرف رغبت دلائی، پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمھیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں (تین مرتبہ فرمایا) زید بن ارقم سے پوچھا گیا، اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں، کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہلِ بیت نہیں ہیں؟ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہلِ بیت وہ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے،

---

[62] علماء نے بنو ہاشم صرف اس وجہ سے کہا ہے تا کہ یہ واضح ہو کہ یہی رسول ﷺ کے اصل خاندان والے اور عصبہ ہیں، ورنہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہے، اور جن کے حق میں اہل بیت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور جن سے محبت کرنا واجب ہے وہ بنو ہاشم کے صرف مسلمان ہیں، تمام بنو ہاشم نہیں چاہے وہ مسلم ہوں یا کافر۔

دیکھیں: شیخ الاسلام زکریا انصاری کی کتاب (فتح الوہاب: 8/1)، شیخ زین الدین ملیباری کی کتاب (فتح المبین: 20/1)، امام سیوطی کی کتاب (الحاوی للفتاوی: 31/2).

پھر کہا کہ وہ علی، عقیل، جعفر اور عباس کی اولاد ہیں، پوچھا گیا: کیا ان تمام پر زکوٰۃ حرام ہے؟ فرمایا: ہاں[63].

دوسری دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے:

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث کہتے ہیں کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ [64]اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ دونوں جمع ہوئے اور کہا کہ اللہ کی قسم! کیوں نہ ہم ان دونوں لڑکوں (یعنی مجھے اور فضل بن عباس) کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیں، اور یہ دونوں جا کر عرض کریں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو زکوٰۃ پر تحصیلدار بنا دیں. اور یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کو لا کر ادا کر دیں جیسے اور لوگ ادا کرتے ہیں اور ان کو کچھ مل جائے جیسے اور لوگوں کو ملتا ہے. غرض یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی آ کر ان کے پاس کھڑے ہو گئے تو ان دونوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا. سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں مت بھیجو، کیونکہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ایسا نہیں کریں گے. پس ربیعہ بن حارث سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہنے لگے اور کہا کہ اللہ کی قسم! تم ہمارے ساتھ حسد سے ایسا کرتے ہو. اور اللہ کی قسم:

---

[63] صحیح مسلم، حدیث نمبر (2408).

[64] آپ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی ہیں، آپ کی کنیت ابو اروی ہے، آپ کی والدہ عزہ بنت قیس بن طریف ہیں، آپ نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں، اور آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب سے عمر میں بڑے ہیں، یہ وہی ہیں جن کے متعلق نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کہا تھا: (جاہلیت کے خون کا مطالبہ اب میں اپنے قدموں تلے روندتا ہوں، اور سب سے پہلا خون جس کا مطالبہ میں باطل کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کا خون ہے) واقعہ یہ ہے کہ آپ کا ایک بیٹا جس کا نام آدم یا تمام یا ایاس تھا، جو دور جاہلیت میں قتل کر دیا گیا تھا، آپ نے اس کے خون کے مطالبے کو معاف کر دیا، ربیعہ بن حارث تجارت میں عثمان بن عفان کے شریک تھے، اللہ کے نبی نے آپ کو خیبر کے مال سے سو (100) وسق عطا کیا تھا، آپ کا انتقال مدینہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 23ھ میں ہوا.

تم نے جو شرف رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا پایا ہے اس کا ہم تو تم سے کچھ حسد نہیں کرتے. تب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ٹھیک ہے اب ان دونوں کو بھیج دو. تو ہم دونوں گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ لیٹے رہے. پھر جب رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ہم دونوں جلدی سے حجرے میں آپ ﷺ سے پہلے جا پہنچے اور حجرے کے پاس کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور ہم دونوں کے کان پکڑے (یہ آپ ﷺ کی شفقت اور ملاعبت تھی کہ لڑکے اس سے خوش ہوتے ہیں) اور فرمایا کہ ظاہر کرو جو تم دل میں چھپا کر لائے ہو. پھر آپ ﷺ بھی حجرے میں گئے اور ہم بھی، اور اس دن آپ ﷺ اُم المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تھے. پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم بیان کرو. غرض ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور قرابت داروں سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے ہیں، اور ہم نکاح (کی عمر) کو پہنچ گئے ہیں. پھر ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہمیں اس زکوٰۃ کی وصولی پر عامل بنا دیں کہ ہم بھی آپ کو تحصیل لا دیں جیسے اور لوگ لاتے ہیں اور ہمیں بھی کچھ مل جائے جیسے اوروں کو مل جاتا ہے. (تاکہ ہمارے نکاح کا خرچ نکل آئے) رسول اللہ ﷺ بڑی دیر تک چپ ہو رہے یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ پھر کچھ کہیں، اور اُم المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا ہمیں پردہ کی آڑ سے اشارہ فرماتی تھیں کہ اب کچھ نہ کہو. پھر آپ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ آل محمد ﷺ کے لائق نہیں یہ تو لوگوں کا میل ہے. تم میرے پاس محمیہ رضی اللہ عنہ (یہ آپ ﷺ کے خزانچی کا نام تھا، جو خمس پر مقرر تھے) اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو بلا لاؤ. راوی نے کہا کہ پھر یہ دونوں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے محمیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے فضل بن عباس کو بیاہ دو، تو انہوں نے اپنی لڑکی ان سے بیاہ دی. اور نوفل بن حارث سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے (یعنی عبد المطلب بن ربیعہ سے، جو راوی حدیث ہیں) بیاہ دو، تو

انہوں نے اپنی لڑکی میرے نکاح میں دے دی. اور محمیہ سے فرمایا کہ ان دونوں کا مہر خمس سے اتنا اتنا ادا کر دو[65].

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ زکوٰۃ (صدقات) لوگوں کے مال کا میل ہے اور یہ محمد اور آلِ محمد ﷺ کیلئے جائز نہیں[66].

بنو ہاشم سے مراد عبد المطلب کی اولاد ہیں، کیونکہ ہاشم کی اولاد میں سے صرف عبد المطلب ہی کی نسل باقی رہی، اور بلا اختلاف یہ اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن مطلب (جو کہ ہاشم کے بھائی ہیں) کی اولاد کے متعلق علماء میں اختلاف ہے، کہ کیا وہ بھی اہل بیت میں سے ہیں یا نہیں، اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں بھی بنو ہاشم کے ساتھ خمس سے عطا کیا تھا.

امام شافعی اور **امام احمد بن حنبل** کی ایک روایت کے مطابق مطلب کی اولاد بھی اہلِ بیت میں شامل ہیں، اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا:

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ آپ نے مطلب کی اولاد کو عطا کیا اور ہمیں چھوڑ دیا، جبکہ ہم اور وہ آپ کے ساتھ رشتہ داری (قرابت داری) میں برابر ہیں؟ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں[67].

---

(65) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1072).

(66) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1072).

(67) صحیح بخاری، حدیث نمبر (3502).

ایک دوسری روایت میں ہے: جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ جب خیبر کی جنگ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے قرابت داروں کا حصہ بنو ہاشم اور بنو مطلب میں تقسیم کیا، اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو چھوڑ دیا، تو میں اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں چل کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ! یہ بنو ہاشم ہیں ہم ان کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے کیونکہ اللہ نے آپ کو ان ہی میں سے بنایا ہے، لیکن ہمارے بھائی بنو مطلب کا کیا معاملہ ہے؟ کہ آپ نے ان کو دیا اور ہم کو نہیں دیا، جبکہ آپ سے ان کی اور ہماری قرابت داری یکساں ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم اور بنو مطلب جدا نہیں ہوئے نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں، ہم اور وہ ایک ہیں[68].

واقعہ یہ ہے کہ بنو مطلب (مطلب کی اولاد) نے بنو ہاشم کا ہر وقت ساتھ دیا، جاہلیت کے دور میں بھی ان کا ساتھ دیا اور دور اسلام میں بھی ساتھ دیا، یہاں تک کہ جب قریش کی جانب سے بنو ہاشم اور بنو مطلب پر پابندی لگائی گئی اور ان کا بائیکاٹ کیا گیا اس وقت بھی مطلب کی اولاد نے بنو ہاشم کا ساتھ نبھایا، اس کے برعکس عبد شمس اور نوفل کی اولاد نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، اسی کو اللہ کے نبی ﷺ نے کہا: ہم اور بنو مطلب جدا نہیں ہوئے نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں، ہم اور وہ ایک ہیں.

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بنو مطلب (مطلب کی اولاد) اہلِ بیت میں شمار ہوں گے، رہا مال غنیمت میں قرابت داروں کا جو حصہ ہے اس میں سے انھیں صرف بنو ہاشم کی مدد اور ان کا ساتھ دینے کی وجہ سے عطا کیا گیا، ان کے اہل بیت ہونے کی وجہ سے نہیں دیا گیا.

یہی وجہ ہے کہ **امام ابو حنیفہ** اور **امام مالک** نے انھیں اہل بیت میں شمار نہیں کیا ہے، امام احمد بن حنبل کی ایک رائے یہ بھی ہے.

---

(68) سنن ابوداود، حدیث نمبر (2980).

ابو بکر الجصاص (370ھ) کہتے ہیں:

بنو مطلب اہل بیت نبی ﷺ نہیں ہیں، کیونکہ ان کی اور بنوامیہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت داری یکساں ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بنوامیہ اہل بیت نہیں ہیں، اسی طرح بنو مطلب بھی اہل بیت نہیں ہوں گے. لیکن اگر کوئی یہ کہے: کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں خمس میں قرابت داروں کا جو حصہ مقرر ہے اس میں سے انھیں جو عطا کیا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے اسی طرح ان پر بھی صدقہ حرام ہے. تو اس سے یہ کہا جائے گا: کہ اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں یہ مال صرف قرابت داری کی بناء نہیں عطا کیا بلکہ ان کے ساتھ نبھانے اور قریبی ہونے ہر دو وجہ سے عطا کیا، کیونکہ اگر صرف ان کی قرابت داری کا اعتبار ہوتا تو بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو بھی عطا کیا جاتا جو کہ قرابت داری میں یکساں ہیں[69].

موفق الدین ابن قدامہ مقدسی (620ھ) لکھتے ہیں: بنو مطلب (مطلب کی اولاد) کو بنو ہاشم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ بنو ہاشم ہی نبی اکرم ﷺ کے سب سے قریبی ہیں، اور وہی آلِ بیت نبی ﷺ ہیں، رہے بنو مطلب تو وہ محض اپنی قرابت داری کی بناء خمس الخمس کے حقدار نہیں ہوئے، بلکہ بنو ہاشم کا ساتھ دینے اور ان کی مدد کرنے کی وجہ سے وہ اس کے حقدار ہوئے، جس کی دلیل یہ ہے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت داری وہی ہے جو بنو مطلب کو حاصل ہے لیکن آپ ﷺ نے انھیں کچھ نہیں دیا[70].

---

(69) احکام القرآن: 3/170-171.

(70) المغنی: 2/520.

ابوالبرکات احمد دردیر(1302ھ) کہتے ہیں: ہاشم کی اولاد باتفاق آلِ بیت ہیں ، البتہ مطلب کی اولاد کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ وہ آل بیت سے نہیں[71].

بقول جمہور بنو مطلب (مطلب کی اولاد) اہلِ بیت میں سے نہیں اور ان کی دلیل بالکل واضح ہے، ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جب انھیں قرابت داروں کے حق میں شامل کیا تو یہ واضح کر دیا کہ انھیں یہ مال ان کی قرابت داری کی بناء نہیں بلکہ ان کے مدد کرنے کی وجہ سے دیا گیا ہے، کیونکہ انھوں نے بنو ہاشم کا ہر حال میں ساتھ دیا ہے[72]، یہی وجہ ہے کہ بقیہ قرابت داروں کے بجائے یہ خمس الخمس کے حقدار ہوئے.

لیکن صدقہ (زکوٰۃ) صرف آل بیت (بنو ہاشم) پر حرام ہے ان (بنو مطلب) پر حرام نہیں ہے، کیونکہ اس کی کوئی خاص دلیل موجود نہیں.

اب رہا یہ معاملہ کہ کیا بنو ہاشم کی طرح **آلِ ابی لہب** پر بھی صدقہ حرام ہے یا نہیں، جو کہ بنو ہاشم ہی کا ایک قبیلہ ہے؟

---

(71) الشرح الکبیر: 493/1.

(72) **حافظ بیہقی** (مناقب الشافعی 42/1) میں لکھتے ہیں: یہ بات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پر دادا ہاشم بن عبد مناف نے مدینہ کے ایک قبیلے بنو نجار کی ایک عورت سے نکاح کیا تھا، جس سے شیبہ الحمد تولد ہوئے تھے، جو کہ آپ ﷺ کے دادا ہیں، پھر ہاشم کا انتقال ہو گیا، اور یہ اپنی والدہ کے ہمراہ ہی تھے، جب یہ پروان چڑھے تو ان کے چچا مطلب بن عبد مناف نے انھیں ان کی والدہ سے حاصل کر لیا اور اپنے اونٹ پر سوار کئے مکہ لے آئے، جب لوگوں نے دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ مطلب کا غلام ہے، جس کی وجہ سے انھیں (عبدالمطلب) کہا جانے لگا، اور جب اللہ کے نبی ﷺ کو رسالت کا پیغام دے کر بھیجا گیا تو آپ کی قوم نے آپ کو تکلیفیں دیں اور آپ کی جان کے درپے ہو گئے، اس وقت بنو ہاشم، اور بنو مطلب کے تمام افراد چاہے وہ مسلم ہوں یا کافر انھوں نے آپ کا ساتھ دیا، اور جب تمام قوم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بائیکاٹ کیا اس وقت بھی وہ ساتھ دیتے رہے.

یہی بات نورالدین سمہودی نے بھی اپنی کتاب (جواہر العقدین: ص/210) میں لکھی ہے.

تو اس مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، اور ان کا استدلال یہ ہے کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقہ کی حرمت ان کے حق میں عزت و شرف کی بناء ہے، کیونکہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا ہر حال میں ساتھ دیا ہے، اور آپ کی مدد کی ہے، اس کے برخلاف ابولہب آپ کو تکلیف دینے اور ستانے کے درپے رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کی اولاد اس شرف کی حقدار نہیں ہوگی[73].

ازواج مطہرات

ازواج مطہرات اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ مصاہرت (رشتہ ازدواج) کی بناء اہل بیت نبی ہیں.

اور ازواج مطہرات سے کسی دوسرے کا نکاح کرنا نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد حرام ہے، اور یہی آپ کی اس دنیا اور آخرت کی بیویاں ہیں، لہذا جو رشتہ ان کا آپ کے ساتھ قائم ہے وہ نسب کے قائم مقام ہے.

قرآن مجید میں لفظ **اہل بیت** دو مرتبہ آیا ہے، اور وہ یہ ہیں:

1- ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ سے فرشتوں نے کلام کرتے ہوئے کہا: ﴿أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾[74] (کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، ، اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے).

---

(73) ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام میں قبول کیا تھا، اور غزوہ حنین اور طائف میں شرکت بھی کی تھی، اور دونوں کی اولاد بھی تھی، دیکھیں: اسد الغابۃ: 743/1.

(74) سورہ ھود: آیت/73

2-اللہ رب العالمین نے آخری نبی محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کے متعلق فرمایا: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (75)

(اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو. اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت (نبی کی گھر والیو)! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی (آلودگی) کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے)

ان دونوں آیات میں اہل بیت سے انبیاء کرام کی ازواج مراد لیا گیا ہے، پہلی آیت میں خطاب ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہ سے ہے کہ فرشتے ان کے پاس اسحاق علیہ السلام کی بشارت لئے حاضر ہوئے جبکہ ان کی عمر نوّے (90) برس ہو چکی تھی تو انھوں نے اپنی درازی عمر کی بناء تعجب کا اظہار کیا، جس پر فرشتوں نے انھیں یہ جواب دیا.

ابوحیان غرناطی (745ھ) فرماتے ہیں: فرشتوں کا آپ (سارہ علیہا السلام) سے خطاب کرتے ہوئے آپ کیلئے اہل بیت کا استعمال کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ بیوی اہل بیت میں شامل ہوتی ہے، اس کے علاوہ سورہ احزاب کی آیت بھی اس کی دلیل ہے.

اور آگے کہا: یہاں بیت سے سکونتی گھرانا مراد ہے (76).

---

(75) سورہ احزاب: آیت/33.

(76) تفسیر البحر المحیط: 245/5.

دوسری آیت میں خطاب نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہے، کیونکہ یہ آیت انھیں کے حق میں نازل ہوئی، اور حدیث کساء (چادر والی حدیث) اس بات کی تائید کرتی ہے [77].

حافظ ابن کثیر (774ھ) لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ ازواج مطہرات ہی اس آیت کے نزول کا سبب ہیں تو یہ بات درست ہے، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ اہل بیت سے صرف ازواج مطہرات ہی مراد ہیں تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ کئی احادیث لفظ اہل بیت کے عام ہونے پر دلالت کرتی ہیں [78].

ابوحیان غرناطی کہتے ہیں: بیویاں اہل بیت سے خارج نہیں، بلکہ وہی آپ ﷺ کے گھر کو لازم پکڑنے کی بناء اس نام کی زیادہ حقدار ہیں [79].

بعض افراد یہ اعتراض پیش کرتے ہیں کہ آیتِ تطہیر ازواج مطہرات کے حق میں نازل نہیں ہوئی، کیونکہ اگر یہ ان کے حق میں نازل ہوتی تو مذکر کی ضمیر کے بجائے آیت میں مؤنث کی ضمیر استعمال ہوتی، ان افراد کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے **علامہ شنقیطی** (1393ھ) کہتے ہیں:

اس اعتراض کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے:

1- یہ آیت صرف ازواج مطہرات کیلئے خاص نہیں، بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ، ازواج مطہرات، علی، حسن، حسین، اور فاطمہ رضی اللہ عنہم سب شامل ہیں، اور عربی زبان کا اسلوب ہے کہ جمع کی اس صورت میں مذکر کی ضمیر کو مؤنث کی ضمیر پر ترجیح دی جاتی ہے.

---

(77) اس مسئلہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: کتاب (ثم ابصرت الحقیقۃ شیخ محمد سالم خضر)، اور (آیۃ التطہیر، شیخ طٰہ دلیمی).

(78) تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر 411/6.

(79) تفسیر البحر المحیط 224/7.

2- عربی زبان کا یہ اسلوب ہے جس زبان میں قرآن مجید نازل ہوا کہ بیوی کیلئے لفظ اہل استعمال ہوتا ہے (جو اسم جمع ہے)، اور اس لفظ **(اہل)** کی مناسبت سے جمع مذکر حاضر کی ضمیر سے خطاب کیا جاتا ہے، جیسا کہ موسی علیہ السلام نے اپنی بیوی کو لفظ اہل سے مخاطب کیا، اور اس لفظ کی مناسبت سے جمع مذکر کی ضمیر استعمال کی[80]. جبکہ یہ بات واضح ہے کہ انھوں نے اس سے صرف اپنی بیوی کو مراد لیا، جیسا کہ بیشتر علماء کی رائے ہے[81].

طاہر ابن عاشور (1393ھ) لکھتے ہیں: اس آیت میں اہل بیت سے ازواج مطہرات مراد ہیں، کیونکہ انھیں سے یہ خطاب کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ اس آیت سے قبل اور بعد کی آیات میں بھی انھیں سے خطاب ہے، اور اس میں کوئی دورائے نہیں، بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور تابعین عظام نے اس سے ازواج مطہرات ہی مراد لیا ہے[82].

قرآن وسنت میں اس بات کے کئی دلائل موجود ہیں کہ جب کسی بھی فرد کے اہل یا اہل بیت کی بات ہو تو بیوی اس میں شامل ہوتی ہے، چند دلائل حسب ذیل ہیں:

1- موسی علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ﴾[83] (جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ "مجھے ایک آگ سی نظر آئی ہے، میں ابھی یا تو وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا کوئی انگارا چن لاتا ہوں) اور یہ معلوم ہے کہ اس سفر میں صرف ان کی بیوی ہی ان کے ساتھ تھیں.

---

(80) دیکھیں: سورہ طٰہٰ: آیت/10، سورہ نمل: آیت/7.

(81) اضواء البیان: 238/6.

(82) تفسیر التحریر والتنویر: 15/22.

(83) سورہ نمل: آیت/7.

علامہ شوکانی (1255ھ) کہتے ہیں: یہاں اہل سے مراد ان کی بیوی ہیں، جو مدین سے مصر کے سفر میں ان کے ہمراہ تھیں، اور ان کے ہمراہ کوئی اور نہ تھا، لیکن موسی علیہ السلام نے ان سے لفظ اہل سے خطاب کیا جو کہ کثرت پر دلالت کرتا ہے[84].

شیعہ عالم طباطبائی (1412ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت میں اہل سے ان کی بیوی مراد ہیں، جو کہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ قصص میں بیان کیا ہے[85].

2-موسیٰ علیہ السلام ہی کے متعلق دوسرا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ﴾[86]

(جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کرلی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے).

بیضاوی (682ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں اہل سے اہلیہ مراد لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے ہمراہ نکلے[87].

اور یہی قول ایک شیعہ عالم **عبد اللہ شبر** (1422ھ) کا بھی ہے، انھوں نے بھی یہاں اہل سے بیوی مراد لیا ہے[88].

3-ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سے فرشتوں نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ﴾[89] (کیا تم اللہ کی قدرت سے

---

(84) تفسیر فتح القدیر: 126/4.

(85) تفسیر المیزان: 342/15.

(86) سورہ قصص: آیت/29.

(87) تفسیر البیضاوی: 291/3.

(88) تفسیر شبّر: ص/373.

تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں، ، اور یقیناً اللہ نہایت قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے).

4- محمد ﷺ کی بیویوں کو مخاطب کرتے ہوئے رب تعالی نے فرمایا: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[90] (اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو. اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت (نبی کی گھر والیو)! تم سے وہ ہر قسم کی گندگی (آلودگی) کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے)

مذکورہ دونوں آیات کا بیان گذر چکا ہے.

5- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول کریم ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد (بطور ولیمہ) گوشت اور روٹی تیار کروائی، اور مجھے کھانے پر لوگوں کو بلانے کے لئے بھیجا ... آنحضرت ﷺ باہر نکل آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سامنے جا کر فرمایا: (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ الله) یعنی اے اہل بیت تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت نازل ہو، تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: (وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ الله) اور پوچھا: اپنی اہل کو آپ نے کیسا پایا؟ اللہ برکت عطا فرمائے، آنحضرت ﷺ اسی طرح

(89) سورہ ھود: آیت/73.

(90) سورہ احزاب: آیت/33.

تمام ازواج مطہرات کے حجروں کے سامنے گئے اور جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اسی طرح سب سے فرمایا، اور سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح جواب دیا[91].

یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو لفظ اہل بیت سے خطاب کیا ہے.

6- حدیثِ افک میں ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے منبر پر عبد اللہ بن ابی بن سلول کی جانب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے بہتان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا (اے مسلمانو! اس شخص کے مقابلے میں میرا کون ساتھ دے گا جس نے میرے اہل کے بارے میں مجھے تکلیف دی ہے، اللہ کی قسم! میں میرے اہل کے متعلق خیر ہی جانتا ہوں، لوگوں نے صفوان بن معطل کا ذکر کیا ہے، جب کہ میں تو ان کے متعلق بھی خیر ہی جانتا ہوں، وہ صرف میرے ہمراہ ہی میرے اہل کے پاس آتے تھے[92].

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت قرار دیا ہے.

7- صحیح مسلم میں ابراہیم سے روایت ہے انھوں نے کہا، میں نے اسود سے پوچھا: کیا تم نے اُم المؤمنین سے سوال کیا یا نہیں کہ کن برتنوں میں نبیذ بنانا منع ہے؟ اسود نے جواب دیا: ہاں، میں نے اُم المؤمنین سے سوال کیا کہ کن برتنوں میں اللہ کے نبی ﷺ نے نبیذ بنانے سے منع کیا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اللہ کے نبی ﷺ نے ہم اہل بیت کو دباء اور مزفت (کدو سے بنائے گئے برتن اور روغنی برتن) میں نبیذ بنانے سے منع کیا ہے[93].

---

(91) صحیح بخاری، حدیث نمبر (4793).

(92) صحیح بخاری، حدیث نمبر (4750)، صحیح مسلم حدیث نمبر (2770).

(93) صحیح مسلم، حدیث نمبر (1995).

8-اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ گھر میں نبی کریم ﷺ کیا کیا کرتے تھے؟ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے اہل (گھر) کے کام کیا کرتے تھے، پھر آپ جب اذان کی آواز سنتے تو باہر چلے جاتے تھے[94].

9-ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لگاتار کئی راتیں بھوکے سو جایا کرتے تھے، اور آپ کے اہل کو رات کا کھانا نصیب نہ ہوتا تھا، اور اکثر ان کی روٹی جو (بارلی) کی ہوا کرتی تھی[95].

مذکورہ دونوں احادیث میں اللہ کے نبی ﷺ کے اس گھر کی بات ہے جس میں آپ کی ازواج مطہرات رہا کرتی تھیں، اور آپ کے قرابت داروں کے گھر مراد نہیں ہیں.

10-حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں صدقہ کے اونٹوں کا ذکر ہے، بلال فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے مجھ سے کہا: جاؤ جو بچا ہے اسے اللہ کی راہ میں دے کر مجھے آرام دو کیونکہ جب تک یہ مال باقی رہے گا میں اپنے اہل (ازواج مطہرات) میں سے کسی کے پاس نہ جاؤں گا''، پھر جب رسول اللہ ﷺ عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا'' : کیا ہوا وہ مال جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟ ''میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے، کوئی ہمارے پاس آیا ہی نہیں کہ میں اسے دے دوں تو رسول ﷺ نے رات مسجد ہی میں گزاری. (راوی نے پوری حدیث بیان کی) اس میں ہے: یہاں تک کہ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے یعنی دوسرے دن تو آپ نے مجھے بلایا اور پوچھا'' : وہ مال کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟''، میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز و بے فکر کر دیا) یعنی وہ میں نے ایک ضرورت مند کو دے دیا (یہ سن کر آپ ﷺ نے

---

[94] صحیح بخاری، حدیث نمبر (5363).

[95] جامع ترمذی، حدیث نمبر (2360)، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر (3347)، مسند احمد، حدیث نمبر (2303)، شعیب ارنؤوط نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے.

اللہ اکبر کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا بیان کی اس ڈر سے کہ کہیں آپ کو موت آ جاتی اور یہ مال آپ کے پاس باقی رہتا، پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا، آپ اپنی بیویوں کے پاس آئے اور ایک ایک کو سلام کیا، پھر آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے جہاں رات گزارنی تھی[96].

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ ازواج مطہرات اہل بیت نبی ﷺ میں داخل ہیں.

[96] سنن ابوداود، حدیث نمبر (3055)، شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے.

عترتِ نبی

لفظ (عترۃ) عترت لغت میں کسی چیز کی اصل کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جب یہ لفظ کسی فرد کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے اس کے قریبی لوگ اور اصل مراد ہوتے ہیں (یعنی خاندانی اعتبار سے)، جو کہ اس کے والد اور اولاد کی جانب سے ہوں[97]، اور جب یہ لفظ نبی کریم ﷺ کے ساتھ استعمال ہو تو اس سے بنو ہاشم (ہاشم کی اولاد) مراد ہوتے ہیں، ازواج مطہرات اس میں داخل نہیں ہوتیں، اسی لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ازواج مطہرات، عترتِ نبی سے ہیں۔

ابو سعید ضریر نے عترتِ نبی سے عبد المطلب اور ان کی اولاد مراد لیا ہے[98]۔

ازہری (370ھ) اور **ابن منظور** (711ھ) نے عترتِ نبی سے اہلِ بیت مراد لیا ہے، یعنی جن پر صدقہ حرام ہے، اور یہ آپ کے قرابت دار ہیں جن کا خمس میں حصہ مقرر ہے[99]۔

مستند شیعہ عالم **شیخ طریحی** (1085ھ) نے عترت نبی ﷺ سے آپ کی قوم اور قبیلہ مراد لیا ہے[100]۔

صرف **ابن الاعرابی** (231ھ) لفظ عترت سے ذریت (اولاد اور ان سے ہونے والی نسل) مراد لیتے ہیں، جیسا کہ **ازہری** نے اپنی کتاب میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: کسی

---

(97) دیکھیں: کتاب العین: 66/2، الصحاح: ص/735، معجم مقاییس اللغۃ: 217/4.

(98) تہذیب اللغۃ: 157/2.

(99) تہذیب اللغۃ: 157/2، لسان العرب: 538/4.

(100) مجمع البحرین: 116/3.

بھی فرد کی عترت سے اس کی ذریت اور اس سے ہونے والی نسل مراد ہوتی ہے، اسی لئے عترتِ نبی ﷺ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد مراد ہو گی[101].

ابن الاعرابی کے اس شاذ قول کو دیکھ کر بعض لوگ اتنے خوش ہو جاتے ہیں جیسے انھیں ان کی کوئی گمشدہ چیز ہاتھ آگئی ہو، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عترتِ نبی ﷺ کو آپ کی ذریت (اولاد) میں محصور کرنے کی دلیل ان کے ہاتھ آگئی.

لیکن ان بیچاروں کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس کا لازمی نتیجہ کیا ہونے والا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ علی بن ابو طالب، عقیل، جعفر، عباس، اور حمزہ رضی اللہ عنہم، عترتِ نبی ﷺ سے خارج ہو جائیں گے، کیونکہ وہ آپ کی اولاد سے نہیں ہیں!.

اور انھیں علی بن ابو طالب کے علاوہ تمام کو عترتِ نبی اور اہل بیت سے خارج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ ابن الاعرابی کے قول کے مطابق علی بھی کیسے عترت میں داخل ہو سکتے ہیں، لہذا ابن الاعرابی کا قول ان کے حق میں دلیل ہونے کے بجائے ان کے خلاف دلیل ہے.

اگر کوئی یہ کہے کہ علی بن ابو طالب بقیہ اہل بیت کے بجائے اکیلے عترت میں استثناءً داخل ہیں، تو ہمارا یہ سوال ہے کہ بقیہ دوسروں کو داخل ہونے میں کیا چیز مانع ہے؟ اس کے علاوہ اس استثناء کی دلیل کہاں ہے؟.

مستند اثنا عشری شیعہ عالم **شیخ مفید** ایک زیدی فرقہ **جارودیہ** پر حجت قائم کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور آپ کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام کی امامت پر اللہ کے نبی ﷺ کے اس کلام سے دلیل لی ہے (میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جارہا

---

(101) تہذیب اللغۃ: 157/2.

ہوں، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسری میری عترت)، اور کسی فرد کی عترت سے اس کے کبار اہل، اور اس کے خاص قریبی مراد ہوتے ہیں[102].

عترتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف آپ کی ذریت اور اولاد میں محصور کرنے پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں: شیعہ امامیہ کا کہنا ہے کہ عترت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے قریبی اور اصل مراد ہیں، لیکن خاص قریبی کا مطلب صرف آپ کی ذریت اور اولاد نہیں ہوتے، بلکہ اس میں بھائی، چچا اور چچیرے بھائی سب شامل ہوتے ہیں، اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو امیر المؤمنین علی بن ابو طالب جو کہ عترتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے افضل اور سب کے سردار ہیں وہ اس سے خارج ہو جائیں گے، کیونکہ وہ آپ کی ذریت سے نہیں ہیں[103].

لہٰذا عترت کا معنی اہلِ بیت ہی ہے، جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی وضاحت کر دی ہے.

جوہری نے اپنی کتاب میں حدیث ثقلین کی ایک روایت ذکر کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: (میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری عترت، یعنی میرے اہلِ بیت) اس حدیث میں آپ نے اہلِ بیت ہی کو عترت قرار دیا ہے[104].

اور ہم نے اس سے قبل یہ ذکر کیا ہے کہ اہلِ بیت سے صرف علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی مراد نہیں، بلکہ آلِ علی، آلِ عباس، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ حارث[105] اور آلِ ابو لہب[106] مراد ہیں، لہٰذا عترتِ نبی سے بھی یہ تمام مراد ہوں گے.

---

(102) المسائل الجارودیۃ ص/42.

(103) المسائل الجارودیۃ ص/42.

(104) تہذیب اللغۃ 2/157.

---

(105) مردوں میں نوفل، شاعر ابوسفیان، ربیعہ اور عبداللہ ہیں، (ان کا نام عبد شمس تھا، مگر اللہ کے نبی ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا). عورتوں میں ہند، بحینہ، اور اروٰی ہیں.

(106) مردوں میں عتبہ اور معتب ہیں، اور عورتوں میں دُرّہ ہیں، ان پر صدقہ حرام ہونے یا نہ ہونے کے مسئلے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے.

اقرباء اور عشیرۃ (قبیلہ)

عشیرۃ عربی زبان میں قریبی رشتہ دار (قبیلہ / برادرانِ باپ کی جانب سے قریبی لوگ) کو کہا جاتا ہے، اب یہاں یہ سوال ہے کہ جب نبی ﷺ کے رشتہ دار کہا جائے تو کون مراد ہوتے ہیں، کیا اس سے مراد صرف بنو ہاشم ہوتے ہیں یا یہ لفظ عام ہے، اور سب رشتے دار اس میں شامل ہیں؟

ابن دُرید (321ھ) کہتے ہیں: کسی بھی شخص کے قریبی رشتہ دار (عشیرہ) سے مراد اس کے وہ رشتہ دار ہوتے ہیں، جو اس کے والد کی جانب سے اس کے قریبی ہوں، یہی وجہ ہے کہ جب سورہ شعراء کی آیت (214) نازل ہوئی، جس میں اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، تو آپ ﷺ نے عبد مناف کی تمام اولاد کو بلایا. اس کے علاوہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے رشتہ دار (قرابت دار) شمار ہوتے ہیں[107].

ابن سیدہ (458ھ) کا بھی یہی قول ہے کہ عشیرہ سے قریبی رشتہ دار مراد ہوتے ہیں، اور یہ قول انھوں نے زجاج سے نقل کیا ہے[108].

مستند امامی شیعہ عالم **محقق حلی** (676ھ) نے عشیرۃ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: آپ کے عشیرہ (رشتہ دار) سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کی قوم میں نسب کے اعتبار سے آپ کے قریبی ہیں[109].

---

(107) تہذیب اللغۃ: ص/397.

(108) المحکم والمحیط الاعظم: 49/3.

(109) نکت النہایۃ: 126/3.

ایک اور شیعہ عالم **شیخ طریحی** (1085ھ) سورہ شعراء کی آیت (214) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرادیجئے، اور عشیرہ سے قبیلے کے افراد مراد ہوتے ہیں[110].

گذشتہ اقوال کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ عشیرہ (اقرباء/رشتہ دار) کی اصطلاح، اہلِ بیت، آلِ محمد، اور عترت کی اصطلاح سے عام ہے.

شاید حدیث کے الفاظ سے اس کی اور وضاحت ہوجائے، حدیث مندرجہ ذیل ہے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَأَنذِرۡ عَشِيرَتَكَ الۡأَقۡرَبِينَ﴾[111] (آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے) تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لوگوں کو بلایا، وہ سب اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے (پہلے) سب کو بالعموم ڈرایا اور پھر خاص کیا (یعنی نام لے کر ان لوگوں کو) اور فرمایا: کہ اے کعب بن لوئی کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے مرہ بن کعب کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے عبد شمس کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے ہاشم کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے چھڑاؤ. اے عبدالمطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اس لئے کہ میں اللہ کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ عذاب دینا چاہے تو میں بچا نہیں سکتا) البتہ تم جو رشتہ ناطہ مجھ سے رکھتے ہو، اس کو میں جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا)[112].

---

(110) مجمع البحرین: 3/184.

(111) سورہ شعراء: آیت/214.

(112) صحیح بخاری، حدیث نمبر (4493)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (204)، یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے، اور آواز لگانے لگے: اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد! قریش کے تمام قبائل کا نام لیا، یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے، اور اگر کوئی نہ نکل سکا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا تاکہ حقیقتِ حال معلوم ہو...) [113].

اللہ کے نبی ﷺ نے خود اپنے عمل کے ذریعے اس آیت کی وضاحت کر دی، جس میں اللہ نے آپ کو اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا تھا، آپ نے قریش کے تمام قبائل کو آواز لگائی، انھیں بلایا اور انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا.

اگر آپ کے قرابت دار اور رشتہ دار (عشیرہ) صرف بنوہاشم ہی ہوتے تو آپ ﷺ تمام قریش کو نہ بلاتے بلکہ صرف انھیں کو آواز لگاتے.

مذکورہ آیت اور حدیث سے **امام قرطبی** (671ھ) نے دو اہم مسائل اخذ کئے ہیں، کہتے ہیں:

اس آیت اور حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ عمل صالح کے بغیر قریبی نسب کا بھی کوئی فائدہ نہیں، اور یہ دلیل بھی موجود ہے کہ مومن کا کافر سے تعلق رکھنا، اسے نصیحت کرنا اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے قریش سے کہا: البتہ تم جو رشتہ ناطہ مجھ سے رکھتے ہو، اس کو میں جوڑتا رہوں گا [114].

---

[113] صحیح بخاری، حدیث نمبر (4770).

[114] تفسیر القرطبی: 144/13.

رسالت کی اجرت

کیا اللہ تعالی نے اہل بیت سے محبت کو نبی ﷺ کی تبلیغِ رسالت کی اجرت بنایا ہے؟!.

اس مسئلے کی تمام تر گفتگو اللہ رب العالمین کے فرمان: ﴿قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾ (115) میں آئے کلمہ (قربی) پر منحصر ہے کہ اس لفظ سے کون مراد ہیں؟ اور مشرکین کے سامنے اس کے ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے؟.

بعض افراد کا کہنا ہے: اس سے مراد علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں، اور انھوں نے اپنے اس قول پر ایک ضعیف منکر حدیث سے دلیل لی (116).

---

(115) سورہ شوریٰ: آیت/23.

(116) طبرانی نے اپنی (المعجم الکبیر 44/11) میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب آیت: ﴿قُل لَّآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ أَجۡرًا إِلَّا ٱلۡمَوَدَّةَ فِي ٱلۡقُرۡبَىٰ﴾ (میں سوائے رشتے داری کی محبت کے تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں طلب کر رہا ہوں) (سورہ شوریٰ آیت/23) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ آپ کے کونسے قرابت دار ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب کر دیا گیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے عرض کیا: یہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں.

اس حدیث کی سند میں ایک راوی: **حرب بن الحسن الطحان** ہے، جس کے متعلق ازدی نے کہا: اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی. (میزان الاعتدال 469/1).

اور ایک راوی **حسین بن الحسن الأشقر** ہے. جس کے متعلق امام بخاری نے کہا: اس میں کچھ ضعف ہے. ابو زرعہ نے کہا: یہ راوی منکر الحدیث ہے. ابو حاتم نے کہا: یہ قوی نہیں ہے. ابو معمر ہذلی نے کہا: یہ جھوٹا ہے. اور نسائی اور دار قطنی نے کہا: یہ قوی نہیں ہے. (میزان الاعتدال 531/1).

اس حدیث کو **ابن حجر** نے (فتح الباری 564/8) میں، اور **البانی** نے (سلسلۃ الاَحادیث الضعیفۃ حدیث نمبر (4974)) میں ضعیف قرار دیا ہے.

اور دوسرے بعض افراد کا یہ کہنا ہے کہ: اس سے مراد اللہ کے نبی ﷺ کے قرابت دار اور رشتے دار ہیں، جو کہ بنو ہاشم ہیں۔

جبکہ اکثر محققین، مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، مجاہد، قتادہ، اور شعبی وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس سے نبی ﷺ کے قرابت دار مراد نہیں بلکہ **نسبی قرابت داری** مراد ہے، اور قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں نبی کریم ﷺ کی قرابت داری نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کر رہا ہوں، بلکہ میں تم سے صرف یہ چاہ رہا ہوں کہ تم تمہارے ساتھ میری قرابت داری کی بناء مجھ سے محبت کرو اور میرا ساتھ دو، کیونکہ تم میری قوم ہو اور تم ہی اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ میری بات مانو اور میری اطاعت کرو۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ ''سوائے رشتہ داری کی محبت کے'' (سورہ شوریٰ: آیت/23) کے متعلق پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اس سے آلِ محمد ﷺ کے قرابتدار مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر کہا کہ تم نے جلد بازی کی۔ بلکہ قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں نبی کریم ﷺ کی قرابت داری نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کہ تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کرو جو میرے اور تمہارے درمیان میں موجود ہے[117]۔

اس روایت کے متعلق **امام زیلعی** نے (تخریج الأحادیث والآثار الواقعۃ فی تفسیر الکشاف 335/3) میں لکھا ہے: اس آیت کے مدینہ میں نازل ہونے کی بات بعید از امکان ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے، اور اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی، کیونکہ آپ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح سن 2 ہجری میں غزوہ بدر کے بعد ہوا، اور صحیح بات یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر ویسے ہی کی جائے گی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے) اس کے بعد انھوں نے ابن عباس کی صحیح بخاری میں مذکور حدیث ذکر کی، جس کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔

[117] صحیح بخاری، حدیث نمبر (4818)۔

حافظ ابن حجر (852ھ) نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی بات کہی، اور کہا کہ اس میں قریش سے خطاب ہے، اور اس قرابت داری سے نسبی قرابت داری مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ تم اگر مجھ پر ایمان نہ لاتے ہو تو کم از کم قرابت داری کا لحاظ رکھو اور صلہ رحمی کا معاملہ کرو[118].

علامہ شنقیطی (1393ھ) فرماتے ہیں: قریش کی ہر شاخ کے ساتھ آپ کی قرابت داری استوار تھی، اور اسی کی بابت آپ نے ان سے سوال کیا، آپ نے ان سے رسالت کی اجرت طلب نہیں کی، بلکہ آپ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہر قبیلے والے اپنے قبیلے والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں، اور یہی کام ابو طالب نے بھی کیا، لیکن ان کا یہ ساتھ دینا رسالت کی اجرت نہیں تھی، کیونکہ وہ تو آپ پر ایمان ہی نہیں لائے تھے[119].

ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات" میں شعبی سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا: لوگوں نے ہم سے اس آیت کے متعلق بہت زیادہ دریافت کیا تو ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو لکھ بھیجا تو انھوں نے ہمیں یہ جواب ارسال کیا: رسول اللہ ﷺ قریش میں سب سے اونچے نسب والے تھے، اور قریش کی ہر شاخ میں آپ کی قرابت داری پائی جاتی تھی، اسی کے متعلق اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ آپ کہہ دیں میں تم سے رسالت کی اجرت طلب نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں تم سے صرف یہ طلب کر رہا ہوں کہ تم تمہارے ساتھ میری قرابت داری کی بناء صلہ رحمی کا معاملہ کرو، اور میرا ساتھ دو[120].

---

(118) فتح الباری: 8/564.

(119) اضواء البیان: 7/69-70.

(120) الطبقات الکبریٰ: 1/24.

اب رہی رسالت کے اجرت کی بات تو یاد رکھیں کہ یہ بات ہمارے نبی محمد ﷺ کی آمد سے قبل پانچ انبیاء کرام نے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہے مثلا نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام، ان میں سے ہر ایک نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴾[121] (میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے).

تعجب ہے کوئی مسلمان یہ سمجھے کہ اللہ کے نبی ﷺ اللہ کے پیغام کو پہونچانے پر اجرت طلب کر رہے ہیں! وہ پیغام جو ضلالت و گمراہی سے نکلنے کا پیغام ہے، اور رشد و ہدایت کی نوید ہے.

بھلا آپ ﷺ کیسے اجرت کا سوال کر سکتے ہیں جبکہ آپ سب سے افضل رسول اور نبی ہیں؟ اور تمام انبیاء کرام علاتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے اور ان کی دعوت بھی ایک ہے.

امام تقی الدین ابن تیمیہ نے اس کو اور بہترین طریقے سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ کبار اہل بیت میں سے ہیں، اور قرآن کے مفسر ہیں، انھوں نے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے (جس کا ذکر اوپر بخاری کی روایت میں ہو چکا ہے)، اور اس کے علاوہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ رب العالمین نے (إِلَّا الْمَوَدَّةَ **لِذَوِي** الْقُرْبَىٰ) نہیں کہا ہے بلکہ ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ **فِي** الْقُرْبَىٰ ۗ ﴾[122] کہا ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے رشتے داروں سے محبت کا سوال نہیں کیا ہے بلکہ اگر یہی بات کہنا مقصود ہوتا تو ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ **فِي** الْقُرْبَىٰ ۗ ﴾ کے بجائے (إِلَّا الْمَوَدَّةَ **لِذَوِي** الْقُرْبَىٰ) کہا جاتا. کیونکہ جہاں کہیں اللہ رب العالمین نے

---

(121) دیکھیں: سورہ یونس: آیت/72، سورہ ھود: آیت/29، اور 51، سورہ شعراء: آیت/109.127.145.164.180. سورہ سبأ: آیت/47.

(122) سورہ شوری: آیت/23.

آپ ﷺ کے رشتے داروں کو مراد لیا ہے وہاں ((لِذِي الْقُرْبَىٰ)) استعمال کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (123).

جس سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے قطعاً اجرت نہیں طلب کی، بلکہ آپ کی اجرت تو اللہ کے ذمہ ہے، اور تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اہل سے محبت کریں، لیکن محبت کا یہ وجوب اس آیت کی رو سے نہیں ہے بلکہ دوسرے دلائل کی وجہ سے ہے، اور اہل بیت سے ہماری یہ محبت کسی صورت آپ ﷺ کے رسالت کے پیغام کو پہونچانے کی اجرت نہیں (124).

اور اسی بات کو قدرے تفصیل کے ساتھ ابن تیمیہ نے دوسرے مقام پر بھی بیان کیا ہے ، پہلے تو آپ نے وہی بات ذکر کی جو ابھی اوپر گذر چکی ہے کہ اگر آپ ﷺ رشتے دار مراد لیتے تو لفظ (القربٰی) حرف جر **(فی)** کے بجائے یا تو حرف جر **(لام)** کے ساتھ یا **(ذو/ذوی)** کے ساتھ استعمال کرتے، جیسا کہ اللہ نے دوسری آیات میں ذکر کیا ہے (125).

اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی تبلیغ پر اجرت نہیں طلب کیا، بلکہ آپ کی اجرت اللہ کے ذمہ ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ﴾ (126) ((اے نبی ﷺ) اِن سے کہہ دو کہ میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، اور نہ میں بناوٹی لوگوں میں سے ہوں)، نیز ارشاد ہے: ﴿أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ

---

(123) سورہ انفال: آیت/41.

(124) منہاج السنۃ النبویۃ: 26/4.

(125) دیکھیں سورہ انفال: آیت/41، سورہ حشر: آیت/7، سورہ روم: آیت/38، سورہ بقرہ: آیت/177.

(126) سورہ ص: آیت/86.

مُّثْقَلُونَ﴾[127] (اے نبی، کیا تم ان سے کوئی اجر مانگتے ہو کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے)، اور یہ بھی فرمایا: ﴿قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾[128] (ان سے کہو، "اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے).

اور آیتِ مودت میں جو استثناء ہے وہ جملہ سے نہیں، بلکہ استثناء منقطع ہے، جس کی نظیر اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾[129] (آپ کہہ دیجئے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے پروردگار کا راستہ اختیار کرے).

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت نبی ﷺ سے محبت کرنا واجب ہے، لیکن اس محبت کا وجوب اس آیت سے نہیں ہے، اور نہ ہی یہ محبت آپ کا صلہ اور بدلہ ہے، بلکہ یہ ان امور میں سے ہے جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے جیسا کہ اس نے دوسری عبادات کا ہمیں حکم دیا ہے.

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام غدیر پر خطاب کیا، اور فرمایا: (میں تمہیں میرے اہل بیت کی بابت اللہ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں میرے اہل بیت کی بابت اللہ کی یاد دلاتا ہوں)، اور سنن کی کتابوں میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (اللہ کی قسم وہ اس وقت تک جنت میں داخلے کے مستحق نہیں جب تک کہ وہ اللہ کی خاطر تم سے میری قرابت داری کی بناء محبت نہ کریں).

---

(127) سورہ طور: آیت/40.

(128) سورہ سبا: آیت/47.

(129) سورہ فرقان: آیت/57.

جو یہ سمجھتا ہے کہ اہل بیت سے محبت کرنا آپ کا اجر ہے اور وہ اس کو ادا کر رہا ہے تو وہ بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کر رہا ہے، کیونکہ اس معنی میں اس محبت پر ہم ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے کیونکہ ہم تو صرف آپ کا وہ بدلہ چکا رہے ہیں جو آپ کا حق ہے، اور کیا کوئی مسلم ایسی بات کہہ سکتا ہے؟!.

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ آیت میں **(القربیٰ)** پر الف لام **(ال)** آیا ہے، اور یہ معرفہ کی علامت ہے، جس کا معنی یہ ہے جن قرابت داروں کا تذکرہ یہاں ہو رہا ہے وہ مخاطب کے پاس مشہور و معروف ہوں، اور یہ بات ہم نے پہلے ہی بیان کر دی ہے کہ جس وقت یہ آیت (آیتِ مودت/ سورہ شوریٰ آیت/23) نازل ہوئی اس وقت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا کوئی وجود ہی نہ تھا، اور نہ ہی علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کا آپس میں نکاح ہی ہوا تھا، پس جن قرابت داروں کا اس آیت میں تذکرہ ہو رہا ہے کسی صورت یہ نہیں ہو سکتے، بلکہ اس سے ان کی وہ باہمی رشتے داری اور قرابتداری مراد ہو سکتی ہے، جو ان کے ہاں معروف تھی[130].

امامی شیعہ کے نامور عالم **شیخ مفید** نے بھی وہی بات کہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہی ہے، اور اس بات کا رد کیا ہے کہ اہل بیت کی محبت رسول اللہ ﷺ کا اجر اور بدلہ ہے، آپ کہتے ہیں:

یہ بات درست نہیں کہ اللہ تعالی نے اہل بیت سے محبت کو اپنے نبی کی اجرت بنایا ہے، بلکہ آپ کا اجر تو اللہ تبارک وتعالی کے ذمہ ہے، کیونکہ اعمال کا بدلہ بندوں کے ذمہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ ہر عمل کا خالص لوجہ اللہ ہونا ضروری ہے، اور جب عمل اللہ کیلئے خالص ہو تو اس کا بدلہ بھی اللہ کے ذمہ ہی ہو گا۔

---

(130) منہاج السنة النبوية: 7/100-103.

اور اللہ رب العالمین یہ کہتا ہے: ﴿وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ﴾ [131] (اور اے برادران قوم، میں اِس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے)، اور دوسری جگہ اس کا یہ فرمان ہے: ﴿يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي﴾ [132] (اے برادران قوم، اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا، میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے)، اور اگر آیت میں اجر کا وہی معنی ہوتا جو ابو جعفر [133] نے سمجھا ہے تو قرآنی آیات میں تناقض (باہمی اختلاف) پیدا ہو جاتا، کیونکہ اس صورت میں ان آیات کا معنی یہ ہوتا. (میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگ رہا ہوں، نہیں نہیں بلکہ میں تم سے اس پر اجر مانگ رہا ہوں)، اور دوسری آیت کا معنی یہ ہوتا (میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے، نہیں نہیں بلکہ میرا اجر تو اللہ اور دوسروں کے ذمہ ہے) اور قرآن میں ایسے کلام کا ہونا محال ہے.

اگر کوئی پوچھے کہ اس آیت کا کیا معنی ہے: ﴿قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ [134] (تو کہہ دیجئے! کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی)، کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے پیغامِ رسالت کی ادائیگی پر اجر کے طور پر ان سے قرابت داروں سے محبت کا سوال کیا؟ تو اس شخص سے کہا جائے گا: نہیں، بات وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو- ان عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں جو ابھی ہم نے اوپر ذکر کی ہیں- بلکہ اس آیت میں جو استثناء ہے وہ جملہ سے نہیں ہے بلکہ یہ استثناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہوگا: آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں

---

(131) سورہ ہود: آیت/29.

(132) سورہ ہود: آیت/51.

(133) اس سے مراد ابن بابویہ قمی ہیں، جو صدوق کے لقب سے مشہور ہیں.

(134) سورہ شوریٰ: آیت/23.

مانگ رہا ہوں، البتہ میں تم سے رشتہ داری کی محبت کا سوال کر رہا ہوں[135]، اس کا مطلب یہ ہوا کہ استثناء سے قبل جو جملہ ہے وہ جملہ تام ہے، اور استثناء کے بعد ایک نیا جملہ شروع ہو رہا ہے، جس کا معنی ہے کہ میں تم سے صرف رشتہ داری کی محبت کا طالب ہوں، جس کی نظیر اللہ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾[136] (میرے تو یہ سب دشمن ہیں، بجز ایک رب العالمین کے)، اس کا معنی یہ ہے سب میرے دشمن ہیں، البتہ رب العالمین میرا دشمن نہیں ہے، بلکہ وہ میرا دوست ہے. اور اہل زبان کے ہاں یہ بات مشہور و معروف ہے اس پر دلیل قائم کرنے کی بھی کوئی حاجت نہیں.

---

(135) یہاں رشتہ داری کی محبت مطلوب ہے، رشتہ داروں کی نہیں، جس کا مغالطہ عام طور سے لوگوں کو ہوتا ہے. مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان سے کہا: جو رشتہ داری ہماری باہم موجود ہے اس کا خیال رکھو. اور اسی کے ناطے باہمی بھائی چارگی کا معاملہ کرو.

(136) سورہ شعراء: آیت/77.

دلائلِ شیعہ اثنا عشریہ

بعض حضرات چند معاصر مؤلفین کی کتابوں سے دھوکہ کھاتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل بیت سے تمام بنو ہاشم مراد لینا یہ صرف اہل سنت والجماعت کا نظریہ ہے، اور شیعہ کا نظریہ اس کے خلاف ہے۔

لیکن جب شیعہ کی اصل کتب سے روایات جمع کی گئیں اور ساتھ ہی ان کے متقدم علمائے کرام کے اقوال بھی جمع کئے گئے تو یہ بات واضح ہو گئی کہ شیعہ کے نزدیک بھی اہل بیت سے تمام بنو ہاشم (ہاشم کی اولاد) ہی مراد ہیں۔

روایات تو بہت زیادہ ہیں، مگر یہاں صرف چند روایات بطور مثال پیش کی جارہی ہیں:

1- نہج البلاغہ میں ہے کہ امام علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وكان رسول الله صلى الله عليه وآله إذا احمر البأس وأحجم الناس قدم أهل بيته فوقى بهم أصحابه حر السيوف والأسنة . فقتل عبيدة بن الحارث يوم بدر ، وقتل حمزة يوم أحد ، وقتل جعفر يوم مؤتة.

اور رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تھے، اور لوگ پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو آپ اپنے اہل بیت کو آگے بڑھا دیتے تھے اور وہ ان کو سپر بنا کر اپنے اصحاب کو تلوار اور نیزوں کی گرمی سے محفوظ رکھتے تھے، چنانچہ بدر کے دن عبیدہ بن الحارث شہید ہو گئے، احد کے دن حمزہ شہید ہو گئے، اور موتہ کے دن جعفر شہید کر دیئے گئے[137]۔

(137) نہج البلاغۃ: 10/3 (ومن کتاب لہ الی معاویۃ یذکر فیہ فضل آل البیت وسابقتہم)۔

2-جناب کلینی نے الکافی میں زرارۃ سے روایت کی ہے وہ ابو جعفر (ع) سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جب بنو ہاشم کے کسی فرد کا انتقال ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتے جو آپ بقیہ مسلمانوں کے ساتھ نہیں کرتے، کہ آپ جب ہاشمی کی نماز جنازہ پڑھاتے اور اس کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرتے تو اپنی ہتھیلی اس کی قبر پر رکھتے یہاں تک کہ مٹی پر آپ کی انگلیوں کے نشان صاف نظر آتے، اگر کوئی اجنبی یا مسافر مدینہ آتا اور کسی نئی قبر پر آپ کی انگلیوں کے نشان دیکھتا تو کہتا: آلِ محمد ﷺ میں سے کس کا انتقال ہوا ہے؟[138]

جناب مجلسی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے[139].

3-ابن بابویہ قمی نے "أمالی" میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: علی (ع) نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ عقیل سے بہت محبت کرتے ہیں، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں عقیل سے دوگنی محبت کرتا ہوں، ایک تو میری محبت ہے، اور ابو طالب بھی اس سے محبت کیا کرتے تھے اس وجہ سے میں اس سے دوگنی محبت کرتا ہوں، بے شک اس کا بیٹا تمہارے بیٹے کی محبت میں شہید ہوگا، اور اس پر مومنوں کی آنکھیں اشکبار ہوں گی، مقرب فرشتے اس پر رحمت کی دعا کریں گے، پھر اللہ کے نبی ﷺ رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کا سینۂ مبارک تر ہوگیا، پھر آپ نے فرمایا: إلی اللہ أشکو ما تلقی عترتي من بعدي.

(میرے بعد میرے اہل کو جو پریشانیاں لاحق ہوں گی اس کی پروردگار میں تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں)[140].

---

[138] الکافی—کتاب الجنائز- باب تربیع القبر ورشہ بالماء- روایت نمبر (4).

[139] مرآۃ العقول شرح أخبار آل الرسول: 111/14.

[140] أمالی الصدوق: ص/91 —روایت نمبر (200)، بحار الأنوار: 288/22، 287/44.

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ واضح کر دیا کہ عقیل اور ان کے بیٹے آپ کی عترت سے ہیں[141]۔

4- مجلسی نے "بحار الانوار" میں ذکر کیا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد، اپنے بھائیوں اور اپنے گھر والوں (اہل بیت) کو جمع کیا، ان کی جانب دیکھا اور کچھ دیر روتے رہے، پھر کہا: **(اللهم إنا عترة نبيك)** اے پروردگار ہم تیرے نبی کے گھر والے (اہل بیت نبی ﷺ) ہیں[142]۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لفظ عترت (اہل بیت) کو اپنے اور اپنے بیٹے زین العابدین میں محصور نہیں کیا، بلکہ اسے تمام اہل بیت کیلئے عام رکھا۔

5- بحار الانوار کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شیعہ نے زید بن علی بن حسین علیہم السلام سے خطاب کیا تو آپ نے فرمایا: میں عترت (اہل بیت) میں سے ہوں[143]

6- ابن بابویہ قمی نے مسلم بن عقیل کے دو چھوٹے بیٹوں کی شہادت کا واقعہ ذکر کیا جس میں ہے (... پھر اس میں سے چھوٹے بچے نے کہا، اے شیخ، کیا تم محمد ﷺ کو جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا، میں محمد ﷺ کو کیسے نہیں جانوں گا وہ تو میرے نبی ہیں! پھر بچے نے سوال کیا، کیا تم جعفر بن ابی طالب کو جانتے ہو؟ جواب دیا، میں انھیں کیسے نہیں جانوں گا، انھیں تو اللہ نے دو پر نصیب کئے جس کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں! پھر سوال کیا، کیا تم علی بن ابی طالب کو جانتے ہو؟ کہا ، میں انھیں کیسے نہیں جانوں گا وہ تو میرے نبی کے چچازاد بھائی ہیں! پھر اس چھوٹے بچے نے کہا: اے

---

(141) آگے اس کا بیان آئے گا کہ لفظ (عترت) اپنی دلالت میں لفظ (اہل بیت) کے مترادف ہے۔

(142) بحار الانوار: 383/44.

(143) بحار الانوار 202/46.

شیخ ہم آپ کے نبی ﷺ کے گھر والے (اہل بیت) ہیں، اور ہم مسلم بن عقیل بن ابو طالب کی اولاد میں سے ہیں، آپ کے ہاتھ میں قیدی بنے ہوئے ہیں، ہم آپ سے اچھا کھانا طلب کرتے ہیں، لیکن آپ ہمیں نہیں دیتے، ہم ٹھنڈا پانی طلب کرتے ہیں لیکن آپ ہمیں ٹھنڈا پانی نہیں پلاتے...[144]

7- محمد بن سلیمان کوفی نے اپنی کتاب "مناقب امیر المومنین (ع)" میں یزید بن حیان سے ذکر کیا کہ انھوں نے فرمایا: میں اور حصین بن عقبہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اس کے بعد حصین بن عقبہ نے زید بن ارقم سے کہا: اے زید، اللہ نے آپ کو بہت عزت دی ہے، اور آپ نے بہت خیر و برکات دیکھے ہیں، ہمیں اللہ کے نبی ﷺ کی کوئی حدیث سنا دیں، زید نے کہا: اللہ کے نبی ﷺ نے ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان مقامِ خم پر ہم سے خطاب فرمایا، آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی، ہمیں نصیحت کیا اور اللہ کا خوف دلایا، پھر فرمایا (اے لوگو، میں انسان ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) پیغام اجل لائے اور میں قبول کرلوں، میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، پہلے تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوط پکڑے رہو، غرض کہ آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب کی طرف رغبت دلائی، پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں، تین بار فرمایا، حصین نے کہا کہ اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں، کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے، حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں؟ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ علی، عقیل، جعفر اور عباس کی اولاد ہیں، حصین نے پھر سوال کیا: کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں)[145].

---

(144) الأمالی از صدوق ص/143، حدیث نمبر (145).

(145) مناقب الامام أمیر المؤمنین: 116/2، کشف الغمۃ: 549/1.

8- طبرسی نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں ابوالفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی کی صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ مرض الموت میں نماز کیلئے فضل بن عباس اور ایک غلام کے سہارے نکلے، اس نماز میں آپ تکلیف کی وجہ سے حاضر ہونا نہیں چاہتے تھے، لیکن آپ سہارا لے کر نماز کیلئے حاضر ہوگئے، اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے گھر واپس آگئے، اور غلام سے کہا کہ دروازے پر بیٹھ جاؤ اور کسی انصاری کو مت روکنا، اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی، انصار آئے اور دروازے پر جمع ہوگئے اور غلام سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے لئے داخلے کی اجازت طلب کرو، غلام نے عرض کیا کہ آپ پر غشی طاری ہے اور آپ کے اطراف آپ کی ازواج ہیں، یہ سن کر انصار رونے لگے، جب نبی اکرم ﷺ نے ان کے رونے کی آوازیں سنیں تو سوال کیا: یہ کون ہیں؟ وہاں موجود افراد نے بتلایا کہ یہ انصار ہیں، تب اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: (من هاهنا من أهل بيتي قالوا : عليّ والعباس...) یہاں میرے اہل بیت میں سے کون موجود ہیں؟ کہا گیا کہ علی اور عباس رضی اللہ عنہما موجود ہیں، آپ نے ان دونوں کو طلب کیا اور ان دونوں کے سہارے باہر انصار کی جانب تشریف لے آئے[146].

9- شیخ الطائفہ طوسی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں، اس وقت آپ ﷺ نے ان سے عرض کیا: (ما يبكيك ؟ فوالله لو كان في أهل بيتي خير منه زوجتك) تم کیوں رو رہی ہو؟ اللہ کی قسم! اگر میرے اہل بیت میں کوئی ان سے بہتر ہوتا تو میں تمہارا نکاح اسی کے ساتھ کرتا[147].

---

[146] الاحتجاج: 70/1، بحار الأنوار: 176/28.

[147] الأمالی از طوسی: ص/40- روایت نمبر (45).

10- سلمان فارسی سے مروی ہے انھوں نے کہا: (میں اللہ کے نبی ﷺ کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اسی وقت عباس بن عبد المطلب آپ کے پاس آئے، اور آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا، اور ان کا استقبال کیا، اس وقت انھوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا بات ہے کہ ہم اہل بیت میں علی بن ابو طالب کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، جب کہ ہم سب ایک ہی ہیں، اس وقت اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے کہا: ٹھیک ہے چچا میں آپ کو بتلاوں گا.... [148].

اس حدیث سے یہ واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عباس بن عبد المطلب کو اہل بیت سے شمار کیا ہے، اور یہ بھی بتلادیا کہ علی رضی اللہ عنہ تمام مرد اہل بیت میں سب سے افضل ہیں.

11- امام باقر (ع) سے مروی ہے انھوں نے کہا: جب عباس رضی اللہ عنہ کو دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا، اور علی رضی اللہ عنہ کو اس حکم سے مستثنی رکھا گیا تو **آلِ محمد ﷺ میں سے عباس اور دوسرے** اللہ کے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: ایسی کیا خاص بات ہے کہ علی آئیں اور جائیں؟ یہ سن کر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اللہ کا حکم ہے، اس کے حکم کو قبول کر لو [149].

اس حدیث میں دلیل امام باقر کا یہ قول ہے (آل بیت میں سے عباس اور دوسرے آئے) یعنی انھوں نے عباس اور دیگر کو بھی آل بیت میں شمار کیا، اس کا یہ مطلب ہوا کہ آل محمد ﷺ میں عباس اور دیگر بھی شامل ہیں اور اس سے صرف اصحابِ کساء اور بارہ امام ہی مقصود نہیں ہیں.

---

[148] ارشاد القلوب: 403/2، بحار الأنوار: 17/43، الأسرار الفاطمية: ص/426.

[149] تفسیر الامام العسکری: ص/20، بحار الأنوار: 25/39.

12-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہاتھ تھامے نکلے، اور آپ یہ کہہ رہے تھے، اے انصار کی جماعت، اے بنو ہاشم، اور اے بنو عبد المطلب میں اللہ کا رسول محمد ہوں، سنو میں ان چار اہل بیت میں سے ہوں جو پاک مٹی سے پیدا کئے گئے، یعنی میں، علی، حمزہ اور جعفر... [150].

13-اللہ کے نبی ﷺ سے مروی ایک دوسری روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے عرض کیا: میرے رب نے مجھے میرے تین اہل بیت کے مابین منتخب کیا ہے، اور میں ان تینوں میں سردار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، اور یہ کوئی فخریہ بات نہیں ہے، رب نے مجھے، علی، جعفر اور حمزہ کو منتخب کیا، جبکہ ہم کھلے مقام پر اپنے منہ کو ڈھانکے سوئے ہوئے تھے [151].

14- اور ایک روایت یوں مروی ہے، آپ ﷺ نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: (**علي بعدي أفضل أمتي ، وحمزة وجعفر أفضل أهل بيتي بعد علي**) میرے بعد میری امت میں سب سے افضل علی ہیں، اور حمزہ و جعفر میرے اہل بیت میں علی کے بعد سب سے افضل ہیں [152].

15-غزوہ بدر میں جب عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کو رسول اللہ ﷺ کے پاس زخمی حالت میں لایا گیا اور ان کی جان کنی کا عالم تھا، انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں شہید

---

[150] الامالی از صدوق: ص/275-روایت نمبر (306)، الخصال: 204/1.

[151] تفسیر القمی: 347/2. بحار الانوار: 277/22، 214/35.

[152] کمال الدین: (ماروی عن النبی ﷺ فی النص علی القائم وانہ الثانی عشر فی الائمۃ) ص/245.

نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے عرض کیا: کیوں نہیں، تم شہید ہو، اور تم میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے شہید ہو[153].

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صرف اہل سنت کی روایات ہی نہیں بلکہ شیعہ امامیہ کی روایات بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اہل بیت ﷺ میں بنو ہاشم اور اس کی تمام شاخیں شامل ہیں.

[153] مناقب آل ابی طالب: 188/1، بحار الأنوار: 225/19.

شیعہ علماء کے اقوال

قارئین کرام! یہ نہ سمجھیں کہ صرف شیعی روایات ہی اس امر پر شاہد ہیں کہ اہلِ بیت، اور عترتِ نبی سے تمام بنوہاشم مراد ہیں بلکہ کبار شیعہ علماء نے بھی اپنی مؤلفات میں مکمل وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، چند اقوال آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں:

1-ابن بابویہ قمی صدوق (381ھ):

آپ نے اہل بیت اور عترت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

کسی بھی فرد کے اہل سے اس کی اولاد، اس کے والد کی اولاد، اس کے جد قریب کی اولاد اور اس کے قریبی مراد ہوتے ہیں، اور جد بعید کی اولاد کو **اہل** نہیں کہا جاتا، جیسا کہ عرب عجم کو اپنا اہل نہیں کہتے، جب کہ دونوں کے دادا ابراہیم علیہ السلام ہیں، اور اسی طرح عرب کا قبیلہ مضر، قبیلہ ایاد کو اپنا اہل شمار نہیں کرتا اور نہ ہی قبیلہ ربیعہ کو اپنا اہل کہتا ہے، اور قبیلہ قریش بھی مضر کی تمام اولاد کو اپنا اہل نہیں کہتا، اگر نسب کے اعتبار سے تمام قریش کو رسول کے اہل کہا جاتا تو مضر کی اولاد اور تمام عرب بھی آپ کے اہل شمار ہوتے، جس سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اہل سے صرف آدمی کے گھر والے اور اس کے قریبی مراد ہوتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے اہل سے مراد **بنو ہاشم** ہیں، اور دوسرے قبیلے مراد نہیں ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: (میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم انھیں تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری عترت، یعنی اہلِ بیت) اب اگر کوئی سوال کرے کہ آپ کی عترت سے کون مراد ہیں؟ تو یہی جواب دیا جائے گا کہ یہ تو اللہ کے نبی ﷺ نے خود بیان کردیا کہ اس سے مراد میرے اہل بیت ہیں۔

ابو عبید نے اپنی کتاب "الامثال" میں ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ کسی بھی انسان کی اصل کو عترت کہا جاتا ہے، اسی سے عرب کا ایک مشہور قول ہے: (عَادَتْ لِعِتْرِهَا لَمِيْسُ) یعنی لمیس نامی عورت اپنے اصل کی جانب لوٹ آئی، یعنی وہ بری عادتیں جو اس نے چھوڑ دیا تھا اسی کی جانب دوبارہ لوٹ آئی ہے، لہٰذا کسی بھی فرد کے اہل کو اس کی عترت کہا جاتا ہے، اسی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے کہا میری عترت میرے اہل بیت ہیں، جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عترت سے اولاد اور اہل و عیال وغیرہ مراد ہوتے ہیں، اور اگر عترت میں اہل شامل نہ ہوں بلکہ اس سے صرف اولاد ہی مراد ہوں تو اس شرط پر اللہ کے نبی ﷺ کی اس حدیث میں علی بن ابی طالب علیہ السلام داخل نہیں ہوں گے: (میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت، اہلِ بیت، اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ حوض پر میرے پاس آئیں گے)[154].

2- شیخ مفید (413ھ):

آپ جارودی[155] فرقہ پر رد کرتے ہوئے اور عقیدہ امامیہ کے مطابق عترت کا معنی واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں: (جارودی فرقہ یہ کہتا ہے کہ: امامت کو امیر المومنین علیہ السلام کی دوسری اولاد، اور بقیہ بنی ہاشم کے علاوہ صرف حسن اور حسین علیہ السلام اور ان دونوں کی اولاد میں محصور کرنے کی دلیل ہمارے پاس ہے، اور یہ اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: میں تم میں ایسی چیز

---

[154] کمال الدین: ص/242.

[155] یہ زیدیہ کا ایک فرقہ ہے، جو اپنے مؤسس **ابو الجارود زیاد بن المنذر** کی جانب نسبت سے جارودی کہلاتا ہے، جس کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو نام کے ساتھ نہیں بلکہ وصف کے ذریعے امام مقرر کیا ہے، لیکن لوگ گمراہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کی اقتداء کو ترک کرکے کفر کے مرتکب ہوئے.

چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامے رہو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت، یعنی میرے اہلِ بیت، اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ حوض پر میرے پاس آئیں گے۔

ان کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں: مذکورہ دلیل تو امامت کو صرف اولاد فاطمہ علیہا السلام میں محصور کرنے کے بجائے تمام بنی ہاشم میں ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ بلا اختلاف تمام بنو ہاشم (اولاد ہاشم) اللہ کے نبی ﷺ کے عترت اور اہلِ بیت ہیں۔

اور اگر تم اس سے دلیل لیتے ہوئے یہ کہو کہ یہ صرف اولاد فاطمہ علیہا السلام کا حق ہے تو تمہارا مقابل یہ کہے گا کہ یہ تمام اولاد فاطمہ کا حق نہیں، بلکہ حسن اور حسین علیہما السلام کے بعد صرف اولاد حسین کا حق ہے، تو اب بتلاؤ کہ تمہارا کیا جواب ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ **جارودی** یہ کہتے ہیں: عربی زبان میں عترت کا معنی مغز اور خاص چیز ہوتا ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہے عترت نبی ﷺ سے تمام بنو ہاشم مراد نہیں بلکہ صرف آپ کے وارثین مراد ہیں۔

ان کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں: یہ بات تو صحیح ہے کہ عترت کا معنی لغت کے اعتبار سے مغز اور خاص چیز ہوتا ہے، لیکن اس سے دلیل لیتے ہوئے تمہارا یہ کہنا کہ اس سے صرف ذریت مراد ہوتی ہے اور اس میں بھائی، چچا اور چچازاد بھائی شامل نہیں ہوتے یہ بات غلط ہے، کیونکہ اگر یہی بات ہو تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام جو کہ سب سے افضل اور ائمہ کے سردار ہیں عترت سے خارج ہو جائیں گے، کیونکہ وہ آپ کی اولاد میں سے نہیں ہیں، جس سے یہ معلوم ہوا کہ تمہارا استدلال بالکل باطل ہے۔

جارودی یہ بھی کہتے ہیں: اگر عترت کا اطلاق وارثین کے علاوہ دوسرے اہل پر بھی ہوتا ہے تو اب امامیہ پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ عباس، عبد شمس اور ان کی اولاد کو بھی عترت میں شامل کریں، اور یہ مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔

اس کے جواب میں ہم امامیہ یہ کہتے ہیں: ہم پر یہ اس وقت لازم آتا جب ہم فرقہ زیدیہ کی طرح صرف اس لفظ عترت ہی کو امامت کی دلیل بناتے، نہ ہمارا اس پر مطلق اعتماد ہے اور نہ ہی اس باب میں مطلق اسی سے ہمارا استدلال ہے[156]۔

3- شیخ الطائفہ طوسی (460ھ):

آپ اپنی کتاب "المبسوط" میں رقم طراز ہیں:

فرض صدقہ یعنی زکوۃ نبی ﷺ اور آپ کی آل پر حرام ہے، اور آپ کی آل سے مراد **اولادِ ہاشم** ہیں، اور اولادِ ابو طالب میں سے ہاشمی، علوی، جعفری، اور عقیلی ہیں، اور عباس بن عبد المطلب، اور حارث بن عبد المطلب اور ان دونوں کی اولاد ہیں، اور کچھ ہاشمی ابو لہب کی اولاد میں سے بھی ہیں[157]۔

دوسری جگہ انھوں نے یہ لکھا ہے: **آپ ﷺ کے اہل بیت سے صرف بنو ہاشم مراد ہیں**، اور یہ ابو طالب، عباس اور ابو لہب کی اولاد ہیں، کیونکہ ہاشم کی نسل صرف انھیں میں باقی رہی، بعض مخالفین نے عبد المطلب کی اولاد اور عبد مناف کی تمام اولاد کو اس میں شامل کیا ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر اس فرقے (شیعہ) کا اجماع ہے[158]

---

[156] المسائل الجارودیہ: ص/39-41.

[157] المبسوط: 259/1.

[158] المبسوط: 302/3.

مذکورہ اقوال سے آپ نے یہ صراحت کردی کہ آلِ نبی ﷺ اور اہلِ بیت کا اطلاق تمام بنوہاشم (ہاشم کی اولاد) پر ہوتا ہے، اور یہ ابوطالب کی اولاد میں سے (علوی، عقیلی، اور جعفری) ہیں، اوران کے ساتھ عباس، حارث اور ابولہب کی اولاد بھی ان میں شامل ہیں.

4-ابن ادریس حلی(598ھ):

آپ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: (آپ ﷺ کی عترت سے آپ کی قوم اور خاندان کے خاص لوگ مراد ہیں، جیسا کہ اہل لغت میں سے ثعلب، اور ابن الاعرابی نے اس کی وضاحت کی ہے)[159]

5-یحیی بن حسن اسدی حلی ابن البطریق(600ھ):

آپ اپنی کتاب "عمدۃ عیون صحاح الاخبار" میں لکھتے ہیں: اسی معنی میں ثعلبی کی یہ تفسیر ہے جو انھوں نے ارشاد باری تعالی: ﴿مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَـٰمَىٰ وَٱلۡمَسَـٰكِينِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ﴾[160] (تو اللہ نے ان بستیوں والوں کی طرف سے جو مال بطور فئے اپنے رسول ﷺ کو دلوایا ہے وہ بس اللہ کا ہے اور رسول کا اور (آپ ﷺ کے) قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ہے) کے ضمن میں کہی ہے، انھوں نے کہا، آپ ﷺ کے رشتہ داروں (قرابت داروں) سے مراد: اولاد علی، اولاد عباس، اولاد جعفر اور اولاد عقیل ہیں، اور ان میں ان کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی دوسرا شریک نہیں ہے.

یہی قول صحیح ہے، کیونکہ یہ آلِ محمد ﷺ کے مذہب کے موافق ہے، اور اس کی دلیل خمس کی آیت کی تفسیر ہے، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمۡتُم مِّن شَيۡءٖ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ

---

(159) السرائر: 158/3.

(160) سورہ حشر: آیت/7.

وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ﴾[161] (اور جان لو کہ جو چیز بھی تمہیں بطورِ غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے، رسول کے لئے، (اور رسول کے) قرابتداروں کے لئے ہے) کیونکہ ان کے نزدیک اس مال غنیمت کے مستحق اولاد علی، اولاد عباس، اولاد جعفر، اور اولاد عقیل ہیں، اور ان میں ان کے ساتھ کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں[162] .

6- جعفر بن حسن حلی "محقق حلی" (676ھ):

آپ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

قبیلہ سے خاص عشیرۃ ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک نسب والے افراد ہوتے ہیں، البتہ عترت یہ عشیرۃ سے خاص ہے کیونکہ اس سے مراد آدمی کے خاص افراد ہوتے ہیں، یعنی جو قریبی نسب والے ہوں[163] .

7- ابن مطہر حلی (726ھ):

آپ اپنی کتاب (قواعد الاحکام) میں لکھتے ہیں:

آل سے قرابت دار، اور **عترت** سے قریبی نسب والے مراد ہوتے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ عترت سے مراد ذریت اور عشیرۃ سے مراد قرابت دار ہیں[164] .

ایک دوسری کتاب (منتہی المطلب) میں لکھتے ہیں:

---

(161) سورہ انفال: آیت/41.

(162) عمدۃ عیون صحاح الأخبار: ص/6-7.

(163) نکت النہایۃ: 126/3.

(164) قواعد الأحکام: 451/2.

ارشاد باری تعالیٰ ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ ﴾[165](صدقات تو فقراء کیلئے ہے) کے عموم سے اولاد عبدالمطلب اپنی قرابت داری اور بلند مقام کی وجہ سے باجماع خارج ہیں، ان کے علاوہ باقی اس عموم میں داخل ہیں، البتہ اولاد مطلب کو ان پر قیاس کرنا باطل ہے، کیونکہ **بنو ہاشم ہی اللہ کے نبی ﷺ کے زیادہ قریبی اور اونچے مقام والے ہیں، اور یہی آل بیت نبی ﷺ ہیں**[166].

8- محقق کرکی (940ھ):

آپ نے **ابن مطہر حلی** کی کتاب (قواعد الاحکام) کی شرح میں لکھا ہے:

ابن مطہر نے عترت کے معنی کی وضاحت میں دو قول بیان کئے ہیں: (1- عترت سے قریبی نسب والے مراد ہیں، 2- عترت سے مراد ذریت ہے) اس کی شرح میں آپ کہتے ہیں: پہلا قول **ابن ادریس** کا ہے اور دوسرا قول **ابن زہرہ** کا ہے، اور دونوں نے اہل لغت کے کلام سے استدلال کیا ہے، **لیکن اس میں پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔**

قاموس میں ہے کہ عترت سے آدمی کی نسل، اس کے افراد خاندان، اور اس کے قریبی رشتے دار مراد ہوتے ہیں[167].

9- مولیٰ محمد تقی مجلسی (1070ھ):

آپ رقمطراز ہیں:

عترت سے آدمی کی نسل، اس کا خاندان، اور اس کے قریبی افراد مراد ہوتے ہیں، اور یہی آپ ﷺ کے اہل بیت ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے آپ نے فرمایا: میں تم

---

(165) سورہ توبہ: آیت/60.

(166) منتہی المطلب: 525/1.

(167) جامع المقاصد: 69/10.

میں دو وزنی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے میری عترت یعنی میرے اہل بیت[168]۔

10-مولی محمد صالح مازندرانی (1081ھ):

آپ اصول کافی کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ العارفین، بہاء الملۃ والدین[169] نے بعض اصحاب کمال سے آل کے معنی کی وضاحت میں ایسا بہترین کلام نقل کیا ہے کہ اس کا یہاں ذکر کرنا میں مناسب سمجھتا ہوں، انھوں نے کہا ہے کہ آل نبی ﷺ سے وہ تمام مراد ہوتے ہیں جو آپ کی جانب لوٹتے ہیں، اور ان کی دو قسمیں ہیں:

(1) پہلی قسم ان افراد کی ہے جو آپ کی جانب جسمانی صورت لوٹتے ہیں، جیسے آپ کی اولاد ، اور آپ کے اقارب میں وہ حضرات جو اس صورت آپ کی جانب لوٹتے ہیں، اور یہ وہی ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

(2) دوسری قسم ان افراد کی ہے جو روحانی اور معنوی صورت آپ کی جانب لوٹتے ہیں، اور یہ آپ کی روحانی اولاد ہیں، جیسے ربانی علماء، کامل اولیاء کرام، اور حکماء جو آپ کے نقش قدم کی پیروی اور آپ کے نور سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں، چاہے یہ حضرات پہلے گزر چکے ہوں یا بعد میں آنے والے ہوں، اور یہ نسبت پہلی

---

(168) روضۃ المتقین: 462/5.

(169) اس سے شیعہ امامیہ کے ایک جلیل القدر عالم: **بہاء الدین محمد بن الحسین بن عبد الصمد حارثی العاملی** مراد ہیں.

جن کے متعلق محسن الأمین نے (أعیان الشیعۃ 146/1) میں لکھا ہے: (شیخ بہاء الدین محمد بن حسین العاملی بلند پایہ فقیہ اور محدث ہیں، اور آپ کو کئی علوم اور فنون پر درک حاصل ہے، آپ شاہ عباس صفوی کے دور میں شیخ الاسلام رہے، اس کے بعد آپ نے اس کو ترک کردیا اور تیس سال تک درویشانہ زندگی گزاری، آپ کی تالیفات میں سے (شرح الأربعین)، (الحبل المتین)، اور (الجامع العباسی) وغیرہ ہیں).

نسبت سے زیادہ اہم ہے، لیکن اگر دونوں نسبتیں یکجا ہو جائیں تو یہ نور علی نور (سونے پر سہاگا) ہے، اور یہ صورت ائمہ کرام (صلوات اللہ علیہم اجمعین) میں موجود تھی[170]۔

11-مولی محمد اسماعیل مازندرانی خواجوئی (1173ھ):

آپ نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے:

سابقہ اخبار[171] اس بات کی دلیل ہیں کہ (آلِ محمد)، (اہلِ بیت ﷺ) اور آپ ﷺ کی (ذریت) کا اطلاق ان میں سے غیر معصومین پر بھی ہوتا ہے[172]، بلکہ آل بیت کا اطلاق اہلِ بیت کے ان ظالموں پر بھی ہوتا ہے جو امام زمانہ (ع) کا اقرار نہیں کرتے[173]. ان کے آپ ﷺ کی جانب لوٹنے کے اعتبار سے وہ آپ کی آل کہلاتے ہیں، اور ولادت کی بناء آپ کی جانب نسبت سے وہ آپ ﷺ کی ذریت اور اہلِ بیت کہلاتے ہیں[174].

---

(170) شرح أصول الکافی: 2/26-27.

(171) مولی محمد اسماعیل مازندرانی نے امامیہ طرق سے ائمہ کی روایات ذکر کیں، اور اس کے بعد یہ نتیجہ پیش کیا ہے۔

(172) امامی شیعہ صرف چودہ لوگوں کے معصوم ہونے کے قائل ہیں، اور وہ یہ ہیں: نبی ﷺ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، علی بن ابو طالب، اور ان کے دو بیٹے حسن اور حسین رضی اللہ عنہم، اور حسین کی اولاد میں سے نو (9).

(173) ان کے مزعومہ امامت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے تمام اہل بیت کو ظلم سے متصف کرنا واقعی بڑی گستاخی ہے، جو کہ ظلم اور ناانصافی پر مبنی ہے، اگر دلیل کے طور پر اس قول کو نہ پیش کرنا ہوتا تو میں اس سے ضرور اعراض کرتا.

(174) رسالۃ فضل الذریۃ العلویۃ الفاطمیۃ من کتاب (الرسائل الاعتقادیۃ 1/391).

اہل بیت کا مقام و مرتبہ اور ان کی خصوصیت

قارئین کرام! اب تو آپ کے سامنے یہ واضح ہو گیا ہو گا کہ اہل بیت سے تمام بنو ہاشم اور ازواج مطہرات مراد ہیں، اب یہ یاد رکھیں کہ تمام آلِ بیت کا ایک ہی مقام نہیں ہے، بلکہ ان کے الگ الگ درجات ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، ان میں سے بعض کیلئے خاص مناقب اور فضائل کا ذکر آیا ہے، اور بعض اہلِ بیت کی عام فضیلت میں شامل ہیں، یعنی ان کی کوئی خاص فضیلت نہیں آئی ہے.

اس معنی میں آل بیت کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم ان اہل بیت کی ہے جنھیں عمومی شرف اور فضیلت حاصل ہے، اور یہ بنو ہاشم کے تمام مومنین اور ازواج مطہرات کیلئے ہے، ان کی یہ فضیلت انھیں دوسرے مسلمانوں سے ممتاز بناتی ہے، ان کے ہر فرد سے اس کے دین، تقوی اور نبی سے قرابت داری کی نسبت محبت کی جائے گی، اور ان میں جو جتنا زیادہ متقی ہو گا اور نبی ﷺ کا قریبی ہو گا اسی قدر وہ زیادہ محبت کا مستحق ہو گا.

اہل بیت کیلئے اس عمومی شرف اور فضیلت کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ انھوں نے اپنے ساتھ پیش آنے والی قریش کی ترش مزاجی، اور قطع کلامی کی رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی، رسول اللہ ﷺ یہ سن کر شدید غصہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا، اور آنکھوں کے بیچ پسینہ اتر آیا، پھر آپ نے عرض کیا: اللہ کی

قسم! اس وقت تک کسی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ کرے[175].

ابوالضحی مسلم بن صبیح کی روایت میں ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ ﷺ سے لوگوں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: وہ جب تک تم سے اللہ کی خاطر اور میری

---

(175) اس حدیث کی سند میں **(یزید بن ابی زیاد)** ہیں، جو کہ ضعیف ہیں، لیکن یہ حدیث (سنن ابن ماجہ)، اور (مستدرک حاکم) میں دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اور وہ طریق یہ ہے، ابو سبرہ نخعی سے روایت ہے، وہ محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں اور وہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر ہمارا گذر قریش کے بعض افراد سے ہوتا ہے جو آپس میں بات کر رہے ہوتے ہیں، تو ہمیں دیکھتے ہی وہ اپنی گفتگو بند کر دیتے ہیں، یہ بات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنائی تو آپ ﷺ نے عرض کیا: کیا بات ہے کہ لوگ بات کر رہے ہوتے ہیں، اور جب میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات موقوف کر دیتے ہیں، اللہ کی قسم، کسی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان سے اللہ کی خاطر اور میرے قرابت داری کی بناء محبت نہ کرے۔

امام بوصیری نے (مصباح الزجاجۃ) میں کہا: اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ محمد بن کعب کی عباس رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے: (یہ حدیث یزید بن ابی زیاد کی عبداللہ بن حارث سے معروف ہے اور وہ عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں، اور اگر اسے ابن فضیل کی روایت سے شاہد مل جائے تو ہم اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کریں گے)۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ اپنی کتاب (مجموع فتاوی 268/27) میں کہتے ہیں: (اللہ کے نبی ﷺ سے یہ حسن طرق سے مروی ہے)۔

آپ کے حسن قرار دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اگر طرق مختلف ہوں تو مرسل کو مسند روایت سے تقویت مل جاتی ہے، جیسا کہ اس روایت کا معاملہ ہے، یا آپ کی مراد یہ ہو کہ اس حدیث کا مضمون حسن طرق سے مروی ہے، جیسا کہ یہ روایت اور اُبوالضحی وغیرہ کی روایات ہیں، (واللہ أعلم بالصواب)۔

قرابت داری کی بناء محبت نہ کریں وہ بھلائی کو نہیں پہونچ سکتے، کیا سلھب[176] میری شفاعت کی امید رکھے اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہ رکھے؟![177].

اس کے علاوہ صحیح سند کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ سے یہ بھی مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم اہل بیت سے جو بغض رکھے گا، اللہ اس کو جہنم میں داخل کرے گا[178].

البتہ ان میں سے جو نبی ﷺ کے طریقے پر نہیں، ان سے ان کی ضلالت و گمراہی اور دین سے دوری کے بقدر نفرت کی جائے گی، بشرطیکہ ان کی ضلالت، کفر اور الحاد کی حد تک نہ پہونچے، یعنی ان سے اسلام اور قرابت داری کی بناء محبت کی جائے گی اور ان کی معصیت کے مطابق ان سے نفرت کی جائے گی.

---

(176) سلھب عرب کا ایک قبیلہ ہے، جس کا نسب (مراد) تک پہونچتا ہے، اور عربی زبان میں سلھب لمبے گھوڑوں اور دراز قد انسانوں کو کہا جاتا ہے.

(177) مصنف ابن أبي شيبه: 382/6- حدیث نمبر (32213)، فضائل الصحابة لامام احمد: 933/2- حدیث نمبر (1791)، یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ ابو الضحی، عباس بن عبد المطلب سے روایت نہیں کرتے ہیں، بلکہ غالب گمان یہ ہے آپ کی عباس بن عبد المطلب سے ملاقات بھی نہیں ہوئی.

طبرانی نے اس حدیث کی سند اپنی کتاب (المعجم الكبير: 433/11- حدیث نمبر 12228) میں یوں بیان کی ہے: عن أبي الضحى عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال العباس...

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس سند میں أبو الضحی اور عباس بن عبد المطلب کے درمیان ایک راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، جن کو حذف کر دیا گیا ہے. اس کی تائید خطیب بغدادی کے اس قول سے بھی ہو جاتی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب (تاریخ بغداد: 337/26) میں ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں: (والمحفوظ عن أبي الضحى عن ابن عباس) یعنی ابو الضحی کی محفوظ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے.

(178) امام حاکم نے اسے اپنی مستدرک (150/3) میں روایت کیا، اور کہا: امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے، البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا، سلسلة الأحاديث الصحيحة: 643/5، حدیث نمبر (2488).

اہل بیت کے کسی فرد کی معصیت اور تقصیر کی بناء اس کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو رشتہ داری ہے وہ ختم نہیں ہو جاتی، جیسا کہ فسق کی بناء کوئی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اسی طرح فسق کی بناء کسی قرابت دار کی قرابت داری زائل نہیں ہوتی. بلکہ کسی فرد میں کبھی ایسی چند خصلتیں ہوتی ہیں کہ ان میں بعض کی بناء اس سے محبت کی جاتی ہے، تو بعض خصلت کی بناء اس سے نفرت کی جاتی ہے[179].

فسق کے مرتکب ایک شریف (یعنی سید) کی بابت **ابن حجر ہیتمی** (974ھ) نے فتوی دیتے ہوئے کہا: کسی شریف کی نافرمانی سے اس کی نبی ﷺ کے ساتھ جو قرابت داری ہے وہ ختم نہیں ہو جاتی، جیسا کہ عاق کیا ہوا لڑکا اپنے والد کی وراثت سے محروم نہیں ہوتا[180].

للقانی (1041ھ) نے کہا: اشراف کی عزت کرنا واجب ہے، اگرچہ کہ ان کا فسق ثابت بھی ہو جائے، کیونکہ کسی درخت کی ٹہنی گرچہ وہ جھک جائے وہ اسی درخت کا حصہ ہوتی ہے[181].

ان تمام کا مطلب یہ نہیں کہ اہل بیت سے تعلق رکھنے والے افراد کیلئے معصیت کا ارتکاب جائز ہے، بلکہ ان کا تو معاملہ اور سنگین ہے کہ ان کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت داری کے شرف اور ان کے بلند مقام کی بناء ان سے معصیت کا ارتکاب اللہ کے نزدیک بہت برا ہے اور لوگوں کی نظر میں بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ قبیح ہے، کیونکہ ان کو جو حق قرابت حاصل ہے اس کا پاس ولحاظ رکھنا ان پر ضروری ہے، اور یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے.

---

(179) مجموع الفتاوی: 28/208-209.

(180) فتاوی حدیثیۃ: فتوی نمبر/128.

(181) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ص/12.

علمائے اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی گمراہ ہاشمی کو صالح اور متقی غیر ہاشمی پر فضیلت نہیں دی جائے گی، کیونکہ فضیلت کا معیار نسب نہیں، بلکہ تقوی ہے، فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[182] (ترجمہ: اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے)، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا (جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ دے اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا)[183] اگر کوئی نبی کا مخالف ہو تو اس کا نسب نہ اسے بچائے گا اور نہ ہی اسے شفاعت کا مستحق ٹھہرائے گا۔

بنو ہاشم میں جو کافر اور مرتد ہیں وہ اصلاً آلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں کہلاتے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت داری اور رشتہ داری ختم ہو گئی، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اہل بیت کو جو فضیلت حاصل ہے اس میں سے کوئی فضیلت انھیں حاصل نہیں ہو گی، اور آلِ بیت کی اصطلاح (جو کہ رب العالمین کے جانب سے شرف ہے) کافر اور مرتد کیلئے استعمال نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے ابو لہب اور اس جیسے کافر اور معاندین کیلئے یہ نہیں کہا جائیگا کہ وہ اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق رکھتا ہے، جبکہ ابو لہب تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی چچا ہے۔

بلکہ ان جیسوں سے تو دوسرے کافروں کی بنسبت اور زیادہ نفرت کی جائیگی، اور اللہ تعالی نے تو ابو لہب (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا) کے بارے میں اس کے کفر، عناد اور دشمنی کی وجہ سے آیات نازل کیں جو کہ قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔

---

(182) سورہ حجرات: آیت/13.

(183) صحیح مسلم-کتاب (الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار)-باب (فضل الاجتماع علي تلاوة القرآن)-حدیث نمبر (2699)، مستدرک الوسائل للنوری الطبرسی 363/3، حدیث نمبر (20).

اگر نسب ہی کسی کو گمراہی سے بچا سکتا تو نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بچالیتا، جب نوح علیہ السلام نے اس سے کہا ﴿ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ ﴾ [184] (کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، اور کافروں میں سے مت بنو) مگر اس نے ہدایت کے مقابلے میں غرق ہونے کو ترجیح دیا، اور اگر نسب کسی کو بچا سکتا تو آزر ہی کو بچالیتا، جب ان کے بیٹے ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا ﴿ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ۞ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴾ [185] (ترجمہ: میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں شیطان تو رحم و کرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے، ابا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں) لیکن اس نے تو نصیحت کا جواب عناد اور سرکشی سے دیا، اور کہا: ﴿ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴾ [186] (کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے. سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا، جا ایک مدت دراز تک مجھ سے الگ رہ).

ہمارا دین ایمان اور عمل صالح کی بنیاد پر قائم ہے، نسب کی کتابوں پر نہیں!.

اصحاب کساء اور ازواج مطہرات کی خصوصیت

آل بیت کی دوسری قسم میں اصحابِ کساء (علی، فاطمہ، حسن اور حسین)، بعض ازواج مطہرات، مثلاً خدیجہ، عائشہ، حفصہ، اور میمونہ رضی اللہ عنہن، اور ہر وہ ہاشمی داخل ہے جس کی بابت

---

(184) سورہ ہود: آیت/42.

(185) سورہ مریم: آیت/44-45.

(186) سورہ مریم: آیت/46.

خاص فضائل اور مناقب ذکر ہوئے ہیں، مثلا عباس، حمزہ، اور جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہ،ان کے خاص فضائل انھیں بقیہ بنو ہاشم سے ممتاز کرتے ہیں،ان کے ان فضائل میں دوسرے تو کجا، عام بنی ہاشم بھی شریک نہیں.

اصحاب کساء میں سے ہر فرد کیلیئے خاص فضیلت ثابت ہے، رہا ان تمام کی ایک ساتھ فضیلت تو وہ حدیث کساء (چادر والی حدیث) سے واضح ہوتی ہے جس میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا (یہ میرے اہل بیت ہیں، اور یہی میرے خاص اہل بیت ہیں).

اللہ کے نبی ﷺ نے اس حدیث میں ان کے خاص اہل بیت اور قریبی ہونے کی وضاحت کی ہے.

ان اصحاب کساء کی یہ فضیلت بھی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جب عبد المسیح اور اس کے ساتھ آئے نجران کے عیسائی وفد سے مباہلہ کرنا چاہا تو اپنے اہل بیت میں سے ان ہی کو اپنے ساتھ لیا تھا.

امام تقی الدین ابن تیمیہ نے کہا: علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے اہل بیت سے ہونے میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں، بلکہ یہ اتنی مشہور بات ہے کہ دلیل کی بھی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ آپ ہی نبی ﷺ کے بعد تمام اہل بیت اور بنو ہاشم میں سب سے افضل ہیں، اور اللہ کے نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنی چادر کو علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور کہا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے تمام گندگی کو دور کردے اور انھیں مکمل پاک وصاف کردے [187].

---

(187) مجموع الفتاوی: 496/4.

اور آپ نے یہ بھی کہا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما افضل ترین اہل بیت میں سے ہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی چادر کو علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور کہا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے تمام گندگی کو دور کر دے اور انھیں مکمل پاک وصاف کر دے[188].

آیتِ مباہلہ کے متعلق **تقی الدین ابن تیمیہ** کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کا ہاتھ تھاما اور مباہلہ کیلئے نکلے، یہی آپ کے خاص قریبی تھے اسی وجہ سے آپ نے انھیں اپنے ساتھ لیا، آپ نے بچوں کی جگہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا، کیونکہ اس وقت آپ کا کوئی مرد بچہ بقید حیات نہ تھا، اور آپ حسن رضی اللہ عنہ کو کہا کرتے تھے کہ یہ میرا سید بیٹا ہے، اس وجہ سے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ کے بیٹے ہوئے، اور آپ نے اپنی بچیوں میں سے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا، کیونکہ اس وقت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی کوئی لڑکی بقید حیات نہ تھی، کیونکہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد سن 9ھ میں پیش آیا، اور اسی سال آل عمران کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، اور حج کی فرضیت کا بھی اعلان ہوا، اور یہی وفود کی آمد کا سال شمار ہوتا ہے، یہ آیت حدیث کساء کی طرح ہی ان کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کمال اتصال کی دلیل ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں سے ہر ایک تمام مؤمنین سے افضل اور سب سے زیادہ علم والا ہے، کیونکہ حقیقی فضیلت تو ایمان اور تقوی میں کمال کی بنیاد پر ہے نسب کی قربت پر نہیں[189].

---

[188] منہاج السنۃ النبویۃ: 561/4.

[189] منہاج السنۃ النبویۃ: 28-27/3.

اللہ کے نبی ﷺ کی ذریت اور ازواج مطہرات کی خصوصیت درود ابراہیمی سے ثابت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے درود کے مختلف الفاظ اپنی امت کو سکھلائے ہیں، ان میں سے درود کے یہ الفاظ بھی ہیں جو کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھلائے ہیں، آپ نے ان سے کہا کہ تم درود اس طرح بھیجا کرو:

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

(اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر **اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر**، جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر، اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر **اور ان کی بیویوں اور اولاد پر**، جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بیشک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے)[190].

ازواج مطہرات کی اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں، جن میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اللہ نے انھیں تمام مومنوں کے مائیں قرار دیا ہے، یہ وہ مائیں ہیں کہ کوئی دوسرا ان سے کسی صورت نکاح نہیں کر سکتا، یہ دوسروں کیلئے ابدی طور پر حرام ہیں، اس لئے کہ یہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں نبی ﷺ کی بیویاں ہیں، اور ان کا ادب و احترام کرنا ہم پر واجب ہے۔

ان کی فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کا مقام و مرتبہ دوسری تمام مومن عورتوں سے بلند ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا﴾[191] (ترجمہ: اے نبی

---

(190) صحیح بخاری-کتاب احادیث الانبیاء-حدیث نمبر (3369).

(191) سورہ احزاب: آیت/32.

کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو).

رب نے ان کے گھروں میں تلاوتِ آیات اور حکمت کے ذریعے انھیں شرف عطا کیا ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ [192] (ترجمہ: اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو ،یقیناً اللہ تعالٰی لطف کرنے والا خبردار ہے).

اللہ رب العالمین نے رسول اللہ ﷺ،اور مسلمانوں کے نزدیک ان کے بلند مقام و مرتبہ کی وجہ سے ان کو یہ شرف عطا کیا کہ اگر وہ نیک عمل کریں تو ان کو اجر دوگنا ملے گا، اور اگر وہ کوئی برائی کریں تو گناہ بھی انھیں دوگنا ملے گا[193]، ارشاد ہے ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۞ وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا﴾ [194] (ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ تعالٰی کے نزدیک یہ بہت ہی سہل (سی بات) ہے. اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے

---

(192) سورہ احزاب: آیت/34.

(193) امام بغوی نے اپنی تفسیر "معالم التنزیل: 527/3" میں لکھا ہے (آیت ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ میں فاحشہ مبینہ سے مراد کھلی معصیت ہے، اور یہ آیت سورہ زمر کی آیت نمبر (65) کے مثل ہے ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ کے مثل ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے فاحشہ مبینہ کا ارتکاب نہیں کیا).

(194) سورہ احزاب: آیت/30-31

گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے).

ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات" میں فضیل بن مرزوق سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا: میں نے حسن بن حسنؒ کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا، جو کہ ان کی شان میں غلو کرتا تھا(افسوس ہے تم پر! ہم سے رب کی رضا کی خاطر محبت کرو، اگر ہم رب کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو، اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے نفرت کرو. تو ان سے اس شخص نے کہا: آپ تو نبی ﷺ کے قریبی ہیں اور ان کے اہل بیت میں سے ہیں. یہ سن کر آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کسی کو بغیر آپ کی اطاعت نفع پہونچاتی تو سب سے پہلے ان کو نفع پہونچاتی جو آپ سے ماں اور باپ کی جانب سے ہم سے زیادہ قریبی تھے، اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف ہے کہ ہم میں جو نافرمان ہوگا، اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا، اور یہ امید ہے کہ ہم میں جو مطیع وفرماں بردار ہوگا اسے دوگنا اجر دیا جائے گا. تُف ہے تم پر! اللہ سے ڈرو، اور ہمارے حق میں سچی بات کرو، کیونکہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اور یہی بات ہم تم سے پسند کرتے ہیں. پھر فرمایا: اگر جو بات تم ہم سے کہہ رہے ہو وہ اللہ کا دین ہے تو پھر ہمارے آباء واجداد نے ہمیں یہ بات نہ بتلا کر ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا!!(195).

امامیہ شیعہ کے نزدیک بھی اس معنی کی بہت سی روایات موجود ہیں، جنھیں یہاں بطور استدلال پیش کرنا میں مناسب سمجھتا ہوں.

شیخ طبرسی -امامی شیعہ عالم- نے اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں ابو حمزہ الثمالی سے روایت کیا، اور انھوں نے زید بن علی (ع) سے روایت کیا، آپ نے فرمایا: (مجھے یہ امید ہے کہ ہم میں جو محسن

---

(195) الطبقات الکبری 320/5، جزء محمد بن عاصم الاصبہانی ص/125، اس روایت کی سند صحیح ہے.

ہو گا اسے دو گنا اجر ملے گا، اور یہ خوف بھی ہے کہ ہم میں جو برا ہو گا اسے دو گنا عذاب ملے گا، اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی بیویوں سے وعدہ کیا ہے)[196].

امام علی بن حسین (زین العابدین) سے مروی ہے، کہ ان سے ایک شخص نے کہا: آپ تو اہل بیت میں سے ہیں اور آپ لوگوں کی تو مغفرت ہو چکی ہے، یہ سن کر آپ غصہ ہو گئے اور عرض کیا: ہم اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہمارے ساتھ وہی معاملہ ہو جو اللہ کے نبی ﷺ کی بیویوں کے ساتھ ہو گا، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے محسن کو دو گنا اجر ملے گا، اور عاصی و نافرمان کو دو گنا عذاب، پھر آپ نے ان دو آیات کی تلاوت کی[197][198].

الکافی میں جناب مجلسی کے بقول صحیح سند سے مروی ہے کہ ابن ابی نصر نے امام علی رضا (ع) سے یہ سوال کیا: کیا آپ میں اور دوسروں میں گنہگاروں کا گناہ برابر ہے؟ تو آپ (ع) نے جواب دیا: ہم میں بدکار کو دو گنا گناہ ملے گا، اور نیکوکار کو دو گنی نیکی[199].

---

(196) مجمع البیان: 153/8.

(197) مجمع البیان: 153/8.

(198) وہ دو آیات سورہ احزاب کی آیت نمبر/30-31 ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے (اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل (سی بات) ہے. اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے)

(199) الکافی: 378/1، روایت نمبر (4)، مجلسی نے اسے مرآۃ العقول: 227/4 پر صحیح قرار دیا ہے.

مذکورہ تمام روایات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے، کہ ائمہ اہل بیت، اللہ رب العالمین سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کے محسنین کو اللہ دوگنا اجر دے گا، اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان میں سے جو نافرمانی کرے گا اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا.

پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں[200]

اس موضوع کیلئے اس آیت سے زیادہ مناسب مجھے کوئی اور عنوان نظر نہیں آیا، بلکہ یہی آیت ازواج مطہرات اوران کے حقوق کے متعلق میرے دلی احساسات کی حقیقی تعبیر ہے.

جب پیغمبر ﷺ مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں، اور وہ ان کے حق میں والد کا درجہ رکھتے ہیں تو ضرور بہ ضرور پیغمبر کی بیویاں قدر و منزلت میں ان مومنوں کی مائیں ہوں گی.

ازواج مطہرات کے اس حق کو ہر مومن جانتا ہے، اگر قرآن مجید میں ازواج مطہرات کے حقوق بیان نہ بھی کئے جاتے تب بھی ایک مومن کا یہ فرض ہوتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آپ کے مقام مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے آپ کی ازواج مطہرات کی عزت کرے، اوران کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھے.

لیکن یہ بات فرقہ پسند حضرات کو نہ کبھی سمجھ آئی ہے اور نہ ہی ان سے امید ہے کہ وہ سمجھنے کی کوشش کریں گے، مگرہاں جس کے دل کو اللہ پاک وصاف کردے.

قارئین کرام! امہات المومنین کا احترام کرنااوران کی عزت کرنا ہم پر واجب ہے، اور فرقہ پسند افراد چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیں ہمارے لئے شرعی اور اخلاقی طور پر یہ جائز نہیں کہ ہم اس کو اپنے مذہبی اختلافات کا مسئلہ بنائیں.

---

[200] یہ سورہ احزاب کی آیت نمبر (6) کا ترجمہ ہے.

شیخ محمد جواد مغنیہ کی یہ بات مجھے پسند آئی جو انھوں نے ایک متعصب فرقہ پسند کا ناطقہ بند کرنے کیلئے کہی، وہ خود کہتے ہیں: مجھے تجربات سے یہ پتہ چلا ہے کہ گفتگو اسی وقت مناسب ہوتی ہے جب دونوں فریق یہ سمجھیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے غلط ہو، اور دونوں یہ عزم کریں کہ جیسے ہی حق دلائل سے ثابت ہو گا وہ ضرور اسے تسلیم کریں گے، لیکن اگر ابتداء ہی سے ان میں کا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ وہی حق پر ہے اور اس کا مدمقابل باطل پر ہے تو کسی صورت اس سے نہ گفتگو کی جائے اور نہ ہی مناظرہ کیا جائے، کیونکہ یہ وقت کا ضیاع ہے... میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: بعض مؤلفین نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں کتاب لکھی ہے، تو آپ کیوں اس کا جواب نہیں لکھتے؟، میں نے کہا: کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں، میں مسلمان ہوں، میں نے کہا: پھر تو وہ تمہاری ماں ہیں[201].

جی ہاں... ہم چاہیں یا نہ چاہیں ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں. اور جو اس کا انکار کرے وہ اپنی ذات سے ایمان کی نفی کیلئے بھی تیار رہے، کیونکہ نبی ﷺ کی پاکیزہ بیویاں تمام مومنوں کی مائیں ہیں، اور جو اس کا انکار کرے وہ خود مومن نہیں.

ازواج مطہرات کے امہات المومنین ہونے کے اعتبار سے ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے اسے علماء کرام نے بیان کیا ہے، اب یہاں علماء کرام کے چند اقوال پیش کئے جا رہے ہیں:

امام طبری (310ھ) کہتے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[202] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) کا یہ معنی ہے کہ آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے

---

[201] تجارب محمد جواد مغنیہ بقلمہ: ص/360.

[202] سورہ احزاب: آیت/6.

جیسے ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، اور آپ کی وفات کے بعد بھی کوئی مومن ان سے نکاح نہیں کر سکتا، جیسا کہ کسی کا اپنی ماں سے نکاح کبھی نہیں ہو سکتا[203]۔

امام بغوی (510ھ) اسی آیت کے متعلق کہتے ہیں: ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں، یعنی ان کا احترام کرنا واجب ہے، اور کسی کا ان سے کبھی نکاح نہیں ہو سکتا، البتہ ان کی جانب دیکھنا یا ان کے ساتھ خلوت میں ہونا یہ دونوں ہی چیزیں حرام ہیں، جیسا کہ اجنبی عورتوں کا معاملہ ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾[204] (نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو)[205]۔

حافظ ابن الجوزی (597ھ) کہتے ہیں: ارشاد باری تعالی: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[206] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) کا معنی ہے کہ ازواج مطہرات سے کسی دوسرے کا نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہے، اور ان کی عزت، اور تعظیم کرنا واجب ہے، لیکن ان پر ماں کے تمام احکام جاری نہیں ہوتے، کیونکہ اگر ماں کے تمام احکام جاری ہوتے تو کوئی ان کی بیٹیوں سے نکاح کبھی نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مسلمانوں کی وراثت کی حقدار ہوتیں، اور ان کے ساتھ خلوت جائز ہوتی[207]۔

---

(203) تفسیر الطبری: 209/20.

(204) سورہ احزاب: آیت/53.

(205) تفسیر البغوی: 507/3.

(206) سورہ احزاب: آیت/6.

(207) زاد المسیر: 182/6.

مفسر بیضاوی(685ھ) کہتے ہیں: ارشاد باری تعالی: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[208](اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) کا مطلب ہے کہ ازواج مطہرات حرمت نکاح اور استحقاق تعظیم میں ماوں کی طرح ہیں، اور ان کے علاوہ دوسرے معاملات میں بقیہ عورتوں کے احکام ان پر جاری ہوں گے...[209].

شیخ الاسلام ابن تیمیہ(728ھ) کہتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ کی خاطر آپ کی بیویوں کا احترام کرنا امت کے ہر فرد پر واجب ہے، اور اللہ رب العالمین نے حرمت نکاح اور احترام میں انھیں ماؤں کے مثل قرار دیا ہے ارشاد باری تعالی ہے ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[210](پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں)[211].

علامہ ابن جزی الکلبی(741ھ) کہتے ہیں: اللہ تعالی نے ازواج مطہرات کو حرمت نکاح اور وجوب تعظیم میں ماؤں کا درجہ عطا کیا ہے، لیکن ان کا اجنبی مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے[212].

علامہ ابوحیان غرناطی(745ھ) کہتے ہیں: ارشاد باری تعالی ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[213](اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) کا مطلب ہے کہ جس طرح ماؤں کا احترام کرنا واجب ہے

---

(208) سورہ احزاب: آیت/6.

(209) تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل: 364/4.

(210) سورہ احزاب: آیت/6.

(211) الصارم المسلول: 127/5.

(212) التسہیل لعلوم التنزیل: 133/3.

اسی طرح ازواج مطہرات کا احترام کرنا بھی واجب ہے، اس کے علاوہ حرمت نکاح میں بھی وہ ماؤں کی طرح ہیں (یعنی ان سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کسی مومن کا اپنی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے) اور بقیہ دوسرے معاملات میں وہ دوسری عورتوں کی مانند ہیں[214].

حافظ ابن کثیر (774ھ) کہتے ہیں: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[215] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) یعنی وہ حرمتِ نکاح، عزت واحترام اور توقیر میں ماؤں کی طرح ہیں، لیکن ان کے ساتھ خلوت جائز نہیں[216].

امام بدرالدین عینی (855ھ) کہتے ہیں: وجوبِ احترام اور تحریمِ نکاح میں ازواج مطہرات ماؤں کی مانند ہیں، البتہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونا یا ان کا بے پردہ غیر مردوں کے سامنے ہونا جائز نہیں اور ان کی بیٹیاں بھی دوسروں کے حق میں حرام نہیں، اور صحیح قول کے مطابق ان کی جانب نظر کرنا بھی جائز نہیں[217].

امام بقاعی (885ھ) کہتے ہیں: ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[218] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) یعنی اس سے مراد صرف مومن مرد ہیں مومن عورتیں مراد نہیں[219]، کیونکہ حرمت

---

(213) سورہ احزاب: آیت/6.

(214) تفسیر البحر المحیط: 208/7.

(215) سورہ احزاب: آیت/6.

(216) تفسیر ابن کثیر: 476/3.

(217) عمدۃ القاری: 38/1.

(218) سورہ احزاب آیت/6.

نکاح کا حکم مردوں کیلئے ہے عورتوں کیلئے نہیں، مومنوں کی ماں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ نکاح حرام ہے اور ان کی عزت کرنا واجب ہے، جیسا کہ ماں کا احترام کرنا واجب ہے اور ان سے نکاح کرنا حرام ہے، البتہ ان کے ساتھ خلوت میں ہونا یا انھیں دیکھنا جائز نہیں، کسی صورت ان کی حرمت پامال کرنا یا ان پر کیچڑ اچھالنا جائز نہیں، کیونکہ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور کسی بیٹے پر اپنے باپ کا جو حق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت پر حق ہے، اور اللہ جو حکم کردے اسے ہونا ہی ہے، کیونکہ مخلوق اسی کی ہے اور ان پر اسی کا حکم چلنا ہے، اور وہی خوب جانتا ہے کہ مخلوق کے حق میں کونسی چیز بہتر ہے اور کونسی چیز بری ہے[220].

علامہ **شنقیطی** (1393ھ) کہتے ہیں: ازواج مطہرات کے امہات المؤمنین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر ان سے نکاح کرنا حرام ہے، جیسا کہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، اور اسی طرح ان کی عزت کرنا واجب ہے جیسا کہ ماں کی عزت کرنا اولاد پر واجب ہے... (البتہ وہ ان کی حقیقی مائیں نہیں) جس کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ

(219) اہل علم کے مابین یہ اختلاف ہے کہ امہات المومنین تمام مومن مرد اور عورتوں کی مائیں ہیں یا صرف مومن مردوں کی مائیں ہیں؟ اس میں پہلا قول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ صرف مردوں کے ساتھ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں.

امام قرطبی "الجامع لاحکام القرآن: 123/14" میں لکھتے ہیں: اس آیت کو صرف مردوں کے ساتھ خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، بلکہ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ امہات المومنین تمام مردوں اور عوتوں کی مائیں ہیں، کیونکہ ان کی تعظیم کرنا دونوں پر واجب ہے، جس پر اسی آیت کا آغاز دلالت کرتا ہے، ارشاد ہے: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں) اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں، اور ساتھ ہی ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اس پر دال ہے، تو اس کے بعد کے قول ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) میں بھی دونوں شامل ہوں گے.

(220) نظم الدرر: 75/6.

حِجَابٍ﴾ [221] (نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو) کیونکہ کوئی شخص اپنی حقیقی ماں سے پردے کے پیچھے سے نہیں مانگتا، اور اللہ تعالی کا یہ ارشاد بھی ہے ﴿إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ﴾ [222] (ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے) اور یہ بات تو سب کو پتہ ہے تمام مومنین امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے بطن سے تولد نہیں ہوئے [223].

---

(221) سورہ احزاب: آیت/53.

(222) سورہ مجادلہ: آیت/2.

(223) اضواء البیان: 232/6.

انصاف پسند شیعہ اقوال

ان تمام غلو آمیز روایات جن سے کہ بعض فرقہ پسند افراد کی کتابیں بھری پڑی ہیں، یا ان افراد کی جانب سے امہات المومنین کی عزت وناموس پر حملہ کرنے والے[224]، یا ان پر لعنت کرنے والے[225]، یا ان پر کیچڑ اچھالنے والے[226] اقوال کے باوجود امہات المومنین کے حق میں ان ہی

---

(224) فرقہ پسند عالم سبیط نیلی اپنی کتاب (الشہاب الثاقب ص/276) میں—نعوذ باللہ- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ کہتا ہے (میں علم نفسیات کے ماہرین کی توجہ اس جانب مبذول کرتا ہوں کہ وہ عائشہ کے سلوک کی روشنی میں جنسی محرومی کے اثرات پر ایک خاص بحث تیار کریں!). (نقل کفر، کفر نباشد)

(225) جیسا کہ فرقہ پسند محمد نبی توسیر کانی اپنی کتاب "لآلی الاخبار 92/4" میں امہات المومنین عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہتا ہے: یہ یاد رکھو کہ ان پر لعنت بھیجنے کا سب سے بہترین مقام، بہترین وقت اور بہترین حالت یہ ہے کہ جب تم بیت الخلاء میں رہو تو اپنے پیشاب، پائخانے، اور استنجاء سے فارغ ہونے کے وقت مکمل اطمینان اور سکون قلب کے ساتھ یہ کہو:...اے اللہ تو عائشہ، حفصہ، ھند، اور ام الحکم پر لعنت بھیج، اور ان لوگوں پر قیامت تک لعنت بھیج جو کہ ان کے افعال سے راضی ہوں!!!!). (نقل کفر، کفر نباشد)

(226) اس قبیل کی وہ روایت ہے جو کہ فرقہ پسند شرف الدین حسینی استر ابادی نے امام جعفر صادق کی جانب منسوب کی ہے کہ آپ نے ارشاد باری تعالی ﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا﴾ (سورہ عنکبوت: آیت/41) (جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے) کے متعلق یہ فرمایا کہ اس سے مراد حمیراء ہے (حمیراء سے مراد عائشہ ہیں).

پھر استر ابادی نے اس پر یوں تعلیق لکھی (عائشہ کو مکڑی سے تعبیر کیا گیا، اور اس تاویل کا معنی یہ ہے کہ جس طرح مکڑی کا گھر سب گھروں سے کمزور ہوتا ہے کہ وہ نہ کسی کو فائدہ پہونچا سکتا ہے اور نہ کسی سے نقصان کو دور کر سکتا ہے، اسی طرح حمیراء بھی ہے، کہ اس کی عقل اور اسکا دین اتنا کمزور اور ضعیف ہے کہ اپنے کمزور اور کج دماغ سے اس نے اپنے ہی مولی سے دشمنی مول لی، جس کی وجہ سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں خراب ہوگئے، اور جس نے اس کے اس گھر بنانے میں اس مدد کی اس نے رب کی نافرمانی کی، اور شیطان کا کہا مانا، جس کی بناء وہ اسے اور اس کے تمام ساتھیوں کو جہنم میں ڈالے گا، یہی ظالموں کا بدلہ ہے، اور تمام تعریف رب العالمین کیلئے ہے)!!! (تاویل الآیات الظاہرۃ: ص/422).

کی کتابوں میں کئی منصف شیعی روایات اور انصاف پسند شیعہ اقوال موجود ہیں جن کا عام ہونا ضروری ہے تاکہ امت مسلمہ کے اتحاد کی راہ ہموار ہو سکے.

مگر افسوس کہ ان روایات اور اقوال کا نہ کچھ اہتمام کیا گیا، نہ انھیں کوئی اہمیت دی گئی، اور نہ ہی اسے دین سمجھا گیا، اور کاش اگر اس کا کچھ اہتمام ہوتا تو عوام کی جو آج حالت ہے وہ حالت نہ ہوتی.

اور اس وقت بڑا رنج و غم ہوتا ہے اور دلی تکلیف ہوتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ پڑھے لکھے اور مہذب کہلانے والے امامی شیعہ حضرات کے نزدیک ان انصاف پسند اقوال اور روایات کو وہ مقبولیت حاصل نہیں جو مقبولیت ان کے نزدیک فرقہ پسند اقوال اور معاندانہ عقائد کو حاصل ہے.

یہاں تک کہ اب شیعہ عوام یہ سمجھنے لگی ہے کہ امہات المومنین سے محبت کرنا اور ان کی عزت کرنا صرف اہل سنت والجماعت کا حق ہے، اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ ائمہ اہل بیت سے محبت اور ان کی عزت صرف شیعہ ہی کرتے ہیں.

ان نت نئے طریقوں سے جن کا ذکر ایک مسلمان کسی اہل کتاب کے سامنے کرنے سے شرماتا ہے کہ کہیں وہ اسلام، نبی اسلام اور مسلمانوں کا مذاق نہ اڑانے لگیں، فرقہ پرست افراد نے دونوں گروہ کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی ہیں.

لیکن ہمیں یقین ہے کہ حق کی صدا ہی پورے عالم میں گونجے گی اور بیمار دل اس سے تکلیف محسوس کریں گے.

محترم قارئین کرام اب آپ کے سامنے یہ اقوال من وعن پیش ہیں:

مذکورہ روایت کو دسویں صدی ہجری تک کسی بھی امامی عالم نے روایت نہیں کیا تھا، اور جب دسویں صدی ہجری میں استرابادی (965ھ) نے یہ روایت گھڑی اور اسے اپنی کتاب میں ذکر کیا تو فرقہ پسند حضرات بہت خوش ہو گئے اور اس روایت کو عام کرنے لگے.

زین الدین عاملی شہید ثانی (965ھ) کہتے ہیں: جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب یہ بھی جان لیں کہ آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح نہ کرنے کی حرمت ان دلائل کی بناء ہے جو ہم نے قرآن سے ذکر کی ہیں، ارشاد باری تعالی ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[227] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) میں ان کے امہات المومنین کہلانے کی بناء یہ حرمت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ حرمت آپ ﷺ کے والد کہلانے کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ بیان حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہے اور یہ ان سے نکاح کے حرام ہونے اور ان کا احترام واجب ہونے سے کنایہ ہے[228].

شیخ بہاء الدین اصفہانی ملقب فاضل ہندی (1137ھ) کہتے ہیں: آپ ﷺ کو اللہ نے اس عزت سے بھی نوازا کہ آپ کی بیویوں کو امہات المومنین قرار دیا، جس کا معنی ہے کہ ان کا کسی دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا اور ان کا احترام ضروری ہے[229].

یوسف بحرانی (1186ھ) کہتے ہیں: یہ جان لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سے نکاح کی حرمت قرآن میں صراحت کے ساتھ منع کرنے کی وجہ سے ہے، ارشاد باری ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[230] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) میں ان کے امہات المومنین کہلانے کی بناء یہ حرمت نہیں

---

(227) سورہ احزاب: آیت/6.

(228) مسالک الافہام: 7/81.

(229) کشف اللثام: 2/11.

(230) سورہ احزاب: آیت/6.

ہے، اور نہ ہی یہ حرمت آپ ﷺ کے والد کہلانے کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ بیان حقیقتاً نہیں بلکہ مجازاً ہے اور یہ ان سے نکاح کے حرام ہونے اور ان کا احترام واجب ہونے سے کنایہ ہے[231].

فقیہ محمد بحر العلوم (1326ھ) کہتے ہیں: ماں تین معنوں میں بولا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں: نسبی ماں، رضاعی ماں، اور تعظیمی ماں (یعنی جنھیں تعظیماً ماں کہا جاتا ہے) اور یہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں اور وہ تمام مومنوں کی مائیں ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[232] (پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں) ساتھ ہی وہ نسبی ماں کے ساتھ حرمت نکاح میں شریک ہیں (یعنی جس طرح نسبی ماں سے نکاح حرام ہے اسی طرح ان سے بھی نکاح حرام ہے) اور یہ حرمت نصِ قرآنی کی وجہ سے ہے ان کے ماں کہلانے کی وجہ سے نہیں ہے[233].

مفسر طباطبائی (1412ھ) کہتے ہیں: ارشاد باری تعالی ﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾[234] (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) ایک شرعی حکم ہے، یعنی یہ مومنوں کے حق میں ان کی ماوں کے مانند ہیں، کہ ان کی تعظیم کرنا واجب ہے اور نبی ﷺ کے بعد ان سے نکاح کرنا حرام ہے[235].

---

(231) الحدائق الناضرۃ: 105/23.

(232) سورہ احزاب: آیت/6.

(233) بلغۃ الفقیہ: 3/206-207.

(234) سورہ احزاب: آیت/6.

(235) تفسیر المیزان: 277/16.

شیعہ مرجع ناصر مکارم شیرازی کہتے ہیں: اگرچہ کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں جسمانی مائیں نہیں، لیکن نبی ﷺ کے مقام و مرتبے اور احترام کے لحاظ سے وہ روحانی مائیں کہلاتی ہیں، اور ان کا ماں کی طرح احترام کرنا واجب ہے[236].

(236) الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل: 171/13.

محبتِ اہلِ بیت... تقاضے اور علامتیں

علمائے کرام نے اہل بیت کے اونچے اور بلند مقام و مرتبے کا ہمیشہ خیال رکھا ہے اور ان کے مقام و مرتبے کی ہمیشہ وضاحت بھی کی ہے، ساتھ ہی ان پر اللہ کی جانب سے ہوئے خاص فضل کو بیان کرنے کا کافی اہتمام کیا ہے، ان کے اس اہتمام کی کئی صورتیں ہیں، جن میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں:

1-ان کے فضائل، مناقب اور شرعی حقوق بیان کرنے کا اہتمام کرنا

وہ احادیث جو اہل بیت کے فضائل میں آئی ہوئی ہیں، حدیث کی سب سے صحیح کتاب بخاری سے لے کر ان تمام کتابوں میں موجود ہیں جن میں سند کی صحت کا کچھ کم ہی اہتمام کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، اور جامع ترمذی وغیرہ کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ان کتابوں میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت فاطمہ، حضرت عباس، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل بیت کے فضائل کا بیان موجود ہے، اور یہ تو علمائے کرام کی ان مصنفات کے علاوہ ہیں جو صرف اہل بیت کی فضیلت کے بیان میں لکھی گئی ہیں[237]، مثلاً امام احمد بن حنبل (241ھ) کی کتاب "فضائل الحسن والحسین"[238]، امام نسائی (303ھ) کی کتاب "خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب"، محب الطبری (694ھ) کی کتاب "ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی"، حافظ سخاوی (902ھ) کی کتاب "استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ﷺ وذوی الشرف"، جلال الدین

---

(237) اس موضوع پر میری ایک کتاب بعنوان (در اصداف فیما صنفہ علماء اہل السنۃ فی السادۃ الاشراف) ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اسے جلد زیور طبع سے آراستہ کرے۔

(238) تقی الدین ابن تیمیہ نے "منہاج السنہ 125/4" میں ان کی جانب اس کی نسبت کی ہے۔

سیوطی(911ھ) کی کتاب "احیاء المیت فی فضائل اہل البیت"، نور الدین شریف سمہودی(911ھ) کی کتاب "جواہر العقدین فی فضل الشرفین" اور "الجواہر الشفاف فی فضائل الاشراف" اور شوکانی(1250ھ) کی کتاب "درالسحاب فی مناقب القرابہ والصحابہ" وغیرہ، اس کے علاوہ اور بہت ساری کتابیں ان کے فضائل کے بیان میں تحریر کی گئی ہیں.

امام سخاوی کہتے ہیں: اگر صحیح اور ضعیف کی تمیز کے ساتھ ان کے فضائل ذکر کئے جائیں تو بھی کئی جلدیں بن جائیں، ائمہ کرام نے ان اونچی شان والے علی، عباس، اور سبطین (حسن، حسین رضی اللہ عنہم) کے فضائل کے بیان میں کئی کتابیں لکھی ہیں، ساتھ ہی فاطمہ زہراء علیہا السلام کے فضائل پر بھی الگ سے کتابیں تحریر کی گئی ہیں[239].

2-درود ابراہیمی میں آل بیت پر درود بھیجنا

تمام مسلمان آل بیت کے مقام مرتبے اور ان کے فضائل کو جانتے ہوئے اپنی نماز کے تشہد میں ان پر درود بھیجتے ہیں.

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: ایک مرتبہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا، کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچادوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، میں نے عرض کیا جی ہاں، مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمایئے، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ سے ہم نے پوچھا تھا یارسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالی نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھادیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

---

(239) استجلاب ارتقاء الغرف: 225/1.

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

" اے اللہ ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہ السلام پر، بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے، اے اللہ ! برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر، بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے [240].

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو:

(اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)

" اے اللہ ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد، پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر، اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر، جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بیشک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے [241].

[240] صحیح بخاری حدیث نمبر (3370)، صحیح مسلم حدیث نمبر (406).

[241] صحیح بخاری حدیث نمبر (3369)، صحیح مسلم حدیث نمبر (407).

امام شافعی نے اس ضمن میں چند اشعار کہے ہیں، جن کا معنی یہ ہے:

اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت، تم سے محبت کرنا تو رب نے فرض قرار دیا ہے، اور اس کا ذکر اس نے قرآن میں بھی کیا ہے، تمہارے اونچے مقام و مرتبے کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ جو نماز میں تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی نہ ہو[242]۔

علامہ بکری (1302ھ) ان اشعار پر تعلیق لکھتے ہوئے کہتے ہیں: آپ کا یہ کہنا کہ (اس کی نماز نہیں ہوتی) اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک معنی ان کے قدیم قول کے مطابق کہ اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، کیونکہ قدیم قول کے مطابق آل بیت پر نماز میں درود بھیجنا ان کے نزدیک واجب ہے، اور دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی نماز کامل نماز نہیں ہوتی، اور یہ معنی ان کے دوسرے اور مشہور قول کے مطابق ہے[243]۔

اکثر کتابوں میں ان دونوں اشعار کی نسبت امام محمد بن ادریس شافعی کی جانب کی جاتی ہے، جبکہ مجد شیرازی نے ان اشعار کی نسبت محمد بن یوسف شافعی کی جانب کی ہے، واللہ اعلم بالصواب[244]۔

3- اہل بیت سے محبت کے وجوب اور ان کے حقوق کی معرفت کی صراحت کرنا

اہل بیت نبی ﷺ کے متعلق لوگوں کی تین قسمیں ہیں: ایک ان کے حق میں افراط سے کام لینے والوں کی قسم ہے، تو دوسری قسم ان کے حق میں تفریط اور کمی کرنے والوں کی ہے، اور

[242] اعانۃ الطالبین از بکری دمیاطی: 1/200۔

[243] اعانۃ الطالبین از بکری دمیاطی: 1/200۔

[244] القول البدیع از سخاوی: ص/125، شرح احقاق الحق از مرعشی: 24/260۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ان کے حق میں راہِ اعتدال اختیار کرنے والے ہیں. جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پہلی قسم:- اہل بیت کے حقوق کو تلف کرنے والے، یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت کے شرعی حقوق کو نہیں جانتے ہیں اور نہ ہی اسے ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی ان کے خلاف دشمنی کا رویہ اختیار کرتے ہیں.

دوسری قسم:- اہل بیت کی محبت میں غلو کرنے والے، اور اس محبت میں شرعی حدود کو پامال کرنے والے افراد کی ہے.

تیسری قسم:- یہ وہ لوگ ہیں جو انصاف کا دامن تھامتے ہیں، اور راہ اعتدال اپناتے ہیں، نہ اہل بیت کی محبت میں غلو کرتے ہوئے شرعی حدود سے تجاوز کرتے ہیں، اور نہ ہی ان کے حقوق تلف کرتے ہیں.

علامہ محمد صدیق حسن خان(1308ھ) فرماتے ہیں: اہل بیت سے محبت کرنا امت کے ہر فرد پر لازم ہے، جو ان کی محبت سے محروم ہے وہ خیر کثیر سے محروم ہے، لیکن ان کی محبت میں افراط اور تفریط دونوں سے بچنا بھی ضروری ہے، کیونکہ بعض لوگ ان کی شان میں غلو کئے اور ہلاک ہوئے تو بعض نے ان کی حق تلفی کی، اور تفریط کی راہ اپنائی اور بالآخر وہ بھی ہلاک ہوئے، لہٰذا حق، افراط اور تفریط، غلو اور خلو کے درمیان ہے[245].

---

(245) الدین الخالص: 482/3.

علامہ محمود شکری آلوسی (1342ھ) اس کے متعلق یوں فرماتے ہیں: آل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق اکثر لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں، جبکہ ان دونوں (افراط و تفریط) کے درمیان جو راہ اعتدال ہے وہی صراط مستقیم ہے، اللہ ہمیں اسی راہ پر ثابت قدم رکھے[246].

اور ہر دور میں ربانی علمائے کرام نے اپنی زبان سے اور اپنے کردار سے اس میانہ روی کی تصویر ہمارے سامنے پیش کی ہے.

امام احمد بن حنبل (241ھ) کے متعلق ان کے بیٹے امام عبداللہ یوں فرماتے ہیں: میں نے میرے والد محترم کو دیکھا ہے کہ جب کبھی قریش یا اشراف (یعنی سید گھرانے کے افراد) کا کوئی فرد حاضر ہوتا، چاہے وہ بچہ ہو یا عمر رسیدہ، آپ اس کے احترام میں اس وقت تک مسجد سے نہ نکلتے جب تک وہ نہ نکل جائے، لہٰذا سید گھرانے کا وہ فرد پہلے نکلتا، اور آپ اس کے بعد مسجد سے نکلتے[247].

اور یہی وجہ ہے کہ جب امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند لکھی تو آل بیت کے مقام و مرتبہ کا خیال رکھا، اور عشرہ مبشرہ کی احادیث ذکر کرنے کے بعد آلِ بیت کی احادیث کے ذکر ہی سے اپنی مسند کا آغاز کیا.

خلیفہ معتصم کے جلادوں کے ہاتھوں مارے جانے پر امام احمد بن حنبل کے جسم کا جو گوشت مردہ ہو گیا تھا اسے نکالنے کیلئے جب ڈاکٹر حاضر ہوا، اور گوشت نکالنا شروع کیا تو شدید درد کے عالم میں آپ نے سر کو تھامتے ہوئے کہا: (اے اللہ! تو معتصم کو معاف کر دے) اور یہ الفاظ آپ نے بار بار دہرائے، یہاں تک کہ ڈاکٹر آپریشن سے فارغ ہوا اور تعجب کے ساتھ آپ سے یہ دریافت کیا: جب

---

[246] تفسیر روح المعانی: 32/25.

[247] الجامع از خطیب: 345/1.

لوگ کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو ظالم کے حق میں بد دعا کرتے ہیں، لیکن کیا بات ہے کہ آپ نے معتصم کے حق میں بد دعا کرنے کے بجائے دعا کی؟! اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا: میں نے اس کے متعلق بہت غور وفکر کیا اور سوچا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد میں سے ہے، اور مجھے یہ بات ناگوار گذری کہ میں قیامت کے دن اس حال میں آؤں کہ میرے اور آپ ﷺ کے کسی قرابتدار کے درمیان دشمنی ہو، لہٰذا میں نے اسے اپنی جانب سے معاف کر دیا[248].

اور جب امام احمد بن حنبل مرض الموت میں مبتلا ہوئے، اور آپ کی عیادت کی خاطر آنے والوں کا تانتا بندھ گیا تو آپ نے بہت سارے لوگوں ، حکمرانوں اور وزراء کو تک عیادت کی اجازت نہ دی، لیکن بنو ہاشم کے کسی فرد کو آپ نے نہیں روکا، بلکہ تمام کو اندر آنے کی اجازت دی، اور جب وہ آپ کے پاس آئے تو وہ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے، اور آپ کی حالت کو دیکھ کر زار و قطار رونے لگے[249].

امام ابو جعفر طحاوی (321ھ) عقیدے کی اپنی مشہور کتاب میں رقمطراز ہیں: جو اصحاب رسول ﷺ، اور ازواج مطہرات کے متعلق اپنی زبان صاف رکھے، اور آپ ﷺ کی ذریت کے متعلق بھی اپنی زبان صاف رکھے وہ شخص نفاق سے بَری ہے[250].

امام حسن بربہاری (329ھ) کہتے ہیں: بنو ہاشم کی نبی ﷺ سے جو قرابت ہے اس کی فضیلت کو پہچانو، اور قریش، عرب اور تمام قبائل کے فضائل کو بھی جانو اور ان کے شرعی حقوق

---

(248) روضۃ العقلاء از ابن حبان: ص/165.

(249) مناقب الامام احمد از ابن جوزی: ص/543، سیر أعلام النبلاء: 336/11.

(250) متن العقیدۃ الطحاویۃ۔ فقرہ (96).

سے آگاہی حاصل کرو، اور یہ یاد رکھو کہ کسی بھی قوم کا غلام اسی قوم کا ایک فرد ہوتا ہے، ساتھ ہی تمام لوگوں کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھو، خاص طور سے انصار کے مقام ومرتبے کا لحاظ رکھو، اور انصار اور آلِ بیت کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ کی وصیت کو یاد رکھو، اور ان کے مقام ومرتبے کا بھی خیال رکھو۔[251]

امام ابو بکر آجری (360ھ) نے آل بیت اور صحابہ کی شان میں بڑے ہی انمول کلمات کہے ہیں، میں ان کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، آپ نے کہا:

ہر مومن مرد اور عورت پر واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت جو کہ بنو ہاشم ہیں ان سے محبت کرے، یعنی علی بن ابو طالب، ان کی اولاد اور ان کی ذریت، فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، ان کی اولاد اور ان کی ذریت، حسن اور حسین، ان کی اولاد اور ان کی ذریت، جعفر الطیار، ان کی اولاد اور ان کی ذریت، حمزہ اور ان کی اولاد[252] اور عباس اور ان کی اولاد اور ان کی ذریت، یہ اللہ کے نبی ﷺ کے اہل بیت ہیں، ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان سے محبت کرے، ان کی عزت کرے، ان کیلئے دعا کرے، اب جو ان کی اولاد اور ان کی ذریت میں اچھے اخلاق کا حامل ہے وہ اپنے اچھے اسلاف اور نیک لوگوں کے طریقے پر کاربند ہے، اور جو ان میں اچھے اخلاق کا حامل نہ ہو، اس کیلئے اصلاح اور سلامتی کی دعا کی جائے گی، اور اہل خرد اور اہل ادب حضرات ان سے اچھے طور سے پیش آئیں گے اور

---

(251) شرح السنۃ: ص/98-99، تحقیق الرادی.

(252) سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے تین مرد بیٹے تھے، ان میں سے ایک کا نام (عمارہ) اور دوسرے کا نام (یعلی) تھا، اور ان دونوں بیٹوں سے حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت منقول ہے، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت دونوں چند سال کے تھے، لیکن دونوں سے کوئی روایت مروی نہیں.

تفصیل کیلئے دیکھیں: الاستیعاب از ابن عبد البر: 353/1، الاصابۃ از ابن حجر عسقلانی: 580/4.

ان سے کہیں گے: ہمیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ ہم تم کو ان اخلاق کا حامل دیکھیں جن اخلاق کو تمہارے اسلاف ناپسند کیا کرتے تھے، اور تم سے ہماری محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ ہم تم سے انھیں اخلاق کی توقع کرتے ہیں جو تمہارے اسلاف کے بلند اور کریمانہ اخلاق تھے، یعنی بلند اور کریمانہ اخلاق، اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے[253].

آگے کہتے ہیں (اگر کوئی یہ سوال کرے: آپ کی اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے جو ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے تو محبت کرے، لیکن علی بن ابی طالب، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے، اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر رضامند نہ ہو؟ کیا اس کی ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت کچھ فائدہ پہونچائے گی؟

تو اس شخص سے یہ کہا جائے گا، اللہ کی پناہ! یہ تو کسی مومن کی علامت نہیں بلکہ منافق کی صفت ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: (تم سے مومن ہی محبت کرے گا، اور منافق ہی تم سے نفرت کرے گا)[254]. نیز فرمایا: (جو علی کو تکلیف دے حقیقت میں اس نے مجھے تکلیف دی)[255]. اس کے علاوہ آپ ﷺ نے آپ کیلئے خلافت، اور شہادت کی گواہی دی، اور ساتھ ہی آپ کیلئے جنت کی خوشخبری بھی سنائی، اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں، اور علی بھی ان دونوں سے محبت کرتے ہیں، اور آپ ﷺ نے علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے بہت سے فضائل بیان کئے ہیں، جن کا ہم

---

(253) کتاب الشریعۃ: ص/832-833.

(254) صحیح مسلم-حدیث نمبر (78)، جامع ترمذی—حدیث نمبر (3736).

(255) مسند احمد-حدیث نمبر (15960)، ابن حبان 365/15، اور یہ حدیث اس کے تمام طرق کی روشنی میں صحیح ہے، دیکھیں: (سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ-حدیث نمبر (2295)).

نے پیچھے ذکر کیا ہے، ان تمام دلائل کے باوجود اگر کوئی ان سے محبت نہ کرے تو اس پر دونوں جہاں میں اللہ کی لعنت ہو گی، اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی اس سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے، اور اسی کے برعکس اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت ہی سے صرف محبت کرتا ہے اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا، اور نہ ہی ان سے محبت کرتا ہے، بلکہ ان سے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے، اور ان پر طعن و تشنیع کرتا ہے، تو ہم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ حضرات علی، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اس سے بَری ہیں، ان سے محبت اسے کچھ فائدہ نہیں دے گی، جب تک کہ وہ ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود ان کے محاسن بیان کئے ہیں اور ان سے محبت نہ کرنے والے سے اپنی براءت کا اعلان کیا ہے، اللہ ان سے اور ان کی اولاد سے راضی ہو جائے، اور یہی ایک عقلمند مسلمان کا طریقہ ہے[256].

امام عبداللہ بن محمد اندلسی قحطانی (387ھ) اپنے نونیہ اشعار میں کہتے ہیں:

واحفظ لآل البيت واجب حقهم واعرف عليا أيما عرفان

لاتنتقصه ولا تزد في قدره فعليه تصلى النار طائفتان

إحداهما لا ترتضيه خليفة وتنصه الأخرى إلهاً ثان

---

(256) کتاب الشریعۃ از آجری: ص/811.

(آل بیت کے واجب حقوق کا لحاظ رکھو، اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بھی حقیقت کو جانو، نہ ان کی قدر و منزلت کو گھٹاؤ، اور نہ ہی اس میں مبالغہ سے کام لو، کیونکہ آپ کے متعلق دو گروہ جہنم میں داخل ہوں گے، ایک گروہ وہ ہوگا جو آپ کو خلیفہ تسلیم نہیں کرتا، اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جو آپ کو رب مانتا ہے).

عبدالقاہر بغدادی (429ھ) اہل بیت کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات سے محبت کی جائے، اور جو ان تمام ازواج مطہرات یا ان میں سے کسی کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ کافر ہے، اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حسن، حسین اور رسول اللہ ﷺ کی آل سے محبت کی جائے گی، جیسے حسن بن حسن، عبداللہ بن حسن، علی بن حسین زین العابدین، محمد بن علی بن حسین باقر، اور یہ وہی ہیں (ان ہی کو جابر بن عبداللہ انصاری نے اللہ کے نبی ﷺ کا سلام پہونچایا)[257] جعفر بن محمد الصادق، موسی بن جعفر، اور علی بن موسی رضا وغیرہ اور اہل سنت کا یہی عقیدہ علی رضی اللہ عنہ کی ان تمام اولاد کے حق میں ہے جو اپنے نیک اسلاف کے طریقے پر قائم ہیں، جیسے عباس، عمر، اور محمد بن حنفیہ وغیرہ، البتہ ان میں جو اعتزال اور رفض کی راہ اختیار کئے، یا اہل

(257) اس سے اشارہ اس حدیث کی جانب ہے جو امام طبرانی نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کے حوالے سے ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں: میرے پاس جابر بن عبداللہ آئے، اور اس وقت میں مکتب میں تھا، آپ نے مجھ سے کہا: اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھاؤ، میں نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو آپ نے میرے پیٹ کا بوسہ دیا اور کہا: اللہ کے نبی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم تک آپ کا سلام پہونچاؤں.

امام ہیثمی نے (مجمع الزوائد 22/10) میں لکھا ہے: اس حدیث کو طبرانی نے اپنی کتاب (الاوسط) میں روایت کیا ہے، اور اس حدیث میں ایک راوی **مفضل بن صالح** ہے جو ضعیف ہے.

بیت سے ہوتے ہوئے خود اہل بیت سے عداوت رکھے، ان سے اہل سنت والجماعت محبت نہیں کرتے، اور نہ ہی ان کو کوئی عزت وشرف ہی حاصل ہوگا[258].

ابن قدامہ مقدسی (620ھ) کہتے ہیں: یہ سنت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے محبت کی جائے اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا جائے، وہ ازواج مطہرات جو تمام مؤمنوں کی مائیں ہیں، اور ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہیں، جن میں سب سے افضل خدیجہ بن خویلد، اور عائشہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہا ہیں، جن کی براءت کا اعلان اللہ نے اپنی کتاب میں کیا، جو اللہ کے نبی ﷺ کی دونوں جہانوں کی زوجہ محترمہ ہیں، اب اگر کوئی ان پر وہ الزام لگائے جس سے اللہ نے ان کو بَری کر دیا تو وہ اللہ کا منکر ہے[259].

عزبن عبدالسلام (660ھ) سے اس جماعت کی بابت سوال کیا گیا جو غلو کا شکار ہے اور کہتی ہے کہ صرف علی رضی اللہ عنہ سے محبت کافی ہے کیونکہ اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا: حبِ علی رضی اللہ عنہ ایمان کا تقاضہ ہے، جو آپ سے محبت کرے اور اپنے رب کی اطاعت کرے، اسے آپ سے محبت، اور اپنے رب کی اطاعت کا ثواب ضرور ملے گا، اور وہ اللہ کے نزدیک نیک اور سعادت مندوں میں سے ہوگا، لیکن جو آپ سے محبت کرے، اور رب کی نافرمانی کرے، اس کی محبت دھری کی دھری رہ جائے گی، اور اس پر اپنے رب کی نافرمانی کا وبال بھی اترے گا اور وہ رب کی نظر میں شقی اور بدبخت ہوگا[260].

---

(258) الفرق بین الفرق: ص/353-354.

(259) لمعۃ الاعتقاد: ص/178.

(260) فتاوی شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام: ص/476.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (728ھ) اہل بیت سے اہل سنت والجماعت کی محبت کے بیان میں لکھتے ہیں:

اہل سنت والجماعت اہلِ بیتِ رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں، ان کو دوست رکھتے ہیں، اور ان کے حق میں اللہ کے نبی ﷺ کی وصیت کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے غدیر خم کے دن اہل بیت کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرمایا: (میں میرے اہل بیت کے حق میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں)، اور جب آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب نے بعض قریشی افراد کی جانب سے بنو ہاشم کے ساتھ جفا کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اللہ کی قسم! وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ تم سے اللہ کی خاطر اور میری قرابت داری کی بناء محبت نہ کریں)، اور آپ نے یہ بھی کہا:) اللہ نے اولاد اسماعیل کو چنا، اور اولاد اسماعیل میں بنو کنانہ کو چنا، بنو کنانہ میں قریش کو منتخب کیا، اور قبیلۂ قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا، اور قبیلۂ بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، میں تم میں شخصیت اور نسب کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں)[261].

حافظ ابن کثیر (774ھ) کہتے ہیں: اہل بیت کے متعلق جو آپ کی وصیتیں ہیں ہم نہ اس کا انکار کرتے ہیں، اور نہ آپ کے ان احکامات کا انکار کرتے ہیں جو آپ نے ان کے ساتھ احسان کرنے، ان کا احترام اور اکرام کرنے کی بابت بیان کی ہیں، اور یہی اس پاک گھرانے سے تعلق رکھنے والے ہیں جو روئے زمین پر فخر، اور حسب و نسب کے اعتبار سے سب سے افضل گھرانا ہے، خاص طور سے اس وقت جب کہ یہ صریح اور صحیح سنت نبوی کے پیروکار ہوں، جیسا کہ ان کے اسلاف تھے، جیسے عباس اور ان کے بیٹے، اور علی رضی اللہ عنہ اور ان کی ذریت[262].

---

(261) العقیدۃ الواسطیۃ: ص/195.

(262) تفسیر ابن کثیر: 4/122.

امام ابن الوزیر (840ھ) کہتے ہیں: متواتر نصوص ان سے محبت اور موالات کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں... اہل بیت رسول ﷺ کے متعلق خاص طور سے اللہ کا یہ فرمان ہے ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾[263] (اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اہلِ بیتِ نبی ﷺ سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے)۔

اور آگے کہتے ہیں: ان سے محبت کرنا، ان کی تعظیم کرنا، ان کا احترام کرنا، اور ان کے فضائل کا اعتراف کرنا واجب ہے، یہی آیات مباہلہ، مودّت اور تطہیر کے حقدار ہیں، اور یہی کثیر مناقب اور فضائل کے حامل ہیں[264].

شیخ محمد بن عبدالوہاب تمیمی (1206ھ) نے جب اپنے کسی ساتھی کے متعلق یہ سنا کہ اس نے اہل بیت کے کسی فرد کے ہرے رنگ کے عمامہ پہننے اور ان کے ہاتھ کو لوگوں کی جانب سے بوسہ دیئے جانے پر اعتراض کیا ہے تو اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا:

(مجھے تمہارے متعلق یہ بتلایا گیا ہے کہ تم میں سے بعض حضرات نے عبدالمحسن الشریف کے متعلق ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہا ہے: (مقام حسا کے رہنے والے تمہارے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں، اور تم ہرے رنگ کا عمامہ پہنتے ہو!) تو میری بات سنو: کسی انسان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر علم کسی پر نکیر کرے، کیونکہ جو بات تم نے کہی ہے کہ یہ حکم الٰہی کے خلاف ہے اور تمہارا یہ کہنا خود غلط ہے، رہا ہاتھ کو بوسہ دینے کا معاملہ تو ایسے معاملات کو بالکل غلط قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ اس میں علمائے کرام کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ

---

(263) سورہ احزاب: آیت/33.

(264) ایثار الحق علی الخلق: ص/416.

عنہ کو بوسہ دیا، اور کہا: اسی طرح ہمیں اللہ کے نبی ﷺ نے اہل بیت کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے، بہر حال ہر وہ مسئلہ جس کے متعلق شرعی حکم نہیں معلوم اس کا انکار کر جانا درست نہیں ہے.

اور رہی ہرے رنگ کے عمامے کی بات، تو یہ پرانا رواج ہے، جو اہل بیت کی دوسروں سے تمیز کیلئے شروع کیا گیا تھا، تاکہ ان کی پہچان ہو جائے اور ان پر کوئی نہ ظلم کرے، اور نہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، اور اللہ کے نبی ﷺ نے لوگوں پر ان اہل بیت کے چند حقوق کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے، لہٰذا کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کے حقوق تلف کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ وہ اہل توحید میں سے ہے...)[265].

اہل بیت کرام کے فضائل اور ان کے مقام و مرتبے کا اقرار کرتے ہوئے آپ یہ بھی کہتے ہیں: (ہم میں ہر فرد پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے علم کا مقصد اللہ کی رضا اور نبی ﷺ کی نصرت رکھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ﴾[266] (یاد کرو، اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ، "آج ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے، کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اُسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے، تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی") جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے یہ عہد و پیمان لیا کہ وہ اگر محمد ﷺ کے زمانے کو پالیں تو ضرور ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے، تو اے نبی کے ماننے والو! ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے؟ ہم پر بھی یہ ضروری ہے کہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں، اور یہ دونوں ہی ضروری امر ہیں، ان میں سے کسی ایک سے کام نہیں چلنے والا، اور اب اس

---

(265) الرسائل الشخصیۃ لشیخ محمد بن عبد الوہاب: 284/1.

(266) سورہ آل عمران: آیت/81.

کے سب سے زیادہ حقدار وہ اہل بیت ہیں جو آپ کے گھرانے سے تعلق رکھنے والے ہیں، اور جو سب لوگوں سے اشرف ہیں، اور ان اہل بیت میں سے بھی اس کے زیادہ حقدار وہ اہل بیت ہیں جو آپ ﷺ کی ذریت، اور اولاد میں سے ہیں[267].

علامہ ابن عثیمین (1421ھ) کہتے ہیں: باتفاق تمام اہل سنت والجماعت، آلِ بیت سے محبت کرتے ہیں، اور یہ محبت ان کے ایمان اور نبی ﷺ کے ساتھ ان کی قرابتداری کی بناء ہے، اور اہل سنت کا کوئی فرد، ان سے نفرت نہیں کرتا ہے[268].

آیت اللہ العظمیٰ مرزا محمد حسین مامقانی اہل سنت کے حق میں انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ کہتے ہیں:

(خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے مطلق ولایت[269] کے معترف ہیں، اور تمام ائمہ کے فضائل کو بھی وہ مانتے ہیں، صرف ان میں اور اثنا عشری شیعہ میں فرق یہ ہے کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ بلافصل نہیں مانتے، اور ہمارے ائمہ علیہم

---

(267) الرسائل الشخصیۃ للشیخ محمد بن عبدالوہاب: 312/1.

(268) شرح العقیدۃ الواسطیۃ: 273/2.

(269) اگر اس مطلق ولایت سے محبت و نصرت اور ان کی دین میں امامت و خلافت مراد ہے، یا جنگ جمل و صفین میں ان کا حق کے زیادہ قریب ہونا مراد ہے تو یہ بات بالکل درست ہے، لیکن اگر اس مطلق ولایت سے یہ مراد ہو کہ اہل بیت دنیا کا نظام چلاتے ہیں، انھیں تکوینی ولایت حاصل ہے، موت کے وقت وہ حاضر ہوتے ہیں، مخلوق ان کے سپرد کر دی گئی ہے اور وہ غیب پر مطلع ہیں، تو اہل سنت والجماعت کے حق میں یہ ایک غلط دعوی ہے، کیونکہ اہل سنت والجماعت حضرت علی کی شان میں یہ غلو نہیں کرتے، اور نہ ہی اسے پسند کرتے ہیں، اور نہ ہی شرعاً یہ جائز ہے.

السلام کی ظاہری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے، اور یہ بات اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت ہمارے ائمہ کے فضائل کے منکر ہیں[270].

4-اہل بیت کے نسب کا خیال رکھنا، اور جھوٹے دعویداروں پر عتاب کرنا

دین اسلام نے نسب کی حفاظت کا خاص خیال رکھا ہے، اور کسی شخص کے اپنے حقیقی والد کے علاوہ کسی اور کی جانب نسبت کو سب سے بڑا جھوٹ شمار کیا ہے، اور یہ بھی بتلایا کہ ایسا کرنے والا جہنم کا مستحق ہے.

بخاری نے اپنی صحیح میں واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے عرض کیا: سب سے بڑا بہتان اور سخت جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا باپ کہے یا جو چیز اس نے خواب میں نہیں دیکھی، اس کے دیکھنے کا دعویٰ کرے. یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی حدیث منسوب کرے جو آپ نے نہ فرمائی ہو[271].

بخاری اور مسلم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے بھی جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا باپ بنایا تو اس نے کفر کیا اور جس شخص نے بھی اپنا نسب کسی ایسی قوم سے ملایا جس سے اس کا کوئی (نسبی) تعلق نہیں ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے[272].

---

(270) علم المحجۃ: ص/287.

(271) صحیح بخاری-حدیث نمبر(3509).

(272) صحیح بخاری—حدیث نمبر(3508)، صحیح مسلم-حدیث نمبر(61).

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی جانب اپنی نسبت کرے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا، اور اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک پہونچتی ہے، اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے [273].

جب یہ معاملہ عام انتساب کا ہے تو اہل بیت کے نسب کی حفاظت کی غیرت بدرجہ اولی ہونی چاہیے، تاکہ اللہ کے نبی ﷺ کی جانب وہ شخص ہرگز نسبت نہ کرسکے جو اس شریف نسب کی جانب انتساب کا اہل نہیں ہے.

امام مالک کہتے ہیں: جو اللہ کے نبی ﷺ کے گھرانے کی جانب اپنی جھوٹی نسبت کرے، اسے مارا جائے اور لوگوں میں اس کو مشہور کیا جائے، ساتھ ہی اسے توبہ کرنے تک قید بھی کردیا جائے، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے کا مذاق اڑایا ہے [274].

حافظ سخاوی امام مالک کے اس قول پر تعلیق لکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں: اللہ امام مالک پر رحم کرے، اگر وہ اس زمانے میں ہوتے تو کیا کہتے جس زمانے میں لوگ بغیر تحقیق ہر چیز کو ثابت کرنے میں جلدی مچاتے ہیں، جبکہ جس چیز کو وہ ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ظن غالب اس کے صحیح ہونے کو تک تسلیم نہیں کرتا، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کیا احکام مرتب ہوتے ہیں، اور

---

(273) مسند احمد—حدیث نمبر (6592)، شعیب ارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے.

(274) استجلاب ارتقاء الغرف از سخاوی: 631/2، جواہر العقدین از شریف سمہودی: ص/470-471.

ان کے ذہن ودماغ میں جھوٹی نسبت کی بابت آئی وعید بھی نہیں رہتی، اور یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے اپنے انتساب پر بھروسہ کرنا چاہیے! اللہ کی قسم یہ درست اور پسندیدہ وسعت نظری نہیں ہے[275].

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (728ھ) سے جب اُس وقف کے متعلق سوال کیا گیا جو اشراف پر وقف کیا گیا تھا، اور کہا گیا کہ وقف کرنے والا یہ کہتا ہے کہ اس سے مراد اقارب ہیں، تو کیا اقارب ،اشراف میں داخل ہیں، یا نہیں؟ اور کیا ان کا اس وقف سے لینا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں آپ نے کہا: اگر کوئی وقف صرف اہل بیت نبی ﷺ کیلئے ہو یا بعض اہل بیت جیسے علویین، فاطمیین، طالبیین (جس میں بنو جعفر، اور بنو عقیل داخل ہیں) یا عباسیین کیلئے ہو تو اس کے مستحق صرف وہی ہوں گے جن کی نسبت ان کی جانب صحیح ہو گی، البتہ جو ان کی جانب اپنی نسبت کرتا ہے، اور اس کی نسبت درست نہیں، وہ اس وقف کا مستحق نہیں ہوگا، جیسے **عبداللہ بن میمون قداح** اور اس کی اولاد (جس نے اپنے آپ کے اہل بیت سے ہونے کا دعوی کیا تھا) کیونکہ نسب کا علم رکھنے والے، اور دوسرے اہل علم بھی جانتے ہیں کہ اس کی یہ نسبت جھوٹی ہے، اور یہ بات اہم کتابوں میں بھی مذکور ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے، اور بالکل یہی معاملہ اس وقف کا بھی ہوگا جو اشراف پر وقف کیا جائے، کیونکہ عرف عام میں اس لفظ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو واقعی اہلِ بیت سے ہوں، یعنی ان کی اہل بیت کی جانب نسبت درست ہو، رہا اگر کسی نے کسی خاص شخص کی اولاد یا اس کے اقارب پر وقف کیا، اور اس میں اہل بیت کا کوئی تذکرہ نہیں، اور وقف کی جانے والے چیز، وقف کرنے والے کی ملکیت ہو تو اس وقف کا تعلق

(275) استجلاب ارتقاء الغرف 631/2.

اس خاص شخص کی اولاد اور اسی کی ذریت سے ہوگا، اور اس وقف میں بنو ہاشم داخل نہیں ہوں گے[276].

امام بقاعی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں محرم سن (861ھ) کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھاہے کہ **قاضی القضاۃ سعد الدیری حنفی نے احمد المغربل** کو جو **(المدنی)** کے نام سے مشہور تھا، خوب مارا، اور اسے قاہرہ میں گھمایا، اور یہ اعلان کیا گیا (یہ ہے اس کی سزا جو اہل بیت کی جانب اپنی جھوٹی نسبت کرتا ہے).

واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اہل بیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی، اور اس کے ساتھ کچھ اور فاسق وفاجر لوگوں نے بھی اس کا ارادہ کیا، اور انھوں نے چند جھوٹے گواہ بنالئے اور یہ دعوی کیا کہ وہ جعفریہ بستی سے تعلق رکھنے والا ہے، اور اس بستی کے تمام لوگ امام جعفر صادق کی اولاد میں سے ہیں، یعنی اس نے صرف اپنے نفس کیلئے جھوٹ کہنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ تمام بستی والوں کو اہل بیت میں سے بنادیا! جبکہ یہ شخص دمیاط کے کسی گاؤں سے تعلق رکھتا تھا اور عیسائی خاندان سے تھا[277].

ذرا دیکھیں! کس قدر اہل سنت والجماعت نے اللہ کے نبی ﷺ اور اہل بیت کے نسب کا خیال رکھا، اور برابر اس کی حفاظت کرتے رہے، اور ان کی جانب جھوٹی نسبت کرنے والوں کو نکال باہر کرتے رہے، کیا یہ اس بات کی کھلی دلیل نہیں کہ اہل سنت والجماعت، اہل بیت نبی ﷺ سے حد درجہ محبت کرتے ہیں؟!.

---

[276] مجموع فتاوی ابن تیمیہ: 93/31.

[277] تاریخ البقاعی: 2/230-231.

اہل بیت کی خصوصیات

اللہ رب العالمین کے نزدیک اہل بیت کو اونچا مقام حاصل ہے، اور اسی اونچے مقام و مرتبے کی وجہ سے انھیں چند خصوصیات سے بھی نوازا گیا ہے، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1- نماز وغیرہ میں محمد ﷺ کے ساتھ ان پر بھی درود بھیجنا

یہ فضیلت دلائل کے ساتھ اوپر والی فصل (محبت اہل بیت.. تقاضے اور علامتیں) میں بیان کی جا چکی ہے۔

2- ان کے نسب اور رشتہ داری کے علاوہ تمام نسب اور رشتوں کا منقطع ہو جانا

طبرانی نے اپنی (المعجم الکبیر) میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کیا تو لوگوں سے یہ کہا:

کیا تم مجھے مبارکبادی نہیں دو گے؟ میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن میرے نسب اور میری رشتے داری کے علاوہ تمام نسب اور رشتہ داریاں منقطع ہو جائیں گی[278]۔

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے تمام اہل بیت میں سے خاص طور پر علی، اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی نسل میں برکت کی دعا کی ہے۔

امام نسائی نے اپنی (السنن الکبریٰ) میں عبدالکریم بن سلیط بصری سے روایت کی ہے وہ عبداللہ بن بریدہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے پاس فاطمہ ہیں[279]۔

[278] المعجم الکبیر: 3/45-حدیث نمبر (2635)، یہ حدیث مجموع طرق کے اعتبار سے حسن ہے۔

پس آپ نبی ﷺ کے پاس نکاح کا پیغام لئے حاضر ہوئے، اور آپ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا: اے ابو طالب کے فرزند کیا بات ہے؟ آپ نے عرض کیا: فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بات ہے، اس پر آپ ﷺ نے ان سے صرف یہ کہا: (مرحبا وأهلاً).

آپ انصار کی جماعت کے پاس واپس آئے جو آپ کا انتظار کر رہے تھے، انھوں نے سوال کیا: کیا ہوا؟ اس پر علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم! بس آپ نے مجھ سے صرف اتنا کہا: (مرحبا وأهلاً)، یہ سن کر انصار نے کہا: ان دونوں میں سے ایک ہی کلمہ تمہارے لئے نبی ﷺ کی جانب سے کافی ہے.

اس کے بعد جب نکاح ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان سے عرض کیا: اے علی! نکاح کے بعد ولیمہ ہونا چاہیے، اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس ایک دنبہ ہے، اور انصار نے مکئی جمع کیا. اور جب پہلی رات آئی تو آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تک تم مجھ سے ملاقات نہ کرو کچھ نہ کرنا. پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور وضو کا پانی منگوایا، اور وضو کرنے کے بعد پانی علی رضی اللہ عنہ پر انڈیل دیا، اور کہا: (اے اللہ تو ان دونوں میں برکت نصیب فرما، اور ان دونوں پر برکت نازل فرما، اور ان کے شیروں میں برکت نصیب فرما)[280][281].

---

[279] اس کا مطلب ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام تم لے جاؤ، (السنن الکبریٰ-حدیث نمبر (10016)).

[280] یہ نسائی کے الفاظ ہیں، مسند رویانی (حدیث نمبر (35)) اور شرح مشکل الآثار لطحاوی (حدیث نمبر (5947)) کے الفاظ یہ ہیں: (اور ان کی نسل میں برکت نصیب فرما)، طبرانی کی (المعجم الکبیر—حدیث نمبر (1153)) میں یہ الفاظ ہیں: (اور ان کی اولاد میں برکت نصیب فرما).

3-ان پر صدقہ حرام ہونا اوران کے خمس کا مستحق ہونا

جلال الدین سیوطی (911ھ) نے رسول اللہ ﷺ کے خصائص کے بیان میں لکھا ہے: صدقہ اور زکوۃ لوگوں کے مال کی گندگی ہے اسی لئے آپ کو اس گندگی سے پاک رکھا گیا ہے، اور آپ کی رشتہ داری کی وجہ سے آپ کی آل کو بھی اس سے پاک رکھا گیا، اس کے علاوہ صدقہ رحم وکرم کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، جو لینے والے کی پستی پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے ان کو اس سے پاک رکھا گیا اور اس کے بدلے مال غنیمت کا ایک حصہ ان کیلئے مقرر کر دیا گیا، جو عزت وشرف کی دلیل ہے، اور لینے والے کی عزت اور جس سے لیا جائے اس کے ذلت کی دلیل ہے[282].

نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی (911ھ) نے کہا: یہ مذکورہ آیت (آیتِ تطہیر) اہل بیت کی پاکیزگی اور ان کے اصل طہارت میں نبی ﷺ کے مساوی ہونے پر دال ہے، اسی وجہ سے اللہ رب العالمین نے ان کو بھی نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ صدقات کی گندگی سے پاک رکھا ہے، اور اس کے بدلے اللہ نے مال فیء اور مال غنیمت سے ان کیلئے ایک حصہ مقرر کر دیا، جو دونوں پاک مال ہیں، اور صدقات کے برعکس یہ لینے والے کے معزز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾[283] (اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے)

---

(281) اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالکریم بن سلیط ہیں، جن کا ذکر ابن حبان نے اپنی کتاب (الثقات 131/7) میں کیا ہے، اور آپ کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے پر کوئی کلام نہیں کیا، ابن حجر نے اپنی کتاب (التقریب: ص/619) میں انھیں مقبول قرار دیا ہے۔

(282) الخصائص الکبریٰ: 2/405-406.

(283) سورہ انفال: آیت/41.

اور دوسری جگہ یہ ارشاد ہے: ﴿مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾[284] (بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے) آپ کے نسب سے تعلق رکھنے والے اہلِ بیت بھی اس طہارت میں شامل ہوں گے، اور ان پر بھی صدقہ حرام ہوگا،اور اس صدقہ سے مراد حنابلہ، شافعیہ، اکثر احناف،اور مالکیہ کے ایک قول کے مطابق واجب زکوۃ ہے،اس زکوۃ سے اللہ نے ان کو پاک رکھا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے مال کی گندگی ہے[285].

بخاری اور مسلم نے محمد بن زیاد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں، میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا ہے انھوں نے کہا: حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کا ایک کھجور لیا اور اسے اپنے منہ میں ڈال لیا، اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے کہا: (تھوکو، تھوکو) تاکہ وہ اسے اپنے منہ سے نکال دیں، پھر آپ ﷺ نے ان سے کہا: (کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقے کا مال نہیں کھاتے)[286].

ابوالحوراء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو کسی نے آپ سے سوال کیا، اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ پیش آئی آپ کی کونسی بات آپ کو یاد ہے؟ تو آپ نے عرض کیا: میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ صدقہ کے کھجور کے کھلیان سے گزر رہا تھا، اسی اثناء میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھائی اور اپنے منہ میں ڈال لی، اللہ کے نبی ﷺ نے اس کھجور کو میرے منہ سے میرے لعاب کے ساتھ نکال لیا، اور پھینک دیا، اس پر وہاں موجود بعض حضرات نے

---

(284) سورہ حشر: آیت/7.

(285) جواہر العقدین فی فضل الشرفین: ص/206.

(286) صحیح بخاری—حدیث نمبر(1491)، صحیح مسلم-حدیث نمبر(1069).

کہا: کیا ہو جاتا اگر آپ چھوڑ دیتے؟ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے جواب میں عرض کیا: ہم آل محمد کیلئے صدقہ جائز نہیں، اور حضرت حسن نے اس کے بعد عرض کیا: اور مجھے اللہ کے نبی ﷺ کی پنج وقتہ نماز یاد ہے[287].

صدقہ لوگوں کے مال کی گندگی ہے اسی لئے اللہ نے اہل بیت کو اس گندگی سے پاک رکھا، اور اس کے عوض ان کی ضرورت کی خاطر اس مالِ غنیمت کے خمس اور مال فیء سے حصہ مقرر کر دیا، جس میں سے اللہ کے نبی ﷺ کا رزق مقرر کیا گیا تھا، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: (میں قیامت کے قریب تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں، یہاں تک کہ اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، میرا رزق میری کمان کے سائے تلے رکھا گیا ہے، جو میرے احکام کی مخالفت کرے اس کے حق میں ذلت ورسوائی مقدر کر دی گئی ہے، اور جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہوگا)[288].

امام تقی الدین ابن تیمیہ اپنے رسالہ (آل بیت کے فضائل اور ان کے حقوق) میں رقمطراز ہیں: مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اہل بیت کی ضروریات کا دوسروں کے مقابلے زیادہ خیال رکھیں جن پر صدقہ حرام ہے، خاص طور سے اس زمانے میں جب انھیں مال خمس اور فیء سے ملنا مشکل ہو جائے، چاہے اس کے نہ ہونے کی وجہ سے یا ظالموں کی جانب سے ناحق ان کے حقوق پر قابض

---

[287] مسند احمد بن حنبل-حدیث نمبر (1725)، شعیب اونؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے.

[288] مسند احمد بن حنبل-حدیث نمبر (5115)، مصنف ابن أبي شيبة: 313/5، شعب الایمان للبیھقی-حدیث نمبر (1199)، سیر أعلام النبلاء: 509/15، تغلیق التعلیق از ابن حجر: 445/3. ذہبی نے کہا: اس کی سند صالح ہے.

ہو جانے کی وجہ سے، بہر صورت ان کی ضرورتوں کا زیادہ خیال رکھا جائے گا، اور مال خمس اور فیء سے ضرورت پوری نہ ہونے کی صورت میں زکوۃ کے مال سے ان کی ضرورت پوری کی جائے گی[289].

[289] فضل أہل البیت و حقوقہم: ص/30.

صحابہ اور ان کو ماننے والوں کے نزدیک اہل بیت کا احترام

امام بخاری اور امام مسلم نے اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، وہ کہتی ہیں، کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے رشتے دار کے ساتھ صلہ رحمی کرنا میرے نزدیک میرے اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے[290].

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے ایک دن کہا: اے عباس، اللہ کی قسم! تمہارے اسلام قبول کرنے کا دن مجھے خطاب -یعنی ان کے والد- کے اسلام قبول کرنے کے دن سے زیادہ محبوب ہے، وہ بھی صرف اس لئے کہ تمہارا اسلام قبول کرنا اللہ کے نبی ﷺ کے نزدیک خطاب (یعنی ان کے والد) کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ عزیز تھا[291].

---

(290) صحیح بخاری-حدیث نمبر (3711)، صحیح مسلم-حدیث نمبر (1759).

(291) المعجم الکبیر طبرانی: 9/8-حدیث نمبر (7264)، طبقات ابن سعد: 22/4، اور یہ الفاظ طبرانی کے ہیں، ہیثمی نے اپنی کتاب (مجمع الزوائد: 242/6) میں لکھا ہے: اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور اس حدیث کی سند صحیح ہے، البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ-حدیث نمبر (3341)).

رزین بن عبید کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں زین العابدین علی بن حسین آپ کے پاس تشریف لے آئے، تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہا: **خوش آمدید حبیب بن حبیب** (یعنی پیارے اور پیارے کے بیٹے)[292].

ابن سعد اور دارمی کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر کسی صحابی کی کوئی حدیث مجھے پہونچتی تو میں خود ان کے پاس چلا آتا، اور اگر وہ قیلولہ کر رہے ہوتے تو ان کے دروازے پر اپنی چادر کو تکیہ بنا کر لیٹ جاتا، یہاں تک کہ ہوا میرے چہرے پر غبار بکھیرتی، اور جب وہ نکلتے اور مجھے اس حالت میں دیکھتے تو کہتے: اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی! تم کس لئے آئے ہو؟! تم کہہ دیتے تو ہم ہی تمہارے پاس چلے آتے! اس پر میں کہتا: میرا یہ حق ہے کہ میں آپ کے پاس آؤں...[293]

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب (البدایۃ والنھایۃ) میں ذکر کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے کہا: **(خوش آمدید اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے)** اور اس کے بعد انھوں نے آپ کو تین سو ہزار (تین لاکھ) دینے کا حکم جاری کیا[294].

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے ان دونوں کو دو سو ہزار (دو لاکھ) عطا کئے، اور کہا: مجھ سے پہلے

---

[292] امام احمد بن حنبل نے اسے فضائل الصحابۃ: 777/2، حدیث نمبر (1377)، میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

[293] الطبقات الکبریٰ: 367/2، سنن دارمی: 150/1، حدیث نمبر (590).

[294] البدایۃ والنہایۃ: 146/8.

کسی نے اتنا انھیں نہیں دیا، اس کے جواب میں حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور ہم سے افضل بھی کسی شخص کو آپ نے کبھی نہیں دیا ہوگا[295].

ابن سلاّم اپنی سند سے زہریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب عراق کا خمس آئے گا تو میں تمام ہاشمی افراد کا نکاح کروادوں گا، اور ان میں جن کے پاس خادم نہیں انھیں خادم بھی مہیا کردونگا. اور امام زہریؒ کہتے ہیں: آپ (عمر رضی اللہ عنہ) حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو عطیات (تحفے) دیا کرتے تھے[296].

قاضی عیاض نے اپنی کتاب (الشفا) میں شعبی کے حوالے سے ذکر کیا ہے انھوں نے کہا: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد آپ کا خچر آپ کے پاس لایا گیا تاکہ آپ سوار ہوجائیں، اتنے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور آپ کی سواری کی نکیل تھام لئے، اس وقت زید رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، چھوڑدو، اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم علماء کا ایسے ہی احترام کیا کرتے ہیں، یہ سن کر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے ہاتھ کو بوسہ دیا، اور فرمایا: ہمیں بھی اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے اہل بیت (گھر والوں) کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے[297].

امام عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابو طالبؒ سے مروی ہے، انھوں نے عرض کیا: میں اپنی کسی ضرورت سے عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آیا، تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اگر تمھیں کوئی

---

(295) البدایۃ والنہایۃ: 146/8.

(296) الأموال از ابن سلام: ص/345.

(297) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 52/2، المجالسۃ از دینوری (1314)، ابن حجر نے (الاصابۃ: 146/4) میں اس قول کی نسبت کہا کہ اس کی سند صحیح ہے.

ضرورت ہو تو کسی کو میرے پاس بھیج دو یا میرے پاس لکھ بھیجو، کیونکہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں تمہیں اپنے دروازے پر دیکھوں[298].

ابن سعد نے اپنی کتاب (الطبقات) میں فاطمہ بنت علی بن ابو طالب سے روایت کیا ہے وہ عرض کرتی ہیں: میں امیرِ مدینہ عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے تمام حاضرین مجلس کو نکل جانے کا حکم دیا، اور مجھ سے عرض کیا: اے علی رضی اللہ عنہ کی لخت جگر! اللہ کی قسم ، روئے زمین پر تمہارے گھرانے سے محبوب گھرانا میرے نزدیک کوئی نہیں، اور تم خود میرے نزدیک میرے اپنے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو[299].

قاضی عیاض اپنی کتاب (الشفا) میں ذکر کرتے ہیں کہ جب مدینہ کے گورنر جعفر بن سلیمان عباسی نے امام مالک رحمہ اللہ کو تکلیفیں دیں، اور مارا تو آپ بے ہوش ہو گئے، اسی بے ہوشی کے عالم میں آپ کو گھر لایا گیا، اور لوگ آپ کو دیکھنے کیلئے حاضر ہوئے، جب ہوش آیا تو آپ نے کہا: میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے، اور جب آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو عرض کیا: مجھے اس بات کا ڈر لگا کہ کہیں میں انتقال کر جاؤں اور مجھے شرم آئی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری اس حال میں ملاقات ہو کہ آپ کے خانوادے کا کوئی فرد میرے سبب جہنم میں داخل ہو[300].

---

(298) الشفا: 52/2.

(299) الطبقات الکبریٰ: 333/5، الصواعق المحرقۃ از ابن حجر ہیتمی: 523/2.

(300) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 53/2.

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اس کے بعد خلیفہ منصور نے مدینہ کے گورنر جعفر سے امام مالک کا بدلہ لیا، تو امام مالک نے خلیفہ سے کہا: اللہ کی قسم، اس کے رسول ﷺ کے ساتھ قرابت داری کی وجہ سے جب کبھی میرے جسم پر اس کی جانب سے کوئی کوڑا پڑا ہے، اس سے قبل کہ کوڑا میرے جسم سے اٹھتا میں نے اسے معاف کر دیا ہے[(301)].

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب (الجامع لأخلاق الراوی) میں امام احمد بن حنبل کے فرزند عبداللہ کی طریق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ جب کبھی قریش یا اشراف کا کوئی فرد حاضر ہوتا، چاہے وہ بچہ ہو یا عمر رسیدہ، آپ اس کے احترام میں اس وقت تک مسجد سے نہ نکلتے جب تک وہ نہ نکل جائے، پس سید گھرانے کا وہ فرد پہلے نکلتا، اور آپ اس کے بعد مسجد سے نکلتے[(302)].

اب تو شک کرنے والوں، اور صحابہ کرام سے کینہ رکھنے والوں کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے، اہل بیت کا کس قدر احترام کیا کرتے تھے، اور ان کی کس قدر عزت کیا کرتے تھے، اور اہل بیت تو واقعی اس عزت و احترام کے مستحق ہیں، یہ چند دلائل تو محض (مشتِ نمونہ از خروار) کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اس پر مکمل کتاب لکھی جا سکتی ہے.

---

(301) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: 53/2.

(302) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: 546/1، نمبر (801)، اس کی سند حسن ہے.

دین، نسب پر مقدم ہے

اہل بیت کے مناقب اور ان کے فضائل ذکر کرنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ہر حال میں انھیں تمام پر فضیلت حاصل ہے، بلکہ یہ ممکن ہے کہ تقوی اور نیکی کی بنیاد پر کوئی غیر ہاشمی فرد، بنو ہاشم کے کسی فرد سے افضل ہو جائے۔

کیونکہ محض کسی کی رشتے داری اور قرابت داری کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ثواب اور عقاب کا سبب نہیں بنایا ہے، اور نہ ہی محض رشتہ داری کی بناء کسی کی تعریف ہی کی ہے، بلکہ اس نے تقوی و پرہیز گاری اور عمل صالح کو فضیلت کا معیار بنایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[303] (اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)، یہی فضیلت کا معیار ہے، اور اسی پر ثواب کا دار و مدار ہے۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ اس ضمن میں رقمطراز ہیں: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نسب کی بناء کسی کی تعریف نہیں کی ہے، چاہے وہ نبی کی اولاد ہوں یا نبی کے والدین، بلکہ اس نے بندوں کی ان کے ایمان اور نیک اعمال کے سبب تعریف کی ہے، اور جب کبھی اللہ نے کسی قوم کی تعریف بیان کی ہے تو محض ان کے نسب کی بناء نہیں، بلکہ ان کے ایمان اور نیک عمل کی بناء ان کی تعریف کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب اس نے سورہ انعام میں اٹھارہ انبیاء کرام کا ذکر کیا تو ان کے ذکر کے بعد کہا: ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾[304] (نیز ان کے آباء واجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا، انہیں اپنی

---

(303) سورہ حجرات: آیت/13.

(304) سورہ انعام: آیت/87.

خدمت کے لیے چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف اُن کی رہنمائی کی)۔یعنی انھیں جو فضیلت حاصل ہوئی وہ فضیلت اللہ کی جانب سے ان کے چُنے جانے اور صراط مستقیم پر ان کے گامزن کئے جانے کی وجہ سے ہے، ان کی قرابت داری اور نسب کی وجہ سے ان کی تعریف نہیں ہوئی ہے۔

آگے کہتے ہیں: قرآن مجید کی کئی آیات میں ایمان اور عمل صالح کی بدولت صحابہ کرام کی تعریف کی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾[305] (وہ مہاجر و انصار جنھوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)۔

نیز ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾[306] (وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے اُن کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں)۔

نیز ان کے حق میں یہ بھی ارشاد ہوا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا

---

[305] سورہ توبہ: آیت/100۔

[306] سورہ حدید: آیت/10۔

أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[307] ((فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں، اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو).

اور اسی طرح اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں بارہا اس امت کے متقی، محسن، صالح اور عادل افراد کی ان کے نیک اعمال کی بناء تعریف کی ہے.

اب رہا نسب کا معاملہ تو قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے نبی ﷺ کے قرابت داروں کا ذکر ضرور کیا ہے، اور ان کے حقوق بھی بیان کئے ہیں، جیسا کہ خمس اور فیء کی آیات میں اس کا ذکر ملتا ہے، اور ساتھ ہی قرآن میں ان امور کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے ان کی گندگی دور ہو اور انھیں مکمل پاکی حاصل ہو.

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے، جس کی تفسیر میں اللہ کے نبی ﷺ نے بتلایا کہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر والوں (آل) پر بھی درود بھیجا جائے گا، اور قرآن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بات واضح ہے

---

(307) سورہ حشر: آیت/8-9.

کہ آپ ﷺ سے محبت کا تقاضہ ہے کہ آپ کی آل سے بھی محبت کی جائے، اس کے علاوہ قرآن میں اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کی ازواج کو اُمہات المؤمنین (مؤمنوں کی مائیں) قرار دیا ہے.

لیکن ان سب کے باوجود اللہ رب العالمین نے ان میں سے کسی کی تعریف محض ان کے قرابتدار اور اہل بیت سے ہونے پر نہیں کی ہے، اور نہ ہی اس بات کا ذکر کیا کہ محض اس قرابت داری کی بناء انھیں رب کے پاس اونچا مقام اور مرتبہ حاصل ہوا یا ہوگا. اور نہ ہی اللہ رب العالمین نے ان کو محض اس رشتے داری کے سبب متقی مسلمانوں پر بھی فضیلت عطا کی ہے.

ہاں اللہ تبارک وتعالی نے آل ابراہیم اور بنی اسرائیل میں سے جن کو منتخب کیا اس کا تذکرہ ضرور کیا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ محض قرابت داری کی بناء ان کو منتخب کیا گیا، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کا تعلق ہماری شریعت سے نہیں، بلکہ یہ گزری ہوئی قوموں کا معاملہ ہے، اور دوسری اور اہم بات یہ ہے کہ اللہ نے اس کے فوراً بعد ہی یہ واضح کر دیا کہ ان کا بدلہ اور ان کی فضیلت کا دار و مدار ان کے نیک اعمال پر ہے.

اسی لئے اللہ رب العالمین نے بنو اسرائیل کے منتخب کئے جانے کا تذکرہ بھی کیا اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ان لوگوں کا تذکرہ بھی کیا جو کفر کی راہ اختیار کئے اور سزا کے مستحق ہوئے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ثواب اور عقاب دونوں کا تذکرہ کیا ہے.

اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ شریف اور معزز نسب والا شخص اگر مؤمن اور متقی ہو تو تعریف اور فضیلت کا مستحق ہے، اور اگر اس کے برعکس ہو تو اسی قدر زیادہ مذمت کا مستحق ہے، جیسا کہ بنو اسرائیل اور ذریت ابراہیم کے بدکاروں کی مذمت کی گئی ہے.

اور یہی معاملہ سسرالی رشتہ داروں کا بھی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ﴾[308] (اللہ تعالی نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں (نیک بندے) ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا (اے عورتو) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ)[309].

امام ابن حزم اندلسی نے اس ضمن میں بڑے ہی بہترین کلمات کہے ہیں، وہ کہتے ہیں: اللہ رب العالمین نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے نزدیک سب سے محترم اور باعزت وہ شخص ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے، چاہے وہ کسی بدکار کالی عورت کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اور اس کے برعکس کسی نبی کا بیٹا بھی اگر کافر اور نافرمان ہو تو وہ اللہ کے نزدیک کسی عزت اور احترام کا مستحق نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے نسب کو صرف لوگوں کے مابین تعارف کا ایک ذریعہ بنایا ہے[310].

اس تفصیل کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل بیت سے نسبی تعلق رکھنے والے کسی فرد سے محبت اور دوستی دو شرط پر کی جائے گی.

---

(308) سورہ تحریم: آیت/10.

(309) کچھ تصرف کے ساتھ منہاج السنۃ النبویۃ (8/218-220) سے ماخوذ.

(310) جمہرۃ انساب العرب: ص/1-2.

1- مؤمن ہو اور ملت پر قائم ہو.

اگر اہل بیت سے نسبی تعلق رکھنے والا کافر ہو تو نہ اس سے محبت کی جائے گی، اور نہ اس سے دوستی رکھی جائے گی، اور نہ ہی اسے عزت واحترام کا کوئی حق حاصل ہوگا، چاہے وہ نسب کے اعتبار سے نبی ﷺ کا بالکل قریبی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ آپ ﷺ کے حقیقی چچا ابو لہب کا حال ہے.

2- صحیح سنت نبوی کا پیروکار ہو.

اگر اہل بیت سے تعلق رکھنے والا کوئی فرد سنت نبوی کو ترک کردے، اپنے جد امجد محمد ﷺ کے طریقے کی خلاف ورزی کرے، اور بدعات ومنکرات پر کمربستہ ہو جائے تو جب تک وہ شخص دوبارہ سنت نبوی پر عمل پیرا نہ ہو، وہ کسی محبت، دوستی اور عزت احترام کا حقدار نہیں.

اب تمام مسلمانوں اور خاص طور سے اہل بیت سے تعلق رکھنے والے افراد سے یہ چند مطالبات ہیں:

1- شرعی علوم کے حصول کا اہتمام کریں، ساتھ ہی اس کے آداب اور علماء کے آداب کو جاننے کی کوشش کریں، کیونکہ بغیر علم، نسب کا کوئی فائدہ نہیں.

اسی کے متعلق **امام محمد بن عبداللہ** جوکہ **(النفس الزکیہ)** پاکیزہ انسان کے نام سے مشہور ہیں، کہتے ہیں: میں انصار کے محلے میں علم حاصل کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں کبھی ان کی چوکھٹ کو تکیہ بنا کر آرام کر رہا ہوتا تو کوئی شخص مجھے یہ کہہ کر اٹھاتا: تمہارے مالک نماز کیلئے نکل چکے ہیں. وہ مجھے ان کا غلام سمجھتا[311].

---

[311] مقاتل الطالبین: ص/161.

2- دینی علوم سیکھے اور عمل صالح کئے بغیر صرف آباءواجداد پر یا اونچے نسب پر فخر کرنا چھوڑ دے.

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[312] (اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)، بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے معزز اور محترم کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقوی اختیار کرنے والا[313].

ابن جریر طبری وغیرہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے نہ تمہارے حسب کا سوال کرے گا اور نہ ہی تمہارا نسب تم سے دریافت کرے گا، بلکہ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[314] (اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)[315].

---

(312) سورہ حجرات: آیت/13.

(313) صحیح بخاری- حدیث نمبر (3353)، صحیح مسلم- حدیث نمبر (2378).

(314) سورہ حجرات: آیت/13.

(315) تفسیر طبری: 313/22، (سورہ حجرات کی آیت/14 کی تفسیر کے ضمن میں یہ بیان آیا ہے)، اور البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے (السلسلۃ الصحیحۃ: 32/3).

اور اللہ کے نبی ﷺ نے بھی اس تعلیم کو عام کرنے کی بہت کوشش کی، آپ ﷺ ہی کا یہ فرمان ہے: جس کا عمل اسے پیچھے چھوڑ دے اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا [316].

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے گھر والوں (آل) کو تقویٰ اور خشیتِ الٰہی پر ابھارا، اور انھیں یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے نسب کے غرور میں دنیا کو آخرت پر فوقیت نہ دیں، اور یہ یاد رکھیں کہ قیامت کے دن اللہ کے دوست وہ ہوں گے جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے، چاہے وہ کسی بھی خاندان اور قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں اور دنیا کے کسی بھی خطے سے ان کا تعلق ہو۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: جب آپ ﷺ نے انھیں یمن روانہ کیا تو انھیں نصیحت کرتے ہوئے کچھ دوران کے ساتھ چلے، پھر آپ مدینہ کی جانب اپنا چہرہ کئے اور کہا: لوگوں میں میرے زیادہ قریبی وہ ہیں جو متقی ہیں، چاہے وہ کسی بھی خاندان اور قبیلے سے ہوں اور دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں [317].

ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں: میرے اہل بیت (گھر والے) یہ سمجھتے ہیں کہ وہ میرے زیادہ قریبی اور حقدار ہیں، یہ یاد رکھو کہ لوگوں میں میرے زیادہ قریبی، متقی ہیں، چاہے وہ کسی بھی خاندان اور قبیلے سے ہوں اور دنیا کے کسی خطے سے تعلق رکھتے ہوں، اے اللہ میں انھیں فساد کی اجازت نہیں دیتا، اللہ کی قسم! میری امت اسی طرح اپنے دین سے منحرف ہو جائے گی جس طرح کسی برتن کے پانی کو پست زمین پر انڈیلا جاتا ہے [318].

---

(316) صحیح مسلم–حدیث نمبر (2699).

(317) مسند احمد بن حنبل-حدیث نمبر (22052)، شعیب ارنؤوط نے کہا: اس کی سند صحیح ہے.

(318) صحیح ابن حبان-حدیث نمبر (647)، شعیب ارنؤوط نے کہا: اس کی سند قوی ہے.

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے قرابت داروں اور رشتے داروں کو نسب پر بھروسہ کرتے ہوئے خوش فہمی کا شکار ہو جانے اور دھوکا کھا جانے سے باز رکھا ہے.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ [319] (آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے) تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لوگوں کو بلایا، وہ سب اکٹھے ہوئے تو آپ ﷺ نے (پہلے) سب کو بالعموم ڈرایا اور پھر خاص کیا (یعنی ان لوگوں کا نام لے کر) اور فرمایا: کہ اے کعب بن لوئی کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے مرہ بن کعب کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے عبد شمس کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے ہاشم کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے چھڑاؤ. اے عبدالمطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ. اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اس لئے کہ میں اللہ کے سامنے کچھ اختیار نہیں رکھتا (یعنی اگر وہ عذاب دینا چاہے تو میں بچا نہیں سکتا) البتہ تم جو رشتہ ناطہ مجھ سے رکھتے ہو، اس کو میں جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ احسان کرتا رہوں گا). [320]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے عبد مناف کے بیٹو! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، اے عبدالمطلب کے بیٹو! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، اے رسول کی پھوپھی اُم الزبیر بن عوام، اور اے فاطمہ بنت محمد ﷺ اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، میں اللہ کے مقابلے تمہارے حق میں کسی چیز کا مالک نہیں، تم دونوں میرے مال سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو [321].

---

(319) سورہ شعراء: آیت/214.

(320) صحیح بخاری، حدیث نمبر (4493)، صحیح مسلم، حدیث نمبر (204)، یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں.

(321) صحیح بخاری- حدیث نمبر (3528)، صحیح مسلم- حدیث نمبر (205).

اپنے نسب سے دھوکا کھا جانے کی کیفیت کے بیان میں **حافظ ابن الجوزی** کہتے ہیں:

شیطان کے دھوکے میں آجانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کوئی شخص جو معروف اور مشہور نسب والا ہوتا ہے وہ اپنے نسب کے دھوکے میں آجاتا ہے اور یہ کہتا ہے: میں ابو بکر کی اولاد سے ہوں، تو دوسرا یہ کہتا ہے: میں علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں، تو تیسرا یہ کہتا ہے: میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہوں، یا کہتا ہے: میں فلاں عالم کا قریبی ہوں، تو کوئی کہتا ہے میں فلاں ولی اور زاہد کا قریبی ہوں، الغرض ان کا یہ قول دو احتمالات پر مبنی ہے:

1- وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی انسان سے محبت کرے گا تو اس کی اولاد اور اس کے گھر والوں سے بھی ضرور محبت کرے گا.

2- وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے خاندان کے ان محبوب حضرات کو شفاعت کا حق ضرور حاصل ہوگا، اور جب انھیں شفاعت کا حق ملے گا تو وہ سب سے پہلے اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کیلئے شفاعت کریں گے.

جبکہ ان کی یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں.

رہی ان کی پہلی بات جس کا تعلق محبت سے ہے تو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ اللہ کی محبت، انسانوں کی محبت کی طرح نہیں، بلکہ اللہ تو صرف انھیں سے محبت کرتا ہے جو اس کی اطاعت کرتے ہیں، جیسا کہ اہل کتاب کا معاملہ ہمارے سامنے ہے، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں، اور اگر باپ کی محبت ہی سے کام چل جاتا تو ان کا بھی بیڑا پار ہونا چاہیے تھا!.

اور جہاں تک شفاعت کا مسئلہ ہے تو ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ [322](وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو)، اور جب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار کرنا چاہا تو ان سے کہا گیا: ﴿إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾ [323] (وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں)، اسی طرح نہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے حق میں شفاعت کی، اور نہ ہی ہمارے نبی محمد ﷺ نے اپنی والدہ کے حق میں شفاعت کی، اور آپ ﷺ نے تو کھلے طور پر اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا: میں اللہ کے مقابلے تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا[324]. اور جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا باپ اگر نجات پائے تو اس کی بھی نجات ہو جائے گی، اس کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے اس کے باپ کے کھانا کھانے سے اس کا بھی پیٹ بھر جائے گا[325].

اثنا عشری شیعہ کے ایک جید عالم **ابن بابویہ قمی** اپنی کتاب (عیون أخبار الرضا) میں امام رضا کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے اس بات کی دو ٹوک الفاظ میں صراحت کر دی کہ قرابت داری قیامت کے دن کسی کو ہلاکت سے نہیں بچائے گی، اور نہ ہی قرابت داری مخلوق کے مابین فضیلت کا معیار ہے، آپ کہتے ہیں:

اللہ تعالی اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی قرابت داری نہیں، اور نہ ہی اطاعت کے بغیر کوئی اس کا مقرب ہو سکتا ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے عبد المطلب کی اولاد سے کہا کہ تم میرے پاس

---

(322) سورہ انبیاء: آیت/28.

(323) سورہ ہود: آیت/46.

(324) صحیح بخاری- حدیث نمبر (2753)، صحیح مسلم- حدیث نمبر (206).

(325) تلبیس ابلیس: ص/416.

اپنے حسب ونسب کو نہیں بلکہ اپنے اعمال کو لے آؤ، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۞ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۞ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۞﴾[326] (پھر جوں ہی صور پھونک دیا گیا، ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے، اُس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے، اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے)[327].

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے امام رضا سے کہا: اللہ کی قسم! اس روئے زمین پر آپ سے بہتر والد کسی کے نہیں، تو آپ نے جواب دیا: تقوی وپرہیز گاری سے انھیں یہ شرف ملا تھا، اور اطاعت وفرمانبرداری کی بدولت وہ اس مقام کے حقدار ہوئے تھے، تو دوسرے شخص نے آپ سے کہا: اللہ کی قسم! آپ سب سے بہتر انسان ہیں، تب امام رضا نے جواب دیا: اس طرح قسم نہ کھاؤ! مجھ سے بہتر تو وہ شخص ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی خوب اطاعت کرنے والا ہے، اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی: ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۞﴾[328] (اور تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے

---

(326) سورہ مؤمنون: آیت/101-103.

(327) عیون أخبار الرضا: 260/1.

(328) سورہ حجرات: آیت/13.

کو پہچانو در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے)[329].

ابراہیم بن عباس سے مروی ہے انھوں نے کہا: میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں غلام آزاد کرنے کی قسم کھاتا ہوں، اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت داری کی بناء اس (ایک کالے غلام کی جانب اشارہ کیا) سے افضل ہوں، مگر ہاں، اگر میں نیک عمل کروں تو میرے نیک عمل کی بدولت اس سے افضل ہو سکتا ہوں[330].

مجلسی اپنی کتاب (بحار الأنوار) میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے اس بات پر غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی کہ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح عقائد اور نیک اعمال کے بغیر صرف انھیں نبی ﷺ کی قرابت داری کے سبب اس کالے کلوٹے غلام پر بھی کوئی فضیلت حاصل ہے[331].

محمد بن سنان سے مروی ہے، انھوں نے کہا: ابو الحسن الرضا علیہ السلام نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی بدولت ہم اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی واجب ٹھہری، لہذا جو رسول ﷺ سے اپنا حق لے لیکن خود لوگوں کا حق ادا نہ کرے تو اس کے حقوق کی ادائیگی ضروری نہیں[332].

---

(329) عیون أخبار الرضا: 216/1، بحار الأنوار: 224/93، تفسیر نور الثقلین از حویزی: 96/5، غایة المرام از ہاشم بحرانی: 162/4.

(330) عیون أخبار الرضا: 262/1، وسائل الشیعة: 233/23، بحار الأنوار: 96/49.

(331) بحار الأنوار: 96/49.

(332) عیون أخبار الرضا: 261/1.

مجلسی اپنی کتاب (بحار الأنوار) میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: جو رسول اللہ ﷺ کی جانب اپنی نسبت کی بدولت لوگوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کا حق ادا کریں، تو خود اس طلب کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ بھی لوگوں کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے، اور اگر ایسا نہ ہو تو خود حق طلب کرنے والے کے حقوق کی رعایت ہم پر واجب نہیں[333].

ایک دن امام طاؤوس، **امام علی بن حسین**ؒ کو عذابِ الٰہی کے خوف سے روتے ہوئے دیکھ کر عرض کرتے ہیں: اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے، یہ خوف اور پریشانی کیوں؟ یہ تو ہمیں چاہیے کہ ہم روئیں، کیونکہ ہم گنہگار اور جفاکار بندے ہیں! اور تمہارا معاملہ تو یہ ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما تمہارے والد ہیں، فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہیں، اور خود رسول اللہ ﷺ تمہارے نانا ہیں!، طاؤوس کہتے ہیں: یہ سن کر آپ میری جانب متوجہ ہوئے، اور کہا: بس بس طاؤوس! میرے ماں، باپ اور نانا کی باتیں نہ کرو، کیونکہ اللہ نے جنت اس کے مطیع وفرمانبردار بندوں کیلئے بنائی ہے، چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اور جہنم اس نے اپنے نافرمان بندوں کیلئے بنائی ہے، چاہے وہ قریشی فرد ہی کیوں نہ ہو، کیا تم نے اللہ کے اس فرمان کو نہیں سنا: ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾[334] (پھر جوں ہی صور پھونک دیا گیا، ان کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے)، اللہ کی قسم کل قیامت کے دن تمہیں وہی نیک عمل کام آئیں گے جو تم اب کرو گے[335].

---

[333] بحار الأنوار: 177/46.

[334] سورہ مؤمنون آیت/101.

[335] مناقب آل أبي طالب از شہر آشوب: 291/3، تفسیر نور الثقلین از حویزی: 564/3، شرح رسالۃ الحقوق از زین العابدین: ص/301.

(**نوٹ:**۔اس کے بعد مؤلف کتاب نے متقدم شعراء کے بہترین عربی اشعار جو اس معنی پر دلالت کرتے ہیں ذکر کئے ہیں، جو اس سے استفادہ کرنا چاہیں وہ کتاب کے عربی ایڈیشن کی جانب رجوع کریں).

نبی ﷺ کی صحبت، نسب پر مقدّم ہے

نبی کریم ﷺ کی صحبت کا مقابلہ کسی دوسری چیز سے نہیں کیا جاسکتا...اور جسے نبی ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے وہ اور جو اس شرف سے محروم ہے دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾[336] (تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کرلیتا ہے، یہ انتخاب اِن لوگوں کے کرنے کا کام نہیں).

آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیهم اجمعین آپ کی امت کے سب سے بہترین افراد ہیں، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جو کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہے وہ ان کے نقش قدم پر چلے جن کا انتقال ہو چکا ہے، اور یہ محمد ﷺ کے صحابہ کرام ہی ہیں، جو اس امت کے سب سے بہترین، سب سے نیک دل، عمیق علم، اور کم تکلف والے افراد ہیں، یہ وہ افراد ہیں جنھیں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی صحبت کیلئے منتخب کیا[337].

قرآن کریم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیهم اجمعین کی تعریف، ان سے اللہ کی رضامندی اور انھیں جنت کی خوشخبری کے بیان سے بھرا پڑا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[338] (وہ مہاجر و انصار

---

(336) سورہ قصص: آیت/68.

(337) حلیۃ الاَولیاء: 305/1.

(338) سورہ توبہ: آیت/100.

جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے).

نیز یہ بھی ارشاد ہوا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[339] ((فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں، اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے).

علامہ عینی (855ھ) مشک والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں مشک کی تعریف کی گئی ہے، جو اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے، اسی طرح اس میں صحابہ کرام کی مدح بھی ہے، کیونکہ ان کے جلیس (ساتھ بیٹھنے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

---

(339) سورہ حشر: آیت/8-9.

اجمعین کے حق میں نبی ﷺ کی صحبت سے افضل کوئی فضیلت نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ انھیں صحابہ کہا جاتا ہے، اور یہی ان کی پہچان ہے، جبکہ ان میں بہت سارے علماء، معززین، اور مجاہدین بھی تھے[340].

امیر صنعانی (1182ھ) کہتے ہیں: ایک ہی نوع سے تعلق رکھنے والے اعمال میں یہ بات ہوتی ہے کہ ان میں کونسا عمل افضل ہے، جبکہ صحبتِ رسول ﷺ کی فضیلت تو صرف صحابہ کرام کو حاصل ہے اس نوعیت کا عمل ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں[341].

امام شوکانی (1255ھ) اپنی کتاب میں جمہور کا یہ قول نقل کرتے ہیں: صحبت نبی ﷺ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کا مقابلہ کسی دوسرے عمل سے نہیں کیا جاسکتا، صحابہ کرام چاہے عمل میں کم ہوں لیکن انھیں جو فضیلت حاصل ہے وہ ان کے صحبت نبی ﷺ کی بدولت حاصل ہے، ان کے بعد آنے والوں میں سے اگر کوئی ان سے یا ان میں سے کسی سے افضل ہو سکتا ہے تو اپنے کثرت اعمال کی بدولت ہو سکتا ہے...[342]

آبی ازہری (1330ھ) کہتے ہیں: یہی وہ افراد ہیں جنھیں آپ ﷺ کا زمانہ نصیب ہوا اور وہ آپ پر ایمان لائے، آپ کا ساتھ دیئے، اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ نازل ہوا تھا، یہی وہ افراد ہیں جنھوں نے نورِ نبی ﷺ سے براہ راست استفادہ کیا تھا، اور آپ کی صحبت کا شرف بھی انھیں حاصل ہوا تھا، ان کا زمانہ ہی سب سے بہترین زمانہ تھا اور ان کی صدی ہی سب سے بہترین

---

(340) عمدۃ القاری: 534/14.

(341) سبل السلام: 127/4.

(342) نیل الأوطار: 229/9.

صدی تھی، اور اسی کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے: تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے والے ہیں، اور اس کے بعد وہ جو ان کے بعد آنے والے ہیں، پھر وہ جو ان کے پیچھے آنے والے ہیں[343].

اللہ کے رسول ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کی پیروی کرنے پر قرآن مجید میں ابھارا گیا ہے، اور یہ بتلایا گیا کہ شریعت کے احکام کو صحابہ کے فہم کے مطابق سمجھنا ہی گمراہی سے محفوظ رہنے کا واحد راستہ ہے، اور یہ خصوصیت ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، نہ اہل بیت کیلئے یہ فضیلت آئی ہے اور نہ ہی بقیہ صالحین کے حق میں یہ فضیلت بیان کی گئی ہے.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[344] (مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے، درآں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی ہو، تو اُس کو ہم اُسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے).

اور یہ مذکورہ آیت بشیر نامی ایک منافق شخص کے حق میں اس وقت نازل ہوئی، جب اس نے نبی ﷺ، اور صحابہ کو چھوڑ دیا اور مشرکین سے جاملا. یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

---

(343) الثمر الدانی: ص/23.

(344) سورہ نساء آیت/115.

﴿ (اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا) ﴾[345] بھی اسی کے حق میں نازل ہوئی[346].

اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ جو صحابہ کرام کے طریقے کی مخالفت کرے وہ قیامت کے دن عذاب الٰہی کا مستحق ہو گا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ایسی فضیلت تو قرآن مجید میں اہل بیت کے حق میں بھی نہیں بیان کی گئی ہے، لیکن اس پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں اور اپنے اعتراض پر دلیل بھی پیش کرتے ہیں لیکن ان دلائل کا تعلق زیادہ سے زیادہ ضعیف اور منکر احادیث سے ہوتا ہے جو استدلال کے قابل نہیں ہوتیں، جیسا کہ وہ عام طور سے حدیثِ سفینہ نوح (نوح کی کشتی والی حدیث) کا تذکرہ کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں: میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کے مانند ہے، جو اس میں سوار ہو جائے وہ نجات پائے اور جو اس سے پیچھے رہ جائے وہ غرق ہو جائے[347].

میں یہ کہتا ہوں کہ صحابہ کرام کے درمیان اجتہادی مسائل میں اختلاف ضرور تھا، لیکن وہ ایک عقیدے کے حامل تھے، اور تمام کے تمام ایک عقیدے پر متفق تھے، جس کی بدولت ان کی پیروی ممکن ہے، جبکہ اہل بیت کا معاملہ اس کے برعکس ہے، ان میں کوئی سلفی ہے تو کوئی وہابی، کوئی صوفی ہے تو کوئی عرفانی تو کوئی خرافی، اسی طرح ان میں کوئی زیدی شیعہ ہے تو کوئی اثنا عشری، کوئی

---

(345) سورہ نساء آیت/116.

(346) جامع ترمذی-حدیث نمبر(3036)، تفسیر الطبری:5/362، بحار الأنوار:18/17، تفسیر التبیان از طوسی:3/316، تفسیر الصافی از کاشانی:1/496، تفسیر نور الثقلین از حویزی:1/548.

(347) اس حدیث کی مکمل تفصیل کیلئے دیکھیں: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ:10/5-حدیث نمبر(4503).

اسماعیلی شیعہ ہے تو کوئی معتزلی، اور کوئی جہمی، اس کے علاوہ جتنے چاہے اتنے فرقے ان میں مل جائیں گے!

صحابہ کرام کے بعد ان اہل بیت کی نہ ہی کوئی خاص کشتی تھی، اور نہ ہی کوئی خاص طریقہ، کہ اگر کوئی چاہے تو اس میں سوار ہو جائے اور ہلاکت سے محفوظ رہے.

اس مسئلے پر اگر بات کی جائے تو بات طویل ہو جائے گی، اس لئے میں اسی بات پر اکتفا کرتا ہوں.

اہل بیت کے نسب کا خیال

چند صفحات قبل جب ہم نے یہ بات ذکر کی تھی کہ اہل بیت کے نسب کا علمائے کرام نے بہت خیال رکھا ہے اور اس کی جانب اپنی جھوٹی نسبت کرنے والوں کا رد کیا ہے تو ہم نے وہاں **امام مالک** (179ھ) کا یہ قول نقل کیا تھا: جو اللہ کے نبی ﷺ کے گھرانے کی جانب اپنی جھوٹی نسبت کرے، اسے مارا جائے اور لوگوں میں مشہور کیا جائے، ساتھ ہی اسے توبہ کرنے تک قید بھی کر دیا جائے، کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے مقام و مرتبے کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے[348].

حافظ سخاوی نے اس پر یہ تعلیق لکھی:

اللہ امام مالک پر رحم کرے، اگر وہ اِس زمانے میں ہوتے تو کیا کہتے جس زمانے میں لوگ بغیر تحقیق ہر چیز کو ثابت کرنے میں جلدی مچاتے ہیں، جبکہ جس چیز کو وہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، ظنِ غالب اس کو صحیح تسلیم نہیں کرتا، وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس پر کیا احکام مرتب ہونے والے ہیں، اور ان کے ذہن و دماغ میں جھوٹی نسبت کرنے والوں کی بابت آئی وعید بھی نہیں رہتی، اور وہ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کے اپنے انتساب پر بھروسہ کرنا چاہیے! اللہ کی قسم یہ درست اور صحیح اصول نہیں ہے.

اور اس امر کی سنگینی کا لحاظ کرتے ہوئے اکثر عدل پسند قاضیوں نے اس کے اثبات اور انکار میں توقف اختیار کیا[349].

---

[348] استجلاب ارتقاء الغرف از سخاوی: 631/2، جواہر العقدین از شریف سمہودی: ص/470-471.

[349] استجلاب ارتقاء الغرف از سخاوی: 632/2. ذیل الصواعق المحرقۃ از حافظ ہیتمی: 689/2.

ہائے ہائے... گویا حافظ سخاوی ہمارے اِس دور کی بات کر رہے ہیں جس میں دعویداروں کی اتنی کثرت ہے کہ صرف **امام موسیٰ کاظم** کی جانب اپنی نسبت کرنے والوں کی تعداد پورے قریش کی جانب نسبت کرنے والوں سے زیادہ ہو گئی ہے!!.

مگر یہ اللہ کا دستور اور اس کی حکمت ہے کہ وہ پہلے ہی مرحلے میں کسی کو ذلیل اور رسوا نہیں کرتا[350].

نسب کے معاملے میں بھروسہ مند افراد کے اوصاف بیان کرتے کرتے ہوئے **ابن عنبہ** (828ھ) لکھتے ہیں:

(نسب کے معاملے میں اسی شخص پر بھروسہ کیا جائے گا جو متقی ہو، کیونکہ اگر وہ متقی ہو گا تو نسب پر رشوت نہیں لے گا، اور اگر متقی نہ ہو تو وہ رشوت لے کر جھوٹا نسب بنا سکتا ہے، جیسا کہ **ابو حرب بن منقذی** کا حال تھا کہ وہ رشوت لے کر نسب لگایا کرتا تھا، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شخص سچا ہو تاکہ نسب کی خاطر وہ جھوٹ کا سہارا نہ لے، اور ساتھ ہی وہ ہر قسم کی بری عادت اور خصلت سے محفوظ ہو، تاکہ لوگوں میں اس کا ایک اونچا مقام ہو، اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ بے باک اور خوددار بھی ہو، تاکہ حق گوئی میں وہ کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھے اور نہ ہی کوئی اسے باطل پر آمادہ ہی کر سکے[351].

شریف احمد ضیاء عنقاوی مصر میں اہل بیت کے نسب کے ساتھ جو کھلواڑ کیا گیا، اور سادات کے نسب کا خیال رکھنے والی کمیٹی کو جو برطرف کر دیا گیا اس کا حال اور اس کی دوبارہ بحالی کا حال ذکر

---

(350) تدریب الراوی: 331/1.

(351) عمدۃ الطالب: ص/16.

کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (مصر میں سادات کے نسب کا خیال رکھنے والی کمیٹی اس کے نگران سید محمد بلاوی کی موت کے بعد جب 1372ھ موافق 1953م میں برطرف کردی گئی تو میں نے دیکھا کہ آل بیت کے نسب کے ساتھ بہت بے اعتنائی برتی جارہی ہے، اور جھوٹے دعویداروں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے تو میں نے اپنے ایمان کا یہ تقاضہ سمجھا کہ اس کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے، لہٰذا میں نے اس مسئلے کو میڈیا میں اٹھایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمیٹی دوبارہ بحال کی گئی، اور محمود کامل یاسین کو اس کا نگران مقرر کیا گیا، لیکن جب اس کے نگران محمود کامل کی وفات کے بعد اس کمیٹی کی حالت دوبارہ خراب ہوگئی تو میں نے دور رہنے ہی میں عافیت سمجھی، کیونکہ بہت سارے احباب نے نسب کے اثبات میں تساہل سے کام لینا شروع کردیا!! اور میں نبی ﷺ اور آپ کے اہل بیت کے نسب پر مضامین لکھنے میں مشغول ہوگیا[352].

اور جب نسب کے اثبات میں تساہل سے کام لیا جانے لگا تو بعض جھوٹے دعویداروں کو اچھا موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے خواب، کشف اور الہام کا سہارا لے کر اہل بیت کی جانب اپنی نسبت کرنی شروع کردی!!. جبکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ چاہے اہل بیت کی جانب انتساب کرنا ہو یا کسی دوسرے کی جانب، مذکورہ بالا امور سے نہ کسی کا نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی باطل ہوتا ہے.

یہی وجہ ہے کہ ایک مشہور و معروف صوفی **ابوالحسن شاذلی**[353](656ھ) نے ادارسہ[354] کی جانب جب اپنی نسبت کی تو اس پر نکیر کی گئی، کیونکہ انھوں نے اس نسب کو ثابت کرنے کی خاطر صرف اپنے استاذ کے کشف کا سہارا لیا تھا[355].

---

(352) الاشراف فی معرفۃ المعتنین بتدوین أنساب الأشراف: ص/56.

(353) آپ ہی شاذلی طریقہ کے بانی ہیں، آپ کا نام علی بن عبداللہ بن عبدالجبار بن تمیم شاذلی مغربی ہے. (تاریخ الاسلام از ذہبی: 273/48، الأعلام اززرکلی: 305/4).

اسی کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں: یہ نسب نہ صحیح ہے اور نہ ہی ثابت ہے، بلکہ مجہول ہے، اور بہتر یہی ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے[356].

(354) حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کی اولاد سے تعلق رکھنے والا ایک بڑا خاندان ہے، جن کی مغرب اقصیٰ میں حکومت قائم تھی، اور یہ حکومت ادریس بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابو طالب کی جانب منسوب ہے، اور یہی اس حکومت کا بانی تھا، جس نے عباسی حکومت سے زک کھائی تھی اور 172ھ مغرب اقصیٰ کا رخ کیا تھا، اس نے قوم بربر کو اپنے جھنڈے تلے جمع کیا، اور اسی سال اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا، اور اس کی حکومت 177ھ تک قائم رہی، یہاں تک کہ اسے زہر دے کر مار دیا گیا.

(355) الأعلام از زرکلی: 305/4.

(356) تاریخ الاسلام از ذہبی: 273/48.

بے نسل کی نسل بن جانا درست نہیں!

نسب بیان کرنے والے علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں بہت سارے ان عرب قبائل کا ذکر کیا ہے جن کی نسل باقی نہیں رہی، اور خاص طور سے انھوں نے قبیلہ قریش کے نسب کا بڑا اہتمام کیا ہے، انھوں نے قریش کے تمام گھرانوں کی تفصیل قلمبند کی ہے اور یہ بھی بتلانے کی کوشش کی ہے کہ کس کی نسل باقی رہی اور کس کی نسل ختم ہو گئی.

استاذ علی مطروشی نے اپنی کتاب (المواہب اللطیفۃ فی الأنساب الشریفۃ) میں قریش سے تعلق رکھنے والے ان چند افراد کی مثال پیش کی ہے جن کی نسل باقی نہ رہی. جن میں سے چند یہ ہیں:

1- **قیس بن غالب بن فہر کی اولاد:** ان کے سب سے آخری فرد کا ہشام بن عبد الملک کی خلافت میں عراق میں انتقال ہو گیا، اور ان کی وراثت ویسے ہی پڑی رہی کیونکہ لؤی بن غالب کی بہت ساری اولاد ہونے سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون اس وراثت کا زیادہ حقدار ہے.

2- **عبد بن قصی بن کلاب کی اولاد:** یہ بنو عبد مناف کے بھائی ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی، اور ان کی نسل باقی بھی نہ رہی، بلکہ ان کے آخری فرد کا انتقال عباسی دور کے ابتدائی ایام میں ہوا اور ان کی وراثت قصی بن کلاب کے تین بیٹوں میں تقسیم کر دی گئی.

3- **ہاشم بن عبد مناف کی اولاد میں سے چار بیٹے:** ہاشم کے پانچ لڑکے تھے، اور وہ: **عبد المطلب، أسد، نضلہ، صیفی** اور **ابو صیفی** ہیں. ان میں سے صرف عبد المطلب کی نسل ہی باقی رہی، بقیہ چاروں کی نسل باقی نہ رہی، اور اس کی تفصیل یہ ہے:

* صیفی کی کوئی اولاد نہیں تھی.

* اسد بن ہاشم کا ایک لڑکا (حنین) اور دو لڑکیاں تھیں، اور حنین کا ایک لڑکا تھا جس کا نام عبداللہ تھا، اور اس عبداللہ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، اس طرح اسد بن ہاشم کی نسل کا خاتمہ ہو گیا.

* نضلہ بن ہاشم کا صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام ارقم تھا، اور اس ارقم کی صرف لڑکیاں ہی تھیں، اس طرح یہ نسل بھی باقی نہ رہی.

* اَبو صیفی کے تین بیٹے تھے جن میں ایک کا سن صغر ہی میں انتقال ہو چکا تھا، اور ایک لڑکی تھی، لیکن انساب کی کتابوں میں ان کی اولاد کی کوئی تفصیل نہیں ملتی، ہاں اتنا بیان ملتا ہے کہ ابو صیفی کی اولاد باقی نہ رہی[357].

امام قتیبہ اپنی کتاب (المعارف) میں لکھتے ہیں: میں نے بہت سارے ایسے اشراف کو دیکھا ہے جو اپنا نسب ہی نہیں جانتے، اور بہت سے اچھے حسب کا دعوی کرنے والے اپنے اسلاف کو تک نہیں پہچانتے، اور قریش کی جانب اپنی نسبت کرنے والے نبی ﷺ کے ساتھ اپنی قرابتداری کی نسبت سے تک واقف نہیں، اور یہی حال بہت سے صحابہ کرام کی جانب اپنی نسبت کرنے والوں کا بھی ہے، اور میں نے عجم کے کئی حکمرانوں کو دیکھا جو اپنے آباء واجداد کا علم تک نہیں رکھتے، اور جس خاندان اور گھر سے وہ اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں اس گھرانے کے قبیلے سے وہ بے خبر ہوتے ہیں.

اور میں نے بہت سارے ایسے افراد کو بھی دیکھا ہے جو اپنے نسب کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے یہی وجہ ہے کوئی ایسے شخص کی جانب اپنی نسبت کر جاتا ہے جس کی نسل باقی نہیں رہی، مثلا میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی جانب اپنی نسبت کرتا ہے، جبکہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اولاد باقی نہ رہی، اور دوسرے کو دیکھا جو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نسل

---

[357] المواہب اللطیفۃ فی الأنساب الشریفۃ: ص/27.

سے ہونے کا دعوی کرتا ہے جبکہ آپ کی نسل بھی باقی نہ رہی، اور ایک تیسرے کو دیکھا جو مامون کے دربار میں حاضر ہوا اور مامون سے جب گفتگو کیا تو اس کی گفتگو بڑی اچھی لگی، مامون نے اس سے نسب دریافت کیا تو اس نے کہا: میں قبیلہ طیء سے تعلق رکھتا ہوں اور عدی بن حاتم کی اولاد سے ہوں، اس پر مامون نے سوال کیا: کیا ان کی حقیقی اولاد سے ہو؟ کہا: ہاں. اس کے جواب پر مامون نے کہا: افسوس ہے تم پر! تم بھٹک گئے ہو، کیونکہ ابو طریف کی اولاد تو باقی ہی نہ رہی[358].

مؤرخین اور علمائے انساب نے بہت سارے ان افراد کا ذکر کیا ہے جن کی نسل باقی نہ رہی، مثلاً جلیل القدر صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان کی جانب بھی جھوٹی نسبت کرنے والوں نے اپنی نسبت کی ہے. جیسا کہ آپ جب تاریخ کی ورق گردانی کریں گے تو آپ کو ایک شخص **مجد الدین عمر بن حسن بن علی بن جمیل** نظر آئے گا جو (**ابن دحیہ**) کے نام سے معروف ہے.

ابو عبداللہ أبار کہتے ہیں: اس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے، اور ابو البسام حسینی کے نواسوں سے تعلق رکھتا ہے[359].

امام ذہبی نے لکھا ہے: جمیل کا نام محمد بن فرح بن خلف بن قومس بن مزلال بن ملال بن أحمد بن بدر بن دحیہ بن خلیفہ الکلبی الدانی السبتی ہے، اس طرح اس نے اپنا نسب بیان کیا ہے، جبکہ

---

[358] المعارف: ص/2 (مقدمہ).

[359] سیر أعلام النبلاء: 389/22.

صحت اور اتصال سے اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں! اور وہ اپنے آپ کو دو نسب والا لکھا کرتا تھا، یعنی دحیہ کلبی اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتا تھا[360].

امام ذہبی نے اس کے متعلق **ابن عنین** کا ایک عربی شعر نقل کیا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

دحیہ کی نسل باقی نہ رہی، تو بھلا کیوں ان کی جانب تو اپنی جھوٹی نسبت کرتا ہے؟ جو صحیح بات ہے وہ یہی ہے کہ تو کلبی نہیں بلکہ کلب (کتے) کی نسل سے تعلق رکھتا ہے[361].

اہل بیت کے وہ افراد جن کی نسل باقی نہ رہی ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں، مؤرخین کرام اور علمائے انساب نے ان کے نام بھی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں، جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

1- حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد:

حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین بیٹے تھے، ان میں ایک کا نام عمارہ[362]، اور دوسرے کا نام یعلی[363] تھا، اور دونوں ہی سے آپ کی کنیت مشہور ہے، اور تیسرے بیٹے کا نام عامر ہے، ان میں سے صرف یعلی ہی کے یہاں مرد بچے ہوئے، ان کے پانچ لڑکے تھے، لیکن ان پانچوں کی کوئی نسل باقی نہ رہی، اسطرح ان کے انتقال کے بعد حمزہ رضی اللہ عنہ کی نسل ختم ہو گئی.

---

(360) ایضاً.

(361) سیر أعلام النبلاء: 391/22.

(362) آپ کی والدہ خولہ بنت قیس بن قہد النجاریۃ الخزرجیۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا ہیں.

(363) آپ عامر کے حقیقی بھائی ہیں، اور دونوں کی والدہ انصاری خاتون ہیں.

مصعب الزبیری نے کہا: حمزہ بن عبد المطلب کی اولاد میں سے صرف اکیلے یعلی کی نسل باقی رہی، ان کے پانچ لڑکے تھے لیکن سب کے سب بے نسل انتقال کر گئے، اسطرح حمزہ رضی اللہ عنہ کی نسل ختم ہو گئی[364].

2-عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے قثم اور عبد الرحمٰن.

حافظ ذہبی نے قثم کے متعلق یہ لکھا ہے: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے، آپ صحابی ہیں، اور آپ سے روایات بھی مذکور ہیں، لیکن آپ کی نسل باقی نہ رہی[365].

اور عبد الرحمن کے متعلق یہ لکھا ہے: آپ کا ملک شام میں انتقال ہوا اور آپ کی نسل باقی نہیں[366].

3- حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے جعفر اور عبد اللہ[367].

4- علی بن حسین (زین العابدین) کے دو بیٹے محمد الأوسط اور قاسم[368].

5-یحیی بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ.

---

(364) الوافی بالوفیات: 14/29.

(365) تاریخ الاسلام: 288/4.

(366) سیر أعلام النبلاء: 84/2.

(367) سیر أعلام النبلاء: 321/3.

(368) سیر أعلام النبلاء: 321/3.

حافظ ذہبی نے کہا: یحیی نے خراسان میں انقلاب لانے کو شش کی، اور قریب تھا کہ وہ اس پر قبضہ کر لیتے، ابن سعد نے کہا ہے: آپ کو سلم بن أحوز نے قتل کر دیا، آپ کی والدہ ریطہ بنت عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ ہیں، ہیثم نے کہا: یحیی کی نسل باقی نہ رہی [369].

6- حسن (عسکری) بن علی بن محمد بن علی بن موسی بن جعفر (الصادق) رضی اللہ عنہ.

اکثر اہل علم [370] کا کہنا ہے کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کا کوئی لڑکا نہ تھا، اسی وجہ سے جعفر (الزکی) [371] آپ کی وراثت کے مستحق ہوئے.

شیخ محب الدین الخطیب (1389ھ) نے اپنی کتاب (الخطوط العریضة) میں علمائے کرام کی رائے بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے: محمد بن حسن عسکری کی شخصیت ایک خیالی شخصیت ہے، جن کی جھوٹی نسبت حسن عسکری کی جانب کی گئی ہے، جبکہ حسن عسکری کی کوئی اولاد ہی نہ تھی، اسی وجہ سے جب حسن عسکری کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی جعفر ان کی مکمل وراثت کے حقدار ہوئے، حسن عسکری کے زمانے میں علویین [372] کا خاص دفتر تھا، اور اس کا ایک نگران بھی تھا، اگر کسی علوی کے ہاں کوئی

---

(369) سیر أعلام النبلاء: 391/5.

(370) ان میں مشہور یہ ہیں: امام المؤرخین ابن جریر طبری، امام یحیی بن صاعد، امام عبدالباقی بن قانع، علامہ ابن حزم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ زرندی حنفی، اور حافظ ابن کثیر.

(371) غلو کرنے والوں نے آپ کے ساتھ گستاخانہ رویہ اپنایا اور جھوٹ کی نسبت آپ کی جانب کرتے ہوئے آپ کو (جعفر الکذاب) کا نام دیا!

(372) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کرنے والوں کو علوی کہا جاتا ہے.

بچہ پیدا ہوتا تو اس میں درج کر دیا جاتا تھا، لیکن اس دفتر میں حسن عسکری کی کسی اولاد کا تذکرہ نہیں ملتا، اور نہ ہی حسن عسکری کے دور کے علوی یہ جانتے تھے کہ آپ کا کوئی لڑکا بھی ہے[373].

شیخ محب الدین نے جو بات کہی ہے وہ واقعی قابل توجہ ہے، کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں کہ حسن عسکری کا ان کی کسی لونڈی سے لڑکا تولد ہو اور اس دور کے علویوں کے نقیب اور تمام علویین کو اس کی کوئی خبر ہی نہ ہو، اس پر مستزاد یہ کہ اس لڑکے کی خبر **حکیمہ**[374]، یا **محمد بن عثمان العمری**[375]، یا **حسین بن روح**[376] جیسے اشخاص دیں.

---

[373] الخطوط العریضۃ: ص/83.

[374] کہا جاتا ہے کہ آپ حسن عسکری کی پھوپھی ہیں، ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب (کمال الدین: ص/424) میں آپ کا یہی نام ذکر کیا ہے، جبکہ طوسی نے اپنی کتاب (الغیبۃ: ص/138-146) میں آپ کا نام حکیمہ نہیں بلکہ خدیجہ ذکر کیا ہے، لہٰذا آپ کا نام اور آپ کا حال سب مجہول ہے!.

[375] ابن مطہر حلی (خلاصۃ الأقوال: ص/433) میں ذکر کرتے ہیں کہ احمد بن ہلال کرخی جو کہ امام ہادی اور امام عسکری کے ساتھیوں میں سے ہیں اور اپنے دور کے بغداد کے شیعہ کے شیخ ہیں، انھوں نے **محمد بن عثمان بن سعید العمری** کے متعلق کہا کہ ان کے مہدی منتظر کے نائب ہونے کی کوئی دلیل امام حسن عسکری کی جانب سے موجود نہیں ہے، اس پر ان سے یہ کہا گیا: کیا آپ ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید کی بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان کو مفترض الطاعۃ امام نے نائب مقرر کیا ہے، آپ نے کہا: میں نے تو ان کو وکیل مقرر کرتے ہوئے بھی نہیں سنا ہے، ہاں میں ان کے والد عثمان بن سعید کا انکار نہیں کر رہا ہوں، لیکن میں ابوالقاسم کو مہدی منتظر کا وکیل کہنے کی تک جسارت نہیں رکھتا ہوں، اس پر لوگوں نے کہا: آپ کے علاوہ دوسروں نے تو سنا ہے، تو آپ نے کہا: یہ تم جانو اور یہ تمہارا معاملہ ہے، اس پر لوگ کھڑے ہوئے اور محمد بن عثمان پر لعنت کئے اور اس سے اپنی براءت کا اظہار کئے، اس کے بعد ابوالقاسم حسین بن روح کی دستخط کے ساتھ محمد بن عثمان پر لعنت کرنے کا حکم صادر ہوا!!.

[376] محمد بن علی شلمغانی ان کے مہدی منتظر کے نائب بننے اور لوگوں سے خمس جمع کرنے میں منافست کرنے کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم جب **ابوالقاسم حسین بن روح** کے ساتھ اس معاملے میں شامل ہوئے تو ہمیں پتہ تھا کہ ہم کیا کر رہے ہیں، ہم تو جس طرح کتا مردار پر ٹوٹ پڑتا ہے ہم اسی طرح لوگوں کے مال پر ٹوٹ پڑتے تھے. (کتاب الغیبۃ: ص/241).

میں نے محمد بن حسن عسکری کی شخصیت پر ایک خاص رسالہ ترتیب دیا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اس کو جلد سے جلد زیور طباعت سے آراستہ کرے.

غلو کیا ہے؟

غلو اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے، اور یہ تین حروف (غ، ل، و) کا مجموعہ ہے.

ابن فارس کہتے ہیں: یہ تین حروف اور ان حروف سے بننے والے جتنے بھی مشتقات ہیں، سب میں ارتفاع اور حد سے تجاوز کا معنی پایا جاتا ہے، جیسے اگر یہ کہا جائے (غَلاَ السَّعْرُ) تو اس کا معنی ہو گا کہ قیمتیں بڑھ گئی ہیں، اور اگر کہا جائے (غَلا الرجلُ فِي الأمرِ غُلواً) تو اس کا معنی ہو گا: آدمی نے حد سے تجاوز کیا[377].

ابن منظور نے بھی اپنی کتاب (لسان العرب) میں یہی معنی ذکر کیا ہے[378].

فضل بن زیاد القطان نے امام احمد بن حنبل کے پاس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (إِيَّاكُمْ وَالغُلُوَّ: تم غلو سے بچو) کے متعلق یہ لکھ بھیجا کہ اس حدیث میں غلو کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا: اس سے مراد حد سے تجاوز کرنا ہے، چاہے یہ حد سے تجاوز کرنا (غلو کرنا) محبت میں ہو یا نفرت میں[379].

امام تقی الدین ابن تیمیہ کہتے ہیں: حد سے تجاوز کرنے کا نام ہی غلو ہے، چاہے یہ حد سے تجاوز کرنا کسی کی تعریف میں ہو یا کسی کی مذمت بیان کرنے میں ہو[380].

---

(377) معجم مقاییس اللغۃ—مادہ-(غلو).

(378) لسان العرب-مادہ-(غلا).

(379) بدائع الفوائد:88/5.

(380) اقتضاء الصراط المستقیم:237/4.

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کی تعریف یہی بیان کی ہے کہ کسی بھی چیز کی قدر گھٹانے اور بڑھانے میں حد سے تجاوز کرنے کا نام غلو ہے[381].

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ نے اس غلو کی حد بندی اور پہچان بیان کرتے ہوئے کہا: اللہ کے احکام سے تجاوز کرنا غلو ہے، اور اسی کو طغیان کہا جاتا ہے، جس سے اللہ نے منع کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي﴾[382] (اور اس میں حد سے آگے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا)[383].

اور حق، افراط اور تفریط کے درمیان ہے. یعنی کسی بھی امر میں نہ مبالغہ کیا جائے اور نہ ہی اس کی قدر کو گھٹایا جائے، بلکہ جو اس کا حقیقی مقام ہے وہ اس کو عطا کیا جائے.

ایک شخص نے خط لکھ کر **خلیفہ عمر بن عبدالعزیز** سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے اسے لکھا: کچھ لوگوں نے اس میں کمی کرڈالی تو وہ جفاکار ٹھہرے، اور کچھ لوگوں نے زیادتی کی تو وہ غلو کا شکار ہوگئے، اور اگلے لوگ[384] ان دونوں انتہاؤں کے بیچ سیدھی راہ پر رہے[385].

حسن بصری کہتے ہیں: غلو اور جفا کے درمیان جو راہ ہے وہی تمہاری راہ ہے[386].

---

(381) فتح الباری: 278/13.

(382) سورہ طٰہٰ: آیت/81.

(383) تیسیر العزیز الحمید: ص/265.

(384) یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین.

(385) سنن ابوداود- کتاب السنۃ- باب لزوم السنۃ- حدیث نمبر (4614).

(386) دارمی: 63/1- نمبر (222)- مقدمہ- باب فی کراھیۃ أخذ الرأی.

امام ابن قیم کہتے ہیں: اللہ نے اگر کسی بات کا حکم دیا ہے تو شیطان نے اس میں بہکانے کے دو طریقے اپنائے، یا تو وہ تفریط اور خلو پر ابھارتا ہے، یا تو غلو اور افراط کا حکم دیتا ہے، جبکہ اللہ کا دین غلو اور خلو دونوں کے درمیان ہے، جیسا کہ ایک وادی دو پہاڑوں کے بیچ ہوتی ہے، اسی طرح وسطیت (میانہ روی) دو انتہاؤں (حدوں) کے بیچ ہے، غلو کرنے والے اور حق تلفی کرنے والے دونوں ہی حکم الٰہی کو ضائع کرنے والے ہیں، کیونکہ ایک غلو کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرتا ہے تو دوسرا واجب حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے[387].

علامہ شنقیطی کہتے ہیں: علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ حق نہ افراط میں ہے اور نہ ہی تفریط میں، بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے، اور مطرّف بن عبداللہ کے قول: (نیکی، دو گناہوں کے درمیان ہے)[388] کا یہی معنی ہے۔ جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جو افراط اور تفریط سے اجتناب کرے وہی ہدایت پر ہے[389].

---

(387) مدارج السالکین: 2/496.

(388) الاستذکار: 2/88، غریب الحدیث از ابن سلام: 2/29.

(389) تفسیر أضواء البیان: 1/494.

دین میں غلو ہلاکت کا باعث ہے

اسلام کی آمد کا یہ مقصد ہے کہ وہ انسان کو نفس پرستی اور غیر اللہ کی عبادت سے آزاد کرے، ساتھ ہی اسے موروثہ فرسودہ باطل عقائد،اور بندوں کی عبادت سے نکال کر ان کے رب کی عبادت کی جانب لے آئے.

اور یہی وہ بات ہے جس کا اظہار رُبعی بن عامر نے ایران کے قائد رستم کے سامنے کیا تھا،انھوں نے رستم کے سامنے دوٹوک الفاظ میں یہ کہا تھا: ہمیں اللہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ وہ ہماری بدولت جسے چاہے بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت،اور باطل ادیان کے ظلم وجور سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف کی جانب لے آئے[390].

اور قرآن مجید سے بڑھ کر آپ کو دوسری کوئی ایسی کتاب نہیں ملے گی جس نے غلو اور شخصیت پرستی سے اس قدر روکا ہو،یہی وہ کتاب ہے جس نے فکر انسانی کو آباء واجداد کی اندھی تقلید سے آزاد کیاہے،اور کئی آیات میں ان لوگوں کو جانور سے تشبیہ دی ہے جو اپنی عقل کو صحیح استعمال نہیں کرتے،فرمان الٰہی ہے:﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴾[391] (یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے).

---

[390] تاریخ طبری:34/3،الکامل فی التاریخ:413/1.

[391] سورہ انفال: آیت/22.

نیز فرمایا: ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾[392] (اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں)۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا﴾[393] (کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے)۔

اس کے علاوہ دین میں غلو کرنے کی ممانعت، کئی احادیث میں بھی آئی ہے، جن میں سے چند احادیث یہ ہیں:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی امتوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا[394]۔

---

(392) سورہ اعراف: آیت/179۔

(393) سورہ فرقان: آیت/44۔

(394) مسند احمد – حدیث نمبر (3248)، سنن نسائی - حدیث نمبر (3057)، سنن ابن ماجہ - حدیث نمبر (3029)، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری شان میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کیا ہے، میں تو اس (اللہ) کا ایک بندہ ہوں، لہٰذا تم (میرے بارے میں) کہو: اللہ کا بندہ اور اس کا رسول[395].

آپ ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے: تم میری جھوٹی تعریف نہ بیان کرو، اور نہ ہی میری تعریف میں حد سے تجاوز کرو، جیسا کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں حد سے تجاوز کیا اور آپ کو معبود قرار دے دیا، اگر میرا وصف بیان کرنا ہو تو وہی وصف بیان کرو جو وصف میرے رب نے میرے حق میں بیان کیا ہے کہ میں اللہ کا ایک بندہ اور اس کا رسول ہوں.

یہی وجہ ہے کہ جب بنو عامر کے وفد میں سے کسی نے آپ ﷺ سے یہ کہا: آپ ہمارے سید ہیں، تو اللہ کے نبی ﷺ نے اس سے عرض کیا: سید تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اس پر ان لوگوں نے کہا: آپ ہم میں سب سے افضل ہیں، اور دوستوں کو نوازنے اور دشمنوں پر فائق ہونے میں سب سے عظیم ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کہتے ہو کہو، یا اس میں سے کچھ کہو، (البتہ) شیطان تمھیں میرے سلسلے میں جری نہ کردے (کہ تم ایسے کلمات کہہ بیٹھو جو میرے لئے زیبا نہ ہوں)[396].

---

[395] صحیح بخاری - حدیث نمبر (3445).

[396] سنن ابوداود — حدیث نمبر (4806) - البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے.

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اِن لوگوں نے اللہ کے نبی ﷺ کے متعلق یہ کہا: اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند، اور اے ہمارے سید اور سید کے فرزند، اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے کہا: اے لوگو! تم اپنی یہی بات کہو، (لیکن یہ دھیان رکھو) کہیں تمہیں شیطان دھوکے میں مبتلا نہ کردے، میں یہ نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام سے بلند کرو جو مقام مجھے میرے رب نے عطا کیا ہے، میں محمد بن عبداللہ ہوں، اور اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں[397].

اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو ان الفاظ (أنتَ سيِّدُنا، خَيْرُنا، أفْضَلُنا، اور أعْظَمُنا: یعنی آپ ہمارے سید، ہم میں سب سے بہتر، ہم میں سب سے افضل، اور ہم میں سب سے عظیم ہیں) کے ساتھ آپ کی تعریف کرنے سے منع نہیں کیا، لیکن انھیں روکا اور آگاہ کیا تاکہ شیطان انھیں اپنے دھوکے میں مبتلا نہ کردے[398].

یعنی ان الفاظ کے استعمال کو بھی رسول اللہ ﷺ نے مبالغہ کے خوف سے ناپسند کیا، ساتھ ہی شیطان کی چال سے بھی انھیں آگاہ کیا، اور بتلایا کہ تعریف کرتے ہوئے بھی شیطان سے ہوشیار رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں تعریف کے بہانے غلو میں مبتلا کردے، اس کے علاوہ آپ ﷺ نے انھیں ادب بھی سکھلایا اور تعریف کا انداز بھی بتلایا اور کہا اگر میری تعریف کرنا ہی ہے تو میرے حق میں سب سے بہترین تعریف یہ ہے کہ تم کہو: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں.

---

(397) السنن الکبریٰ از نسائی-حدیث نمبر (10077)، مسند احمد بلفظ آخر-حدیث نمبر (13596)، شعیب أرنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند مسلم کے شرط کے مطابق صحیح ہے.

(398) اللہ کے نبی ﷺ نے (السید) کہنے سے منع کیا اور (سیدنا) کہنے سے منع نہ کیا. آخر اس کی کیا وجہ ہے، تفصیل کیلئے دیکھیں: (القول المفید علی کتاب التوحید: 2/514-515).

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ کا سب سے اونچا مقام، مقامِ عبدیت اور مقامِ رسالت ہے، اسی لئے اللہ نے جہاں بندوں کو چیلنج کیا ہے وہاں اکثر اللہ کے نبی ﷺ کے ان ہی دونوں اوصاف میں کسی وصف کو بیان کیا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

1-:﴿وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾[399] (اور اگر تمہیں اِس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ)۔

2-:﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾[400] (پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک)۔

3-:﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ﴾[401] (تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی)۔

4-:﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾[402] (نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے نذیر ہو)۔

5-: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ﴾[403] (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔

---

(399) سورہ بقرۃ: آیت/23.

(400) سورہ بنی اسرائیل/الاسراء: آیت/1.

(401) سورہ کہف: آیت/1.

(402) سورہ فرقان: آیت/1.

6-: ﴿وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ [404](اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے کھڑا ہوا تو لوگ اُس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہو گئے).

آپ ﷺ کی تعظیم کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے، آپ کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے، جن امور سے آپ نے منع کر دیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے، اور آپ ﷺ کے قول کو تمام مخلوق کے قول پر مقدم رکھا جائے، درود و سلام ہو اس پاک ہستی پر جس نے اپنی امت کو نصیحت کیا، اندھیروں کو دور کیا، پیغامِ رسالت امت تک پہونچایا، اور ان تمام وسائل کا خاتمہ کیا جو غلو کے دلدل میں ڈھکیلنے والے ہیں، اور اس بات سے آگاہ کر دیا کہ تم تعریف میں بھی حد میں تجاوز نہ کرو، اور عیسائیوں کی روش نہ اختیار کرو، جنھوں نے عیسیٰ کی شان میں غلو کیا اور انھیں معبود بنا دیا، اور ان کے متعلق کہا کہ وہی اللہ، یا اللہ کے بیٹے، یا تینوں میں سے ایک ہیں، جبکہ اللہ کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے [405].

بعض صالحین بھی اپنی غفلت یا جہالت کی وجہ سے کس طرح دین میں غلو کا شکار ہو جاتے ہیں، اس کا ذکر کرتے ہوئے **امام تقی الدین ابن تیمیہ** کہتے ہیں: اکثر و بیشتر صوفیاء کرام عیسائیوں کی طرح دین میں غلو اور گمراہ لوگوں کی طرح خواہشات نفسانی کی پیروی کا شکار ہو جاتے ہیں. گرچہ ان میں بھلے لوگ موجود ہیں، لیکن محبت الہی کی خاطر جو بدعات انھوں نے ایجاد کی ہیں وہ گمراہی ہیں، کیونکہ ان بدعات کی وجہ سے وہ رب سے قریب نہیں بلکہ راہ راست سے اور دور

---

(403) سورہ فتح: آیت/29.

(404) سورہ جن: آیت/19.

(405) الصواعق المرسلۃ الشہابیۃ: ص/30-31، تحقیق: عبدالسلام بن برجس ؒ.

ہوتے جاتے ہیں، اور اس کا سبب کتاب اللہ سے غفلت ہے، کیونکہ وہ اس کو نہ ہی سنتے ہیں، نہ ہی اس پر غور و فکر کرتے ہیں، اور نہ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں.

اور اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۝ وَلَن يَنفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذ ظَّلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ﴾[406] (جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا رفیق بن جاتا ہے، یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں، آخر کار جب یہ شخص ہمارے ہاں پہنچے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا، "کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، تُو تو بدترین ساتھی نکلا"، اُس وقت اِن لوگوں سے کہا جائے گا کہ جب تم ظلم کر چکے تو آج یہ بات تمہارے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہے کہ تم اور تمہارے شیاطین عذاب میں مشترک ہیں).

اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ﴾[407] (اس کے بعد اے نبی ﷺ، ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے لہٰذا آپ اسی پر چلیں اور نادانوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے، ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے).

---

[406] سورہ زخرف: آیت/36-39.

[407] سورہ جاثیہ: آیت/18-19.

پس شریعت وہی ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس کے مقابلے میں کسی قسم کی محبت، ذوق اور وَجد جس کی شریعت میں اجازت نہیں، کوئی معنی نہیں رکھتے، اور نہ ہی ان کو شریعت کا درجہ حاصل ہے، بلکہ یہ نادانوں کی خواہشات ہیں، اور جو چیزیں اللہ کو محبوب ہیں اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، جس کا علم ہمیں حاصل کرنا ضروری ہے.

اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے: ﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[408] (بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں)، اور ایک دوسری آیت میں یوں ارشاد ہوا: ﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ﴾[409] (اب اگر وہ تمہارا یہ مطالبہ پورا نہیں کرتے تو سمجھ لو کہ دراصل یہ اپنی خواہشات کے پیرو ہیں، اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو الٰہی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات کی پیروی کرے؟).

اگر کوئی شخص اپنے ذوق اور وَجد کی بغیر ہدایت اور علمِ شرعی پیروی کرتا ہے، تو کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس شخص کی پیروی کرے اور اس شخص کے محبوب امور کی جانب لوگوں کو دعوت دے اور یہ سمجھے کہ یہی دین ہے، اور جن امور سے یہ شخص منع کرتا ہے اس سے رکے اور اسی کو دین سمجھے، بلکہ ہر شخص پر یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ کی شریعت کو دیکھے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہونچایا ہے، اور کسی بھی شخص کی بات شرعی احکام کی رعایت کرتے ہوئے قبول

---

[408] سورہ انعام: آیت/119.

[409] سورہ قصص: آیت/50.

کرے یا رد کرے، اس کے بر خلاف اگر کوئی ہدایت الٰہی کو پس پشت ڈال کر اپنی یا کسی کی پسند اور مرضی کی پیروی کرتا ہے تو وہ نفس کی پیروی کرنے والا ہے[410].

[410] الاستقامۃ از ابن تیمیہ: 1/252-253.

غلو، بیوقوفی اور جہالت ہے

امام ابن قیم الجوزیہ اپنی کتاب (مدارج السالکین) میں لکھتے ہیں: غلو کرنا یا حق تلفی کرنا، دونوں ہی بے ادبی ہیں، اور ادب یہ ہے کہ آدمی ان دونوں انتہاؤں کے بیچ کی راہ اختیار کرے، نہ شرعی حدود کو پامال کرے، اور نہ ہی اس سے تجاوز اختیار کرے، کیونکہ شرعی حدود کی پامالی اور اس سے تجاوز دونوں ہی سرکشی ہے، اور اللہ تعالی سرکش لوگوں کو پسند نہیں کرتا، اور سرکشی، بے ادبی ہے[(411)].

ابن قیمؒ کے اس قول کے مطابق غلو اور جفا دونوں ہی بے ادبی ہیں، اور حقیقت میں یہ اللہ کی اور اس فرد کی بے ادبی ہے جس کی شان میں غلو کیا جا رہا ہے، یا اس کے مقام کو گھٹایا جا رہا ہے.

لیکن غلو کرنے والے اور حق تلفی کرنے والے کے درمیان اتنا فرق ہے کہ غلو کرنے والے میں بیوقوفی اور جہالت نمایاں ہوتی ہے، تو حق تلفی اور جفاکشی کرنے والے میں سخت دلی، قسوتِ قلبی اور دشمنی عیاں ہوتی ہے.

اور بیوقوفی ایک قدیم لاعلاج مرض ہے، اور جس شخص کو یہ بیماری لاحق ہو جائے اس کے شفاء کی امید بہت کم ہی ہوتی ہے، یہاں تک کہ امام اوزاعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے کسی نے یہ عرض کیا: اے روح اللہ! آپ مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ کہا: ہاں، اللہ کی اجازت سے، پھر اس نے عرض کیا: کیا آپ اندھوں کو بینا

---

(411) مدارج السالکین: 443/2.

کرتے ہیں؟ کہا: ہاں، اللہ کی اجازت سے، پھر اس نے یہ عرض کیا: تو بیوقوفی کا کیا علاج ہے؟ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس بیماری کے علاج سے میں عاجز ہوں[412].

کسی حکیم کا قول ہے: اگر کوئی تمہیں یہ خبر دے کہ مالدار کا دیوالیہ نکل چکا ہے تو تم اس کی بات مان لو، اگر کوئی یہ بتلائے کہ فقیر، مالدار ہو گیا ہے تو اس کی بھی تصدیق کر لو، اگر کوئی زندہ کے متعلق کہے کہ وہ مر گیا ہے تو اس کی بھی بات مان لو، لیکن اگر کوئی تم سے یہ کہے کہ کوئی بیوقوف، عقلمند ہو گیا ہے تو اس کی بات ہر گز نہ مانو[413].

علی خان مدنی نے بیوقوف ساتھی کے وصف میں بہترین اشعار کہے ہیں[414]، جس کا خلاصہ یہ ہے:

تم کسی بیوقوف سے دوستی نہ رکھو، کیونکہ اس کی دوستی بہت خطرناک ثابت ہوتی ہے، اس لئے کہ اسے اپنی بیوقوفی کا احساس نہیں ہوتا، اور وہ اپنی خام خیالی میں یہ تصور کرتا ہے کہ وہی سب سے اچھا کام کر رہا ہے، اور معاملہ اس وقت اور سنگین ہو جاتا ہے جب وہ تمہاری نصیحت کے دو بول سننا گوارا نہیں کرتا اور اس پر مزید یہ خواہش رکھتا ہے کہ تم بھی اسی کی طرح پاگل پن ہی کرو. روایات میں آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے کہا: میں نے تمام اندھے اور کوڑھیوں کا علاج تو کر لیا ہے لیکن میں کسی بیوقوف کا علاج نہیں کر سکا!.

---

(412) أخبار الحمقیٰ والمغفلین: ص/23.

(413) أخبار الحمقیٰ والمغفلین: ص/24.

(414) مؤلف کتاب نے عربی کے اشعار ذکر کئے ہیں، اگر استفادہ کرنا ہو تو عربی ایڈیشن کی جانب رجوع کریں.

بے وقوفی کی اس بات پر مجھے تفسیر عیاشی کی ایک انوکھی روایت اور ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا، روایت یہ ہے:

تفسیر عیاشی میں مسعدہ بن صدقہ سے مروی ہے وہ امام جعفر صادق سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ۞ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [415] (تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ اِس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں) کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اس آیت میں شہد کی مکھی سے مراد ائمہ ہیں، پہاڑ سے مراد عرب ہیں، درخت سے مراد آزاد غلام ہیں، اور بیل سے مراد بچے غیر آزاد غلام ہیں، اور یہ تمام چیزیں اللہ، اس کے رسول اور ائمہ کو دوست رکھتے ہیں، اور مختلف رنگ برنگے پھلوں سے مراد ائمہ کرام کے وہ علوم و معارف ہیں جو انھوں نے اپنے شیعہ کو سکھلائے ہیں [416].

اس باطنی تفسیر کے مطابق جو کہ امام جعفر صادق کی جانب منسوب ہے (اللہ انھیں اس جھوٹ سے بَری رکھے) شہد سے مراد ائمہ اہل بیت ہیں، اور شہد کی مکھیوں کے پیٹ یعنی ان ائمہ اہل بیت کے پیٹ سے نکلنے والی چیز ان کا علم ہے!.

---

(415) سورہ نحل: آیت/68-69.

(416) تفسیر عیاشی: 2/263.

یہ انوکھی روایت جب آپ نے دیکھ ہی لی تو ذرا اسی کے متعلق ایک لطیفہ بھی سن لیں:

کہا جاتا ہے کہ مشہور شاعر بشار بن بُرد، عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، اور لوگ بھی بیٹھے خلیفہ کا انتظار کر رہے تھے، اتنے میں خلیفہ مہدی کا ایک آدمی کھڑا ہوا اور حاضرین سے سوال کیا: تم ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأَوۡحَىٰ رَبُّكَ إِلَى ٱلنَّحۡلِ أَنِ ٱتَّخِذِي مِنَ ٱلۡجِبَالِ بُيُوتٗا وَمِنَ ٱلشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُونَ﴾[417] (تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں، اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا) کے متعلق کیا جانتے ہو؟ اس پر بشار بن برد نے کہا: اس مکھی سے مراد وہی شہد کی مکھی ہے جسے لوگ جانتے ہیں، اس پر اس نے عرض کیا: افسوس ہے تم پر اے ابو معاذ، اس شہد کی مکھی سے مراد عام مکھی نہیں بلکہ: بنو ہاشم ہیں، اور فرمان الٰہی: ﴿يَخۡرُجُ مِنۢ بُطُونِهَا شَرَابٞ مُّخۡتَلِفٌ أَلۡوَٰنُهُۥ فِيهِ شِفَآءٞ لِّلنَّاسِ﴾[418] (اِس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے)، اس رنگ برنگ شربت سے مراد ان کا علم ہے.

اس پر بشار نے اس سے عرض کیا: اچھا ہوا! اللہ نے مجھے بتلا دیا کہ بنو ہاشم کے پیٹ سے نکلنے والی چیزیں ہی تمہاری غذا اور تمہاری دوا ہے، تم تو بڑے ہیچ نکلے!

یہ سن کر وہ شخص غصہ ہو گیا اور بشار بن برد کو برا بھلا کہا، اور جب یہ بات خلیفہ مہدی کو معلوم ہوئی تو اس نے دونوں کو بلایا، اور واقعہ دریافت کیا، اس پر بشار بن برد نے پورا واقعہ سنایا، یہ سن

---

(417) سورہ نحل: آیت/68.

(418) سورہ نحل: آیت/69.

کر خلیفہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا، اور اس شخص سے کہا: اللہ نے بنو ہاشم کے پیٹ سے نکلنے والی چیزوں کو تمہاری غذا بنایا ہے! تم تو بڑے بیوقوف انسان ہو[419]۔

حافظ ابن الجوزی (597ھ) نے اپنی کتاب (تلبیس ابلیس) میں لکھا ہے: جو شخص کسی شخصیت کی تعظیم میں اتنا اندھا ہو جائے کہ وہ اس کی جانب دیکھنا یا اس سے صادر ہونے والے افعال کی جانب دلیل کی روشنی میں دیکھنا گوارا نہ کرے تو اس کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنھوں نے صرف عیسیٰ علیہ السلام سے معجزانہ طور پر واقع ہونے والے افعال کو دیکھا اور ان کو معبود بنا لیا، کیونکہ اگر وہ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب بھی دیکھتے اور آپ کی حقیقت کو جانتے کہ آپ تو کھانے پینے کے محتاج ہیں، تو کبھی آپ کو وہ مقام نہ دیتے جو مقام آپ کو زیبا نہیں[420]۔

مسلم جماعتوں میں پائے جانے والے اس خلل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے **عمر بن عبید حسنہ** کہتے ہیں: ہماری مشکل یہ ہے کہ جو افراد ہمارے لئے نشانِ راہ اور مثال تھے وہی اب اللہ کے علاوہ ہمارے معبود بن گئے ہیں، اور انھیں کو حق اور باطل کی پہچان کا معیار بنا لیا گیا ہے[421]۔

اہل بیتِ نبی ﷺ نے لوگوں کی اس غیر شعوری بت پرستی سے ہمیشہ باز رکھا ہے اور اپنا موقف بھی اس کے متعلق واضح کر دیا ہے۔

---

(419) الأغانی: 152/3، التذکرۃ الحمدونیۃ: 367/1، الکشکول از بہائی: 267/1.

(420) تلبیس ابلیس: ص/183.

(421) مراجعات فی الفکر والدعوۃ والحرکۃ: ص/72.

یحییٰ بن سعید، **امام علی بن حسین علیہ السلام** سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اے عراق والو! اسلامی تعلیمات کے مطابق تم ہم سے محبت کرو، اور بت پرستی کی طرح محبت نہ کرو، کیونکہ تمہاری یہی محبت ہمارے لئے اب عار بن چکی ہے [422].

امام ابن سعد کی کتاب (الطبقات الکبریٰ) کے الفاظ یہ ہیں: اے لوگو! ہم سے اسلامی تعلیمات کے مطابق محبت کرو، اب تمہاری محبت ہمارے حق میں عار بن چکی ہے [423]. ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں: ہم سے اسلامی محبت کرو، اللہ کی قسم! تم لوگ برابر ہمارے حق میں ایسی باتیں کرتے رہے ہو کہ ہمیں تم نے لوگوں کی نظر میں مبغوض بنادیا ہے [424].

سفیان بن عبید اللہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: چند لوگوں نے علی بن حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی تعریف کی، اس پر آپ نے عرض کیا: کس قدر تم نے جھوٹ کہا، اور کس قدر تم اللہ کے سامنے جری ہوگئے ہو، سن لو! ہم اپنی قوم کے نیک لوگ ہیں اور ہمارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے [425].

وہ غیر شرعی محبت جسے امام علی بن حسین علیہ السلام نے بت پرستی سے تعبیر کیا، آج ہمیں پورے عالمِ اسلام میں اولیاء کرام، صالحین اور اہل بیت کی مزاروں پر کھلے طور پر نظر آتی ہے.

---

(422) سیر أعلام النبلاء: 4/389-390.

(423) الطبقات الکبریٰ: 5/214.

(424) ایضاً.

(425) ایضاً.

ان مزارات پر لوگوں کی جانب سے جو رسومات ادا کی جاتی ہیں اس پر تعلیق کیلئے سب سے بہترین الفاظ وہی ہیں جو **شیعہ مرجع محمد حسین فضل اللہ** نے کہے ہیں، وہ کہتے ہیں: انسان تصویر کو غور سے تو دیکھتا ہے لیکن اس کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ اس سے کیا پیغام ہمیں ملتا ہے، یا تصویر بنانے والا اس سے کیا پیغام دینا چاہتا ہے، بالکل یہی معاملہ عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے کا اور انبیاء و اولیاء اللہ کی مزارات کا ہے، اور یہ بات اسلام اور مسیحیت میں مشترک ہے.

اگر تصاویر اور مجسموں کے تئیں لوگوں کی بیداری کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر ایک قسم کا جمود پایا جاتا ہے، اور انھوں نے اپنے عقل و فہم کا استعمال چھوڑ دیا ہے، کیونکہ ان کی نظر صرف اس تصویر، مجسمہ یا قبر تک محدود ہوتی ہے، صاحبِ تصویر، یا صاحبِ قبر کی زندگی یا ان کی تعلیمات پر ان کی نگاہ نہیں ہوتی، جیسا کہ لوگ کسی قبر کا رخ صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ اس پر اپنا ماتھا ٹیکیں، اسے بوسہ دیں یا اس سے چمٹے رہیں، ان کے ذہن و دماغ میں یہ خیال آتا ہی نہیں کہ ذرا صاحبِ قبر کی زندگی بھی دیکھ لیں، اور یہی معاملہ عیسائی حضرات کا بھی ہے کہ وہ مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے مجسموں کے سامنے اپنی یہی تصویر پیش کرتے ہیں، اور اس صورت میں غیر شعوری طور پر وہ ان معزز شخصیات، یا ان کے مجسموں کی عبادت کرتے ہیں.

اور یہی وجہ ہے کہ لوگ اپنے گلے میں عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی تصویر لٹکائے پھرتے ہیں، صرف ان ہی میں نہیں، بلکہ ہم میں بھی ایسے لوگ ہیں جو امام علی، یا امام خمینی یا کسی اور معزز شخص کی تصویر اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں[426].

---

[426] مجلہ المعارج: عدد 28-31: ص/624-625، جعفر مرتضی عاملی کی کتاب (مأساۃ الزہراء) سے منقول.

علامہ موسی موسوی کہتے ہیں: عملی غلو کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ائمہ کرام سے دنیوی اور اخروی حاجات طلب کی جائے، اور ان سے مدد مانگی جائے، اسی طرح ائمہ اور اولیاء کی قبروں کو بوسہ دینا بھی غلو ہے لیکن اب یہ ایک عام بات ہو گئی ہے۔

ائمہ کی قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کے بجائے ان کی قبروں کو بوسہ دینے، ان سے ضرورتیں طلب کرنے اور زیارات پڑھنے کے متعلق اپنے فقہاء کرام سے مناقشہ اور مناظرہ کرتے کرتے میں تھک چکا ہوں، کیونکہ جب کبھی میں نے دلیل مانگی مجھے صرف یہی جواب ملا، (کہا جاتا ہے، اور کہا جاتا ہے)!![427].

اور آگے کہتے ہیں: مجھے کئی اسلامی ممالک میں دیگر اولیائے کرام کی مزارات کی زیارت کا موقع ملا، مگر میں نے جو تصویر اپنے ائمہ کی مزارات پر دیکھی تھی وہی تصویر مجھے وہاں بھی نظر آئی، اور جب میں عیسائی گرجاگھروں میں داخل ہوا تو وہاں بھی مجھے وہی نظارہ دیکھنے کو ملا، میں نے دیکھا کہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر مسیح علیہ السلام کے مجسمے اور مریم علیہا السلام کے قدموں سے تبرک حاصل کر رہے ہیں، اور انھیں دونوں سے اپنی دنیوی اور اخروی نجات طلب کر رہے ہیں، اور جب میں بدھ مت، سکھ اور ہندوؤں کی عبادت گاہ میں داخل ہوا تو وہاں بھی مجھے وہی نظارہ ملا جو نظارہ میں نے مزارات اور گرجاگھروں میں دیکھا تھا کہ لوگ نذر و نیاز پیش کر رہے ہیں، اپنی حاجت طلب کر رہے ہیں، مجسموں کو بوسہ دے رہے ہیں، تعظیماً ان کے سامنے کھڑے ہو رہے ہیں، اور ان کے آگے رکوع اور سجدہ کر رہے ہیں۔

---

[427] الشیعۃ والتصحیح: ص/84-85.

اس طرح لوگ خرافات کے سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں، ابن حزم اندلسی اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے علماء کرام پر اللہ رحم کرے جنہوں نے اللہ کی عطا کردہ عقل کا صحیح استعمال کیا، اور ان اعمال سے لوگوں کو دور رکھنے کی ہر ممکنہ کوشش کی[428].

کاش کہ مزارات اور اولیاء کے چوکھٹ کی نذر ہونے والے اپنی نیند سے جاگتے، اور صحیح اسلامی تعلیمات جاننے کی کوشش کرتے تاکہ کوئی ان کی جہالت کا غلط فائدہ نہ اٹھاتا، اور انھیں اس غلو میں مبتلا نہ کرتا جس سے نبی ﷺ نے منع کیا تھا، اور یہ بتلایا تھا کہ اسی غلو کی وجہ سے پچھلی قومیں ہلاک ہوئی تھیں.

شیعہ مرجع محمد حسین فضل اللہ کے نزدیک شخصی غلو کا شکار ہونے کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کے متعلق ہماری نگاہ کا زاویہ تبدیل ہو کر شرعی حدود سے متجاوز ہو جائے، اور آدمی غیر ضروری طور پر اس شخصیت کے ان پہلو پر غور کرنے اور گفتگو کرنے میں مشغول ہو جائے جو مخفی اور لایعنی ہیں جن کا عملی اور عقائدی کوئی وزن نہیں ہے. کیونکہ یہ صورت کبھی شخصیت پرستی تک پہونچا دیتی ہے[429].

علمائے کرام اور دعاۃ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کو عقیدے میں پائے جانے والے اس خلل سے آگاہ کریں، لیکن اگر یہی علمائے کرام اور دعاۃ جو ذمہ دار ہیں خود اس مرض کے فکری یا عملی طور پر شکار ہو جائیں تو معاملہ اور بگڑ جاتا ہے.

---

(428) ایضاً.

(429) دیکھیں: تفسیر من وحی القرآن: 6/82-84.

علمائے کرام،اور مبلغین میں اس مرض کے سرایت کرجانے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے شیعہ عالم **آیت اللہ محمد آصف محسنی** کہتے ہیں: آپ کو بہت سارے ایسے مبلغین اور مصنفین مل جائیں گے جو غلو کرنے والے افراد کے اقوال کو محض ان کے بحار الانوار یا دوسری کتابوں میں مذکور ہونے کی بناء اسی طرح روایت کریں گے جیسے کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ اور آپ کے پاک اوصیاء کے کلمات ہیں، یا صحیح سنت ہیں، یا قرآنی آیات ہیں، وہ اسے بلا جھجک اپنے خطبات، اپنی کتابوں اور اپنے مجلات میں اس قدر بہترین الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا اور سننے والا مسحور ہو جائے... جبکہ ہو سکتا ہے کہ یہ اقوال کسی جھوٹے، فریبی یا جاہل شخص کے ہوں، اور بھلا ان اقوال کے ساتھ وہ معاملہ کیسے کیا جاسکتا ہے جو معاملہ سید المرسلین ﷺ کے اقوال کے ساتھ کیا جاتا ہے! ﴿آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾[430] (کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے؟ یا اللہ پر تم جھوٹ باندھ رہے ہو)[431].

اور آگے کہتے ہیں: افسوس اس بات پر ہے کہ تصنیف وتألیف اور تبلیغ کا کام ان افراد کے ہاتھوں لگ چکا ہے جو اس کے مستحق ہی نہیں، بلکہ وہ اسے کسبِ معاش کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾[432] (پس ہلاکت اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس

---

(430) سورہ یونس: آیت/59.

(431) مشرعۃ بحار الانوار: 10/1.

(432) سورہ بقرہ: آیت/79.

سے آیا ہوا ہے تا کہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں ان کے ہاتھوں کا لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسی غلط علم اور برے اخلاق پر معاشرہ پروان چڑھا، اور یہی تعلیمات عوام اور متوسط علم رکھنے والوں کے ذہن و دماغ میں حق بن کر پیوست ہو گئیں، اور معاملہ اس قدر نازک ہو چکا کہ عوامی انقلاب کے ڈر سے حق پرست علماء کرام کی زبان پر تالے لگ چکے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ حوزاتِ علمیہ، علمی مراکز، اور دینی علماء روایات کو چھانٹنے اور صحیح اسلامی تعلیمات اکٹھا کرنے کی جانب کوئی توجہ نہیں دیتے، اور یہ بات دینِ اسلام اور اہلِ اسلام دونوں ہی کے حق میں خطرناک ہے[433].

(433) مشرعۃ بحار الأنوار: 1/10-11.

اہل بیت، غلو اور جھوٹی شان کے مخالف

آل بیت سے محبت ایک ایمانی جذبہ ہے، جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے، لیکن یہ محبت اگر شرعی حدود میں ہو تو محبت کہلاتی ہے، اور اگر شرعی حدود سے تجاوز کر جائے تو یہ محبت نہیں، بلکہ دشمنی کہلاتی ہے. کیونکہ نیک، پرہیزگار، متقی اور بااخلاق شخصیات کی جانب خلافِ شریعت باتوں کی نسبت کسی بھی حالت میں محبت نہیں کہلاتی، بلکہ اسے دشمنی اور بغض سے تعبیر کیا جاتا ہے!.

اسے یوں سمجھنے کی کوشش کریں کہ اگر ہمیں یہ موقع مل جائے کہ ہم عیسی علیہ السلام کی شان میں محبت کے نام پر غلو کرنے والے کے متعلق خود عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کا موقف دریافت کریں، تو کیا عیسی علیہ السلام اس غلو کرنے والے سے اپنی رضامندی کا اظہار کریں گے یا جنت میں اس کی رفاقت کی خواہش کریں گے؟ یا اس کے اس قول سے اور کہنے والے سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسی علیہ السلام کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جنھوں نے محبت کے نام پر آپ کی شان میں غلو کیا، اور اس غلو کی آڑ میں کبھی آپ کو اللہ کا شریک بنادیا تو کبھی اس کا بیٹا قرار دیا، اور غلو کرتے ہوئے آپ کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر دیا، اور دنیا کے سامنے یہ بتلانے کی کوشش کی کہ یہی عیسی علیہ السلام کا لایا ہوا دین ہے!.

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں یہ بیان کر دیا ہے کہ خود عیسی علیہ السلام کا ان کے بارے میں قیامت کے دن کیا موقف ہوگا، قیامت کے دن جب اللہ تعالی ان سے سوال کرے گا (کیا تم نے ہی یہ کہا تھا کہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے علاوہ معبود بنالو)؟!

تو عیسی علیہ السلام اس سے اپنی براءت کا اعلان ان الفاظ میں کریں گے: ﴿سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۞ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۞﴾ [434]

("سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی، تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں، میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، میں اُسی وقت تک ان کا نگراں تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگراں تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگراں ہیں")

جی ہاں... عیسائیوں نے اُن کی جانب مذکورہ تمام باتوں کی نسبت کی ہے، اور اس کو ثابت کرنے کی خاطر انھوں نے روایات وضع کیں، قصے بنائے، خوابوں پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھی، اُن کی عبادت کیلئے چرچ بنائے، ان کی تصویریں بنائیں، ان کے مجسمے بنائے، اور اس بناوٹی دین کی تبلیغ میں انھوں نے اپنا سارا تن من دھن قربان کر دیا..... اور یہ تمام کام اپنے اس دین اور عقیدے کی خاطر کیا جس کی کوئی دلیل نہیں.

اگر محبت کا کوئی ضابطہ اور معیار نہ ہو تو یہ محبت وبالِ جان بن جاتی ہے، اسی طرح نیک لوگوں کی محبت بھی شریعت کے اصول کے تحت نہ ہو تو یہ محبت بھی وبالِ جان بن جاتی ہے، اور ایسی محبت کرنے والا شریعت سے کوسوں دور ہو جاتا ہے.

---

[434] سورہ مائدہ: آیت/116-117.

اہل بیت کا معاملہ بھی عیسی علیہ السلام سے کچھ الگ نہیں، اہل بیت کے نزدیک سب سے بُرا وہ ناصبی نہیں جو ان سے دشمنی کا برملا اعلان کرتے ہیں، وہ تو ہیں ہی ناکام ہونے والے، اور ان کی دشمنی بھی واضح ہے.

بلکہ اہل بیت کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو ان کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں، لیکن ان کی شان میں غلو کرتے ہیں ، انھیں الٰہی صفات سے نوازتے ہیں، اور ان کے نبی ﷺ کی جانب سے لائی ہوئی دعوت کو بدل دیتے ہیں!.

امام جعفر صادق کہتے ہیں (اب ہمارا حال یہ ہو گیا کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو ہماری محبت کا دم بھرتا ہے)[435]

اور کہتے ہیں (جو ہماری طرف اپنی نسبت کرتے ہیں [436] ان میں یہود، نصاری، مجوسی، اور مشرک سے بھی زیادہ برے لوگ موجود ہیں)[437].

جو باطل عقائد اور افکار غلو کرنے والوں نے غلو کرتے ہوئے اہل بیت کی جانب منسوب کئے ہیں، چاہے وہ ائمہ کے زمانے میں کئے ہوں یا ان کے بعد، اس کے اہل بیت ذمہ دار نہیں، بلکہ غلو کرنے والے ہی اس کے ذمہ دار ہیں، اور اس کی بابت ان ہی غلو کرنے والوں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا.

---

[435] رجال الکشی: ص/373-روایت نمبر(555).

[436] یعنی شیعان اہل بیت، جو ان کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں.

[437] بحار الانوار: 166/65، رجال الکشی: ص/364-روایت نمبر(528).

طوسی نے ابن نباتہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: امام علی علیہ السلام نے فرمایا: (اے اللہ میں غلو کرنے والوں سے ویسے ہی بَری ہوں جیسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، نصاریٰ (عیسائیوں) سے بَری ہیں، اے اللہ تو انھیں ذلیل ورسوا کردے، اوران کی تو ہر گز مدد نہ فرما)(438).

حمیری نے فضیل بن عثمان سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

اللہ سے ڈرو، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم کرو، اور رسول اللہ ﷺ پر کسی کو فوقیت نہ دو، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو سب سے افضل بنایا ہے، اور تم اپنے نبی کے اہل بیت سے دائرہ حدود میں محبت کرو، اور غلو سے کام نہ لو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو، اور وہ بات نہ کہو جو ہم نے نہیں کہی، کیونکہ اگر تم کچھ کہوگے اور ہم نے کچھ کہا ہے تو یاد رکھو کہ تم بھی مروگے اور ہمیں بھی مرنا ہے، اور تم بھی دوبارہ اٹھائے جاؤگے اور ہم بھی اٹھائے جائیں گے، اور ہم وہاں ہوں گے جہاں اللہ چاہے گا اور تم وہاں جہاں وہ چاہے(439).

طوسی نے فضیل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: غلو کرنے والوں سے اپنے نوجوانوں کو دور رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انھیں گمراہ کردیں، کیونکہ غلو کرنے والے اللہ کی سب سے بدترین مخلوق ہیں، وہ اللہ کی عظمت کو گھٹاتے ہیں، اور اس کے بندوں

---

(438) الأمالی: ص/650، بحار الأنوار: 25/266.

(439) بحار الأنوار: 25/269.

کو اپنا رب بنا لیتے ہیں، اللہ کی قسم ، غلو کرنے والے یہود ، نصاری ، مجوس اور مشرکین سے بد تر ہیں[440].

اور آپ غلو کرنے والوں سے اپنی براءت کا اعلان ان الفاظ میں کرتے ہیں: اللہ ان پر لعنت کرے جنھوں نے ہمارے متعلق وہ بات کہی ہے جو ہم نے نہیں کہی، اور اللہ اس پر لعنت کرے جس نے ہمیں اس اللہ کی بندگی سے نکال دیا جس نے ہمیں پیدا کیا[441].

ابن بابویہ قمی نے (عیون أخبار الرضا) میں امام علی رضا کا یہ قول ذکر کیا ، آپ نے فرمایا: غلو کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، چاہے وہ یہودی ہوں ، مجوسی ہوں ، عیسائی ہوں، قدری ہوں، مرجئی ہوں، یا حروری ہوں، پھر فرمایا: تم ان کی مجلس میں نہ بیٹھو، ان سے دوستی نہ رکھو، اور ان سے اپنی براءت کا اعلان کرو، کیونکہ اللہ بھی ان سے بَری ہے[442].

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں: میں نے ابو الحسن (علی الرضا) سے غلو کرنے والوں اور مفوّضہ کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: غلو کرنے والے کافر ہیں، اور مفوضہ مشرک ہیں، جو ان کے ساتھ بیٹھے، یا ان سے میل ملاپ رکھے، یا ان کے ساتھ کھائے پیئے، یا ان سے صلہ رحمی کرے، یا ان کے ساتھ نکاح کرے، یا ان پر بھروسہ رکھے، یا ان کے پاس امانت رکھے، یا ان کی کسی بات کی تصدیق

---

(440) الأمالی از طوسی: ص/650، بحار الأنوار: 265/25.

(441) اختیار معرفۃ الرجال: 489/2، بحار الأنوار: 297/25.

(442) عیون أخبار الرضا: 216/1.

کرے، یا ان کی کسی طرح مدد کرے وہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور ہم اہل بیت کی ولایت سے خارج ہو جائے گا[443].

[443] عیون أخبار الرضا: 1/219.

اللہ اور اہل بیت کے نزدیک ملعون!

اہل بیت کی بابت ہم یہ خوب جان چکے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے تھے، وہ بھی ان پر لعنت بھیجتے تھے جن پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت بھیجی ہے، اور ان سے اپنی براءت کا اظہار کرتے تھے جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ بری ہیں.

یہی وجہ ہے کہ دین کے ساتھ کھلواڑ کرنے والوں کے تئیں ان کا معاملہ بڑا شدید رہا ہے. جس کی تاریخ میں بے شمار مثالیں موجود ہیں.

علمائے دین کی ہمیشہ سے یہ ذمہ داری رہی ہے کہ وہ حق بیان کریں اور باطل کو نیست و نابود کریں، خاص طور سے اس زمانے میں جبکہ باطل عام ہو جائے، اور باطل اور بے بنیاد باتیں صحابہ کرام اور اہل بیت کی جانب منسوب کی جانے لگیں.

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴿﴾ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾[444] (جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، در آں حالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی اُن پر لعنت بھیجتے ہیں، البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے، اُسے بیان کرنے لگیں، اُن کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں).

---

[444] سورہ بقرہ: آیت/159-160.

الکافی میں اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے: جب میری امت میں بدعتیں عام ہو جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو عام کرے، اور جو یہ کام نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہوگی[445].

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ لوگوں میں اللہ کی لعنت کے سب سے زیادہ مستحق وہ علمائے کرام ہیں جو اپنا علم چھپاتے ہیں، خاص طور سے اس زمانے میں جبکہ بدعات عروج پر ہوں.

بدعتی اور غلو کرنے والوں کے ساتھ اہل ایمان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، اور ساتھ ہی ان سے دوسروں کو بھی آگاہ کرتے ہیں.

جناب کلینی نے اپنی کتاب (الکافی) میں نبی ﷺ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی بدعتی کے پاس آئے اور اس کی عزت کرے، وہ اسلام کو ڈھانے والا ہے[446].

اسی وجہ سے اہل بیت کے عالم **امام علی رضا** نے بدعتی کے رد کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کیا، آپ کہتے ہیں: جو بدعتی کی بدعت پر رد کرے وہ اللہ کی راہ میں ہے[447].

امام باقر نے دین میں بدعت ایجاد کرنے کو اللہ کے ساتھ شرک کا ایک ادنی درجہ قرار دیا ہے. آپ کا ارشاد ہے: شرک کا ایک ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی کوئی بدعت ایجاد کرے[448].

---

[445] الکافی - باب البدع والرأی والمقاییس - 54/1 - روایت نمبر (2).

[446] الکافی - باب البدع والرأی والمقاییس - 54/1 - روایت نمبر (3).

[447] فقہ الرضا: ص/383.

[448] المحاسن: 207/1.

کیونکہ دین میں بدعت ایجاد کرنا گویا اللہ کی شریعت میں دخل اندازی کرنا ہے، اور شریعت بنانے کا اختیار تو صرف اللہ کا ہے، اور اگر بدعتی کی تاویل کی رعایت نہ کی جاتی تو شارعِ حکیم اسے مشرک قرار دیتا، لیکن صرف اس کی تاویل کی بناء اسے مشرک نہیں بلکہ گمراہ قرار دیا گیا ہے.

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

(1) بدعتِ مکفّرہ (جس کی وجہ سے آدمی کافر ہو سکتا ہے)

(2) بدعتِ غیر مکفّرہ (جس کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہا جا سکتا)

مکفّرہ بدعت کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں، اس صورت میں ایک قسم ان بدعات کی ہو گی جو شہادتَین کے صریح خلاف ہوں، اور دوسری قسم ان بدعات کی ہو گی جو شہادتین کے خلاف تو نہ ہوں لیکن دین کی کسی بنیادی تعلیم کے خلاف ہوں.

اب رہی وہ مکفرہ بدعات جن کا تعلق ان امور سے ہے جو شہادتین کے صریح خلاف ہیں تو ایسا بدعتی کافر ہو جاتا ہے، اور اس باب میں جہالت، تاویل یا شبہ کا اعتبار نہیں ہوتا.

اور رہیں وہ مکفرہ بدعات جو شہادتین کے صریح خلاف تو نہیں، لیکن دین کے کسی بنیادی امر کے خلاف ہیں، تو اس قسم میں جہالت، تاویل اور شبہ کا اعتبار ہو گا، لیکن اگر ایسے شخص پر شرعی طور سے حجت قائم کر دی جائے تو پھر اس شخص پر کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے.

اور غیر مکفرہ بدعات وہ بدعات ہیں جو دین کے کسی بنیادی امر سے متصادم نہیں ہوتیں، اور ان بدعات کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا، ہاں اگر ایسے شخص پر شرعی طور سے حجت قائم کر دی جائے تو اس کے بعد اس پر فسق کا حکم لگایا جا سکتا ہے.

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جس قدر اہل بیت نے ان کی جانب نسبت کرنے والوں کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائی ہیں اتنی کسی نے نہیں اٹھائی، کیونکہ کئی باطل فرقے ایسے ہیں جو ان ائمہ اہل بیت کی جانب اپنی نسبت کرتے ہیں.

امام جعفر صادق زنادقہ، بدعتی، اور جھوٹوں کی جانب سے ان کو اور ان کے آباء واجداد کولاحق ہونے والی تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم تمام اہلِ بیت سچے ہیں لیکن ہمیشہ کوئی نہ کوئی جھوٹا ہم پر جھوٹ باندھتا رہا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ہماری سچائی کا اعتبار نہیں رہا، جیسا کہ اللہ کے نبی محمد ﷺ مخلوق میں سب سے سچے انسان تھے، لیکن مسیلمہ کذاب آپ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، اور آپ ﷺ کے بعد سب سے سچے انسان امیر المؤمنین علی (ع) تھے، لیکن (عبداللہ بن سبا) آپ پر جھوٹ باندھا کرتا تھا، اسی طرح ابوعبداللہ حسین بن علی (ع) نے مختار کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں، اس کے بعد ابوعبداللہ (ع) نے (**حارث الشامی**) اور (**بنان**) کا تذکرہ کیا، اور کہا: یہ دونوں علی بن حسین (ع) پر جھوٹ باندھا کرتے تھے، پھر آپ نے **مغیرہ بن سعید، بزیع، سری، ابوالخطاب، بشار اشعری، حمزہ زبیدی،** اور **صائد النہدی** کا ذکر کیا، اور کہا: ان سب پر اللہ کی لعنت ہو، ہمیشہ جھوٹے اور احمق ہمارے پیچھے پڑے رہے، لیکن اللہ نے ہر جھوٹے سے ہماری حفاظت فرمائی اور انھیں جہنم رسید کیا[449].

غلو کرنے والے مذکورہ افراد تو اب اس دنیا میں نہیں رہے، لیکن ان کے افکار اور ان کی تعلیمات آج تک لوگوں کے درمیان موجود ہیں!

---

(449) رجال الکشی: 593/2.

اہل بیت نے اسی لئے جہاں غلو کرنے والے افراد سے آگاہ کیا وہیں غلو آمیز افکار اور تعلیمات سے بھی آگاہ کیا، جو کہ لوگوں میں آگ کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں، اور اہل بیت کے صاف وشفاف چہرے کو داغدار کر رہی ہیں.

خاص طور سے مندرجہ ذیل افکار اور اس کے قائلین سے ان کی براءت قیامت تک کیلئے قائم ہے.

1- جو ائمہ اہل بیت کی جانب تفویض کی نسبت کرتے ہیں، چاہے وہ اس کے ساتھ عبارت (اللہ کی اجازت سے) کا اضافہ ہی کیوں نہ کریں!.

اہل بیت کے حق میں جب تفویض کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے کئی معنی مراد ہوتے ہیں، مثلاً:

پہلا معنی: تفویض کا یہ معنی ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالی نے نبی ﷺ اور ائمہ اہل بیت کو پیدا کیا، اور اس کے بعد بقیہ کائنات کی تخلیق، رزق، موت اور حیات کی ذمہ داری ان کے حوالے کر دی، اب وہی پیدا کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، موت دیتے ہیں اور زندگی بھی دیتے ہیں.

اور یہ عقیدہ کھلا کفر ہے، اور اس کے محال ہونے پر عقلی اور نقلی دلائل موجود ہیں، کوئی عقلمند اس کے کفر ہونے میں شک نہیں کر سکتا.

اس کی مثال **ابن بابویہ قمی** نے اپنی کتاب (الاعتقادات) میں یوں ذکر کی ہے: زرارہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا: عبداللہ بن سبا کے لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو تفویض کا قائل ہے. آپ (ع) نے پوچھا: یہ تفویض کیا ہے؟ زرارہ کہتے ہیں، میں نے کہا: وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ، اور علی (ع) کو پیدا کیا، اور اس کے بعد تمام کام ان

کے حوالے کر دیئے، اب وہی سب کو پیدا کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، موت دیتے ہیں اور زندگی دیتے ہیں، اس پر آپ (ع) نے عرض کیا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے، جب تم اس کے پاس جانا تو سورہ رعد کی اس آیت کی تلاوت اس کے پاس کرنا: ﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾[450] (کیا جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں پیدائش مشتبہ ہو گئی ہو، کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے)، زرارہ کہتے ہیں: میں اس کے پاس آیا اور امام جعفر صادق کا پیغام اس تک پہونچا دیا، یہ سن کر وہ بالکل خاموش اور ہکا بکارہ گیا[451].

دوسرا معنی: تفویض کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالی نے حلال اور حرام کی ذمہ داری ائمہ اہل بیت کے سپرد کر دی ہے، اب وہ جو چاہیں اسے حلال کریں اور جس چیز کو چاہیں وہ حرام کریں، اور نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو تبدیل کریں.

ایسی بات کوئی صاحب عقل ہر گز نہیں کہہ سکتا، اور جو کہے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا.

ابن بابویہ قمی نے یاسر الخادم سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے امام علی رضا سے تفویض کے متعلق سوال کیا کہ آخر یہ تفویض کیا ہے؟ تو آپ (ع) نے عرض کیا: اللہ تعالی نے دین کا معاملہ اپنے نبی محمد ﷺ کے سپرد کر دیا اور فرمایا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ

---

(450) سورہ رعد: آیت/16.

(451) الاعتقادات: ص/100.

فَانْتَهُوا ﴾ [452] (جو کچھ رسول ﷺ تمھیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ)، لیکن پیدا کرنے اور رزق دینے کی ذمہ داری آپ کے سپرد نہیں کی گئی، اللہ تعالی یہ کہتا ہے: ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [453] (صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے)، نیز اس نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [454] (اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا کیا تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں) [455].

ڈاکٹر حسین مدرسی نے اپنی کتاب (تطور المبانی الفکریۃ للتشیع) میں ذکر کیا ہے کہ دوسری صدی ہجری کی تیسری اور چوتھی دہائی میں غلو آمیز افکار زیادہ رواج پائے، اسی دور میں غلو کرنے والے شیعہ ظاہر ہوئے جو کیسانی فرقہ [456] سے اپنے افکار اور نظریات لیا کرتے تھے، اور اسی زمانے میں یہ عقیدہ بھی رواج پایا کہ آلِ محمد ﷺ نوعِ انسان سے افضل ترین مخلوق ہیں، اور وہ علم غیب رکھتے ہیں، اور انھیں کائنات میں تصرف کا اختیار حاصل ہے.

---

(452) سورہ حشر: آیت/7.

(453) سورہ رعد: آیت/16.

(454) سورہ روم: آیت/40.

(455) عیون أخبار الرضا: 219/1.

(456) کیسانی فرقہ محمد بن حنفیہ کو اپنا امام مانتا ہے، اور انھیں کو مہدی منتظر بھی مانتا ہے، ان کے متعلق اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ رضوی کی پہاڑیوں میں روپوش ہیں، اور عنقریب دوبارہ آئیں گے.

یہ نیا فرقہ جو اس زمانے میں وجود میں آیا وہ نبی ﷺ اور ائمہ کرام کو رب نہیں مانتا تھا، لیکن ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ نے کائنات کو پیدا کرنے، اور اسے رزق دینے کی ذمہ داری ائمہ کے سپرد کر دی ہے، اور انھیں کو شریعت بنانے کا اختیار بھی دے دیا ہے، لہٰذا اب یہ ان تمام امور کے ذمہ دار ہیں جو اللہ کے اختیار میں ہیں، بس ان میں اور رب میں فرق یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اصلی ہے اور ان ائمہ کی قدرت فرعی اور رب کی قدرت کے تابع ہے[457].

مجلسی نے کہا: تفویض کا عقیدہ رکھنے والے، غلو کرنے والوں میں سے ہیں، اِن میں اور دوسرے غلو کرنے والوں میں بس اتنا فرق ہے کہ یہ ائمہ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں ان کے رب کی طرح ازلی ہونے کے قائل نہیں، اور ائمہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تخلیق اور رزق کی ذمہ داری اِن کے سپرد کر دی گئی ہے، اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ رب نے صرف ان کو پیدا کیا اور اس کے بعد تمام کائنات اور اس میں موجود تمام چیزوں کی تخلیق اِن کے سپرد کر دی[458].

2- جو ائمہ اہل بیت سے بھول چوک کی نفی کرتے ہیں!

جو ذات بھولتی نہیں وہ اکیلی اللہ کی ذات ہے، رہے انسان تو ان کا یہ خاصہ ہے کہ وہ بھولتے ہیں، اور جب اللہ کے نزدیک سب سے افضل افراد یعنی انبیاء کرام علیہم السلام سے بھول ممکن ہے تو ان سے کم درجہ کے حامل افراد جیسے صحابہ کرام اور اہل بیت سے بھول کیونکر ممکن نہیں؟

---

(457) تطور مبانی الفکریۃ للتشیع: ص/36.

(458) بحار الأنوار: 345/25.

اللہ تعالی نے اپنے نبی یوشع کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے ان کا یہ قول ذکر کیا: ﴿فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ﴾[459] (میں مچھلی بھول گیا تھا)، اور موسی علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ﴾[460] (میری بھول پر مجھے نہ پکڑیئے).

اور اللہ تعالی اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کے متعلق کہتا ہے: ﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ﴾[461] (اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو)، نیز یہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ﴾[462] (ہم تمہیں پڑھوادیں گے، پھر تم نہیں بھولوگے).

رہا اس مسئلے میں اہل بیت کا موقف تو وہ بھی بالکل واضح ہے، انھوں نے بھی اپنی ذات سے اس بات کی کھلے طور پر نفی کی ہے.

ابن بابویہ قمی نے ابوالصلت ہروی سے روایت کی انھوں نے کہا: میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا، اے رسول ﷺ کے فرزند! کوفہ میں ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے کہ نبی ﷺ سے نماز میں بھول نہیں ہوئی، تو آپ نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہو، بے شک جو ذات نہیں بھولتی وہ صرف اللہ کی ذات ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں[463].

ابن بابویہ القمی صدوق نے اپنی کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ) میں لکھا ہے:

---

(459) سورہ کہف: آیت/63.

(460) سورہ کہف: آیت/73.

(461) سورہ کہف: آیت/24.

(462) سورہ الاعلی: آیت/6.

(463) عیون أخبار الرضا- باب (ماجاء عن الرضا فی وجہ دلائل الائمۃ والرد علی الغلاۃ والمفوضۃ)- حدیث نمبر (5).

إن الغلاة والمفوضة لعنهم الله ينكرون سهو النبي صلى الله عليه وآله ويقولون : لو جاز أن يسهو عليه السلام في الصلاة لجاز أن يسهو في التبليغ لأن الصلاة عليه فريضة كما أن التبليغ عليه فريضة.

(اللہ غلو کرنے والے اور مفوّضہ پر لعنت کرے، کیونکہ وہ اللہ کے نبی ﷺ سے سہو ہونے کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ سے اگر نماز میں سہو اور بھول ممکن ہے تو تبلیغ میں بھی سہو ممکن ہے، کیونکہ جیسے تبلیغ ایک فریضہ ہے اسی طرح نماز بھی فریضہ ہے)[464].

جناب صدوق سے پہلے یہ قول ان کے استاذ **محمد بن الحسن** نے کہا ہے، جیسا کہ قمی نے اپنی کتاب میں ان کا یہ قول ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

أول درجة في الغلو نفي السهو عن النبي صلى الله عليه وآله.

(اللہ کے نبی ﷺ اور امام سے سہو (بھول) کی نفی کرنا، ان کی شان میں غلو کا سب سے پہلا درجہ ہے)[465].

3-جو ائمہ اہل بیت کی جانب علم غیب کی نسبت کرتے ہیں!

غیب کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے خود بیان فرمایا: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾[466] (ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا).

---

[464] من لایحضرہ الفقیہ: 234/1.

[465] من لایحضرہ الفقیہ: 234/1.

اس معنی پر دلالت کرنے والی اس سے صریح یہ آیت ہے: ﴿وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ﴾[467] (اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں)، اور اس کی تفسیر سورہ لقمان میں ان الفاظ میں مذکور ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾[468] (بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے)، لہٰذا یہ غیب کی چابیاں ہیں، جن کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے، اور جب تک اللہ اس کا علم کسی کو نہ دے کوئی اس کو نہیں جان سکتا.

نوح علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد ﷺ تک جتنے بھی رسول انسانوں کی ہدایت کی خاطر اللہ نے مبعوث کئے سب نے اپنی قوم کے سامنے دوٹوک یہ اعلان کیا کہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتے.

---

[466] سورہ نمل: آیت/65.

[467] سورہ انعام: آیت/59.

[468] سورہ لقمان: آیت/34.

نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ رب العالمین کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ﴾[469] (اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں)۔

اور اللہ نے محمد ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ امت کے سامنے یہ اعلان کر دیجئے: ﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾[470] (اے محمد ﷺ! ان سے کہو، "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں)۔

اور جب اہل بیت کے سردار محمد ﷺ کے بشمول تمام انبیائے کرام کا یہ معاملہ ہے کہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتے تو اہل بیت کا کیا معاملہ ہو گا؟!

کشی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: میں نے ابوعبداللہ (امام جعفر صادق) سے کہا: لوگ کہتے ہیں: یہ سن کر آپ (ع) نے سوال کیا: کیا کہتے ہیں؟ ابوبصیر کہتے ہیں، میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ آپ بارش کے قطروں، تاروں کی تعداد، درخت کے پتوں، سمندر کے پانی اور زمین کے کنکر تک کا علم رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ نے آسمان کی جانب اپنا ہاتھ اٹھایا، اور کہا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! اللہ کی قسم ہر گز نہیں، ان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے[471]۔

---

[469] سورہ ہود: آیت/31۔

[470] سورہ انعام: آیت/50۔

[471] رجال الکشی: 588/2۔

حرالعاملی نے سدیر سے روایت کی آپ نے فرمایا: میں، ابو بصیر، یحیی بزاز، اور داود بن کثیر، ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ اچانک غصہ کی حالت میں ہمارے پاس آئے اور تشریف فرما ہو کر کہا: تعجب ہے لوگوں پر، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں، حالانکہ غیب کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنی ایک لونڈی کو مارنے کا ارادہ کیا، تو وہ مجھ سے ڈر کر بھاگ کھڑی ہوئی اور مجھے یہ تک نہیں معلوم ہوا کہ وہ گھر کے کس کونے میں چھپی ہوئی ہے؟!.[472]

کشی نے اپنی رجال کی کتاب میں عنبسہ بن مصعب سے روایت کی انہوں نے کہا: مجھ سے ابو عبداللہ (جعفر صادق) نے سوال کیا: تم نے ابوالخطاب سے کیا سنا ہے؟ وہ کہتے ہیں میں نے اسے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا اور اس سے کہا: یاد رکھو اور نہ بھولو! اور یہ کہا کہ آپ غیب کا علم رکھتے ہیں، اور اس سے آپ نے یہ بھی کہا کہ وہ ہمارے علم کی حفاظت کرنے والا اور ہمارا رازدار ہے، اور ہمارے زندہ اور مردہ پر امین ہے، یہ سن کر آپ (ع) نے کہا: اللہ کی قسم اس کے ہاتھ کے سوا اس کے جسم کے کسی حصے کو میرے کسی عضو نے نہیں چھوا ہے، اور اس کا یہ کہنا کہ میں غیب جانتا ہوں: تو سن لو اللہ کی قسم میں غیب نہیں جانتا، اور اگر اس سے میں نے یہ بات کہی ہے تو اللہ مجھ پر نہ رحم کرے اور نہ مجھ پر برکت کا نزول فرمائے. عنبسہ کہتے ہیں: آپ جب یہ بات کہہ رہے تھے اس وقت ان کے سامنے سے ایک کالی کلوٹی لونڈی گذر رہی تھی، اسے دیکھ کر آپ نے عرض کیا، اس کی ماں کے ساتھ میں نے تعلق قائم کیا، اور نتیجہ میں یہ آئی، اگر میں غیب جانتا تو یہ نہ آتی، پھر کہا: میں اور عبداللہ بن حسن ایک باغ میں آدھے آدھے شریک رہے، لیکن ان کے حصے میں

---

(472) الفصول المہمۃ فی أصول الأئمۃ: 395/1.

زرخیز حصہ آیا تو میرے حصے میں پہاڑی اور بنجر حصہ، اگر میں غیب کا علم رکھتا تو مجھے زرخیز حصہ ملتا اور اس کو بنجر زمین والا حصہ ملتا[473].

جناب مفید اپنی کتاب (الأمالی) میں ابو مغیرہ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں اور یحیی بن عبداللہ بن حسن ،امام ابوالحسن (کاظم) کے پاس تھے، اتنے میں آپ (ع) سے یحیی نے عرض کیا: میری جان آپ پر قربان، لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ غیب کا علم رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ نے کہا: سبحان اللہ، ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھو، اللہ کی قسم میرے سر کے تمام بال اور جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں...)[474].

طبرسی نے اپنی کتاب (الاحتجاج) میں اثنا عشری شیعہ کے بارہویں امام کا وہ جواب ذکر کیا ہے جو انھوں نے غلو کرنے والوں کے رد میں محمد بن علی بن ہلال کرخی کو روانہ کیا تھا، جس کے یہ الفاظ ہیں: اے محمد بن علی، اللہ ان تمام اوصاف سے بلند و برتر ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، ہر قسم کی پاکی اور تعریف اسی کیلئے ہے، ہم اس کے علم اور اس کی قدرت میں اس کے شریک نہیں، بلکہ اس کے علاوہ کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾[475] (ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا)، میں اور میرے تمام آباء واجداد اول سے آخر تک: آدم، نوح، ابراہیم، موسی اور بقیہ انبیاء کرام، محمد ﷺ، علی بن ابو طالب، حسن، حسین اور ان کے علاوہ تمام ائمہ اللہ ہی کے بندے ہیں، اور اللہ کہتا ہے: ﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

(473) رجال الکشی: 2/579.

(474) الأمالی از مفید: ص/23.

(475) سورہ نمل: آیت/65.

أَعۡمَىٰ ۞﴿ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِيٓ أَعۡمَىٰ وَقَدۡ كُنتُ بَصِيرٗا ۞﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتۡكَ ءَايَٰتُنَا فَنَسِيتَهَاۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلۡيَوۡمَ تُنسَىٰ ﴾[476] (اور جو میرے "ذِکر" (درسِ نصیحت) سے منہ موڑے گا اُس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے"، وہ کہے گا "پرور دگار، دُنیا میں تو میں آنکھوں والا تھا، یہاں مجھے اندھا کیوں اُٹھایا؟" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "ہاں، اِسی طرح تو ہماری آیات کو، جبکہ وہ تیرے پاس آئی تھیں، تُو نے بھُلا دیا تھا اُسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے")، اے محمد بن علی، جاہل اور احمق شیعہ نے ہمیں کافی تکلیفیں دی ہیں، میں اللہ کو، اس کے رسول محمد ﷺ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کے رسولوں کو، اس کے اولیائے کرام کو، تم کو اور جو کوئی اس کتاب کو پڑھے ان تمام کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ان تمام سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں، یا اللہ کی بادشاہت میں ہم اس کے شریک ہیں، اور اس سے بھی میں بَری ہوں جو ہمیں اس مقام سے ہٹائے جو مقام اللہ نے ہمارے لئے پسند کیا ہے[477].

4-جو ائمہ اہل بیت کی جانب نبوت کی نسبت کرتے ہیں یا انھیں انبیاء پر فوقیت دیتے ہیں!

نبوت کسی کو اپنی ذاتی کوشش یا لوگوں کے انتخاب سے نہیں ملتی، بلکہ یہ محض اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس فضل سے نوازتا ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ٱللَّهُ يَصۡطَفِي مِنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلٗا وَمِنَ ٱلنَّاسِۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعُۢ بَصِيرٞ﴾[478] (اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے

---

(476) سورہ طٰہ: آیت/124-126.

(477) الاحتجاج: 2/288.

(478) سورہ حج: آیت/75.

منتخب کرلیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی. بے شک اللہ سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے)، نیز اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾[479](اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں).

لہٰذا کسی کیلئے یہ جائز نہیں کہ کوئی نیک شخص اسے پسند آجائے اور وہ اسے نبی بنا بیٹھے! کیونکہ یہ حق تو صرف اللہ کا ہے انسانوں کا یہ اختیار نہیں کہ کسی کو وہ نبی منتخب کریں، اگر کوئی ایسی حرکت کرتا ہے تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے.

کشی اپنی کتاب میں ابوعبداللہ (جعفر صادق) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جو یہ کہے کہ ہم نبی ہیں، اس پر اللہ کی لعنت ہو، اور جو اس میں شک کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو[480].

ابوبصیر سے روایت ہے آپ نے کہا: مجھ سے ابوعبداللہ (جعفر صادق) نے عرض کیا: اے ابو محمد، میں اس سے اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں جو ہمارے رب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، ابوبصیر کہتے ہیں، میں نے کہا: اللہ اس سے بَری ہے، پھر آپ نے کہا: میں اس سے بھی اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہم نبی ہیں، ابوبصیر کہتے ہیں، میں نے پھر کہا: اللہ اس سے بَری ہے[481].

---

(479) سورہ قصص: آیت/68.

(480) رجال الکشی: 590/2.

(481) رجال الکشی: 590/2.

اگر نبوت کی نسبت ائمہ اہل بیت کی جانب کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے، اور اس میں شک کرنے والا بھی لعنت کا مستحق ہوتا ہے، تو ان ائمہ کرام کو انبیاء سے افضل قرار دینے والے کا کیا معاملہ ہو گا؟ بلاشبہ یہ اور گمراہ کن اور کفریہ عقیدہ ہے.

5-جو اہل بیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کو نفع اور نقصان کا اختیار حاصل ہے!

نفع اور نقصان کا اختیار تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ اپنے سب سے افضل نبی محمد ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ آپ لوگوں سے یہ کہہ دیجئے: ﴿قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾[482] (آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا، اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں).

اسی طرح سورہ جن میں اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿قُلۡ إِنَّمَآ أَدۡعُواْ رَبِّي وَلَآ أُشۡرِكُ بِهِۦٓ أَحَدٗا ۝ قُلۡ إِنِّي لَآ أَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرّٗا وَلَا رَشَدٗا﴾[483] (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا

(482) سورہ اعراف: آیت/188.

(483) سورہ جن: آیت/20-21.

ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں).

شیخ طوسی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: (اللہ رب العالمین اپنے نبی محمد ﷺ کو یہ حکم دیتا ہے کہ آپ تمام انسانیت سے کہہ دیں: ﴿إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا﴾ یعنی میں یہ طاقت نہیں رکھتا کہ تم سے نقصان کو دور کر سکوں یا تمہیں کوئی بھلائی ہی پہونچا سکوں، اس پر تو صرف اللہ ہی قادر ہے، میں تو صرف تمہیں بھلائی کی جانب بلانے اور سیدھی راہ بتلانے والا ہوں، اگر تم اسے قبول کر لو تو تم ثواب اور بھلے انجام کے مستحق ٹھہروگے، اور اگر تم اسے ٹھکرا دو تو تمہیں سخت سزا اور دردناک عذاب سے دوچار ہونا ہوگا، پھر اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾[484] (کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا) یہاں خطاب تو نبی ﷺ سے ہے مگر اس سے آپ کی امت مراد ہے، کیونکہ آپ کبھی برا کام نہیں کرتے کہ آپ کو سزا کا خوف اور ڈر ہو، بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ذات پناہ دینے کا اختیار نہیں رکھتی ہے[485].

اگر اولادِ آدم کے سردار محمد ﷺ کا یہ حال ہے تو آپ سے کم درجہ اور کم فضیلت کے حامل اہل بیت کا کیا حال ہوگا؟

غلو کرنے والے افراد سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے امام جعفر صادق نے کیا ہی بہترین کلمات کہے، آپ کہتے ہیں: (ہمارے حق میں بہت سارے افراد نے جھوٹی بات کہی ہے، آخر انھیں

---

(484) سورہ جن: آیت/22.

(485) تفسیر التبیان: 157/10.

کیا ہو گیا ہے؟ اللہ انھیں جہنم رسید کرے، اللہ کی قسم! ہم تو صرف اس کے بندے ہیں جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں چن لیا، ہم نفع اور نقصان کے مالک نہیں، اگر ہم پر رحم کیا جائے تو یہ رب کے رحمت کی بدولت ہے، اور اگر ہم عذاب سے دوچار کئے جائیں تو یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے.... ہم بھی مرنے والے ہیں، قبر میں دفن کئے جانے والے ہیں، دوبارہ اٹھائے جانے والے اور رب کی بارگاہ میں کھڑے کئے جانے والے ہیں اور ہم سے بھی سوالات کئے جائیں گے، آخر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، اللہ کی ان پر لعنت ہو، انھوں نے اللہ کو، اس کے رسول محمد ﷺ کو، امیر المؤمنین، فاطمہ، حسن، حسین، علی بن حسین، اور محمد بن علی علیہم السلام کو تکلیف پہونچائی ہے) اور یہ تک آپ نے کہا: (میں تمھیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہوں اور میرے ساتھ رب کی جانب سے کوئی خاص براءت نہیں ہے، بلکہ اگر میں اطاعت وفرمانبرداری کی راہ اختیار کروں تو رب مجھ پر مہربان ہوگا، اور اگر میں نافرمانی کروں تو وہ مجھے سخت عذاب سے دوچار کرے گا)[486].

کشی نے یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس جعفر بن واقد اور ابوالخطاب کے چند آدمیوں کا ذکر کیا گیا، اور یہ بتلایا گیا: وہ میرے پاس بار بار آتا تھا، اور اس نے ائمہ کرام کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ﴾[487] (وہی آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی وہی معبود ہے) میں (الٰہ / معبود) سے مراد امام

---

[486] رجال الکشی: 2/491-492-روایت نمبر (403).

[487] سورہ زخرف: آیت/84.

ہیں[488]. اس پر امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے کہا: ہر گز نہیں، اللہ کی قسم! یہ لوگ یہود، نصاری، مجوس اور مشرکوں سے بدتر ہیں... اللہ کی قسم! عیسیٰ علیہ السلام اگر اس بات کا اقرار کر لیتے جو بات ان کے متعلق عیسائی کہتے ہیں تو اللہ قیامت تک آپ کو بہرہ بنا دیتا، اور اگر میں میرے حق میں اہل کوفہ کی جانب سے کہی جانے والی باتوں کا اقرار کر لوں تو مجھے زمین نگل جائے، میں تو صرف ایک عاجز بندہ ہوں، اور میں نفع اور نقصان کا مالک نہیں[489].

اور آپ (ع) نے یہ بھی فرمایا: اللہ کی اس پر لعنت ہو جو ہمارے متعلق وہ بات کہتا ہے جو بات ہم نے نہیں کہی، اور اللہ کی لعنت ہو اس پر بھی جو ہمیں اس اللہ کی بندگی سے نکال دیتا ہے جس نے ہمیں پیدا کیا، اور جس کی جانب ہمیں لوٹ کر جانا ہے[490].

---

(488) لیکن افسوس یہی فکر تفسیر قمی میں ہمیں نظر آتی ہے کہ جناب قمی نے سورہ زمر کی آیت/69 کی تفسیر میں (رب) سے مراد امام لیا ہے، اور اس تفسیر کو جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے امام جعفر صادق کی جانب منسوب کر دیا ہے، آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کریں.

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا﴾ (اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی) جناب قمی، امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (ع) نے فرمایا: اس آیت میں (رب الأرض/زمین کے پروردگار) سے مراد امام زمانہ ہیں، راوی کہتے ہیں: میں نے آپ سے سوال کیا: جب آپ کا ظہور ہو گا تو کیا ہو گا؟ اس پر آپ (ع) نے عرض کیا: لوگ سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہو جائیں گے اور امام کی روشنی ان کیلئے کافی ہو گی. (تفسیر قمی: 2/253).

(489) رجال الکشی: 2/589-590-روایت نمبر (538).

(490) رجال الکشی: 2/489-روایت نمبر (400).

6-جو اہل بیت کے کسی امام کے انسانی حاجت کی خاطر غائب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں!

رجال الکشی میں ہے کہ ایک شخص نے امام رضا (ع) سے کہا: میری جان آپ پر قربان، بعض لوگ آپ کے والد محترم[491] کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا انتقال نہیں ہوا، آپ (ع) نے عرض کیا: وہ جھوٹے ہیں، اور وہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے منکر بھی ہیں، اگر بندوں کی حاجت کی خاطر کسی کی عمر میں اضافہ کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی عمر لمبی کر دیتا[492].

7-جو اہل بیت کی جانب نماز مغرب کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے کی نسبت کرتے ہیں!

یہ حقیقت ہر ایک کو معلوم ہے کہ مغرب کی نماز کا وقت اس وقت نہیں شروع ہوتا جب غروب آفتاب کے بعد مغرب کی سمت آسمان پر آنے والی لالی (شفق) غائب ہو جائے، بلکہ اس کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج کی ٹکیا غائب ہو جائے اور سورج ہمیں دکھائی نہ دے.

اور اس بات کا فیصلہ صحیح شرعی نصوص سے ہی ممکن ہے، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک میری امت ستاروں کے روشن ہونے تک مغرب کو مؤخر نہ کرے وہ بھلائی پر رہے گی[493].

---

[491] یعنی امام موسیٰ کاظم.

[492] رجال الکشی: 759/2-روایت نمبر (867).

[493] سنن ابن ماجہ-حدیث نمبر (689)، مسند احمد—حدیث نمبر (23582)، سنن ابوداود-حدیث نمبر (418).

رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے، اور نماز کے بعد جب ہم لوٹتے تو اپنی تیر کے گرنے کے مقام کو بھی دیکھ سکتے تھے[494]. (یعنی اتنی روشنی ابھی باقی ہوتی تھی کہ ہم میں سے کوئی تیر چلاتا تو اس کے گرنے کے مقام کو بآسانی دیکھا جا سکتا تھا).

اللہ کے نبی ﷺ کے افعال کی پابندی ہر مسلمان پر ضروری ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: (تم اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز ادا کرتے دیکھا ہے)[495]، جس طرح نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کی کیفیت کی پابندی ضروری ہے اسی طرح ایک مسلمان پر اوقات نماز کی پاپندی بھی ضروری ہے، کیونکہ نماز کے وقت کو ضائع کرنا بھی نماز کو ضائع کرنا ہے. اوقات نماز کی پابندی ان واجب امور میں سے ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾[496] (یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے).

یہی وجہ ہے کہ اہل بیت جو کہ اللہ کے نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی کرنے والے تھے، انھوں نے نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا بڑا اہتمام کیا.

---

(494) صحیح بخاری-حدیث نمبر (559)، صحیح مسلم-حدیث نمبر (673).

(495) صحیح بخاری-حدیث نمبر (631)، عوالی اللآلی: 197/1.

(496) سورہ نساء: آیت/103.

کلینی اپنی کتاب (الکافی) میں ابن سنان سے روایت کرتے ہیں، اور وہ جعفر صادق (ع) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مغرب کی نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج غروب ہو جائے اور اس کی ٹکیا غائب ہو جائے[497].

حر العاملی نے اپنی کتاب (وسائل الشیعہ) میں داود بن فرقد سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد کو ابو عبد اللہ (جعفر صادق) سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا ہے: مغرب کی نماز کا وقت کب داخل ہوتا ہے؟ اس پر آپ (ع) نے عرض کیا: جب اس کی کرسی غائب ہو جائے، میں نے کہا: اس کی کرسی کا کیا معنی ہے؟ اس پر آپ (ع) نے فرمایا: اس کی ٹکیا، میں نے پھر سوال کیا: اس کے غائب ہونے کا اعتبار کیسے ہوگا؟ اس پر آپ (ع) نے فرمایا: جب تم اس کی جانب دیکھو اور وہ تمہیں دکھائی نہ دے[498].

زرارہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: ابو جعفر باقر (ع) نے فرمایا: مغرب کی نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج کی ٹکیا غائب ہو جاتی ہے، اور اگر نماز کے بعد تمہیں ٹکیا نظر آئے تو تمہیں نماز دہرانی ہوگی[499].

حمیری نے (قرب الاسناد) میں صفوان بن مہران سے روایت کی ہے انھوں نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ جعفر صادق سے سوال کیا: میری تجارت کچھ پھیلی ہوئی ہے اسی لئے میں مغرب کی نماز کو شفق کے غائب ہونے تک مؤخر کر دیتا ہوں اور اس کے بعد دونوں نماز ایک ساتھ ادا کر لیتا ہوں، کیا

---

[497] الکافی: 280/3، شیعہ مرجع محمد صادق روحانی نے اس حدیث کو (فقہ الصادق: 41/4) میں صحیح قرار دیا ہے.

[498] شیعہ مرجع ابوالقاسم الخوئی نے اس حدیث کو اپنی کتاب (کتاب الصلاۃ: 257/1) میں، اور محمد صادق روحانی نے اپنی شرح (فقہ الصادق: 43/4) میں صحیح قرار دیا ہے.

[499] وسائل الشیعۃ: 167/4، شیعہ مرجع محمد صادق روحانی نے (فقہ الصادق: 41/4) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

ایسی سہولت میرے لئے ہو سکتی ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا: جب سورج کی ٹکیا غائب ہو جائے تو مغرب ادا کر لو کیونکہ تم اور تمہارا اماں سب اللہ کا ہے [500].

طوسی نے اپنی کتاب (تہذیب الأحکام) میں اسماعیل بن جابر سے روایت کی ہے آپ نے کہا: میں نے امام جعفر صادق سے مغرب کا وقت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس کا وقت سورج کے غروب ہونے سے شفق کے غائب ہونے تک ہے [501].

طوسی نے (الأمالی) میں رزیق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: ابو عبداللہ (جعفر صادق علیہ السلام) مغرب کی نماز اس وقت ادا کرتے جب سورج کی ٹکیا غائب ہو جاتی اور تارے ابھی ظاہر نہیں ہوئے ہوتے [502].

ائمہ اہل بیت نے ان لوگوں سے اپنی براءت کا اعلان بھی کیا جنھوں نے نماز مغرب میں یہ بدعت ایجاد کی کہ کہا: سورج کا غروب ہونا اس وقت مانا جائے گا جب شفق غائب ہو جائے، اور ائمہ اہل بیت کی جانب سے براءت کے اظہار کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمل غلو کرنے والے ابو الخطاب کی متابعت ہے.

طوسی نے ذریح سے روایت کی، آپ نے عرض کیا: میں نے ابو عبداللہ (ع) سے یہ کہا: ابو الخطاب سے تعلق رکھنے والے بعض حضرات مغرب کو اس وقت ادا کرتے ہیں جب تارے

---

(500) قرب الاسناد: ص/60، شیعہ مرجع ابو القاسم الخوئی نے (کتاب الصلاۃ: 258/1) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

(501) تہذیب الأحکام: 258/2، شیعہ مرجع ابو القاسم الخوئی نے (کتاب الصلاۃ: 258/1) میں اسے موثوق قرار دیا ہے.

(502) الأمالی: ص/695.

روشن ہو جاتے ہیں، اس پر آپ (ع) نے ارشاد فرمایا: جو جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے میں اس سے اللہ کی خاطر اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں۔

طوسی کی جناب خوئی کے بقول صحیح سند کے ساتھ امام رضا (ع) سے روایت ہے آپ (ع) نے عرض کیا: ابوالخطاب نے کوفہ کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے کہ یہ لوگ اس وقت تک مغرب کی نماز ادا نہیں کرتے جب تک کہ شفق غائب نہ ہو جائے[503]۔

ابن بابویہ قمی امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (ع) نے فرمایا: ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص جو مغرب کو ثواب کی خاطر مؤخر کرتا ہے، اور آپ (ع) سے یہ کہا گیا: اہل عراق تاروں کے روشن ہونے تک مغرب میں تاخیر کرتے ہیں، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: یہ اللہ کے دشمن ابوالخطاب کا عمل ہے[504]۔

شیعہ مرجع ابوالقاسم الخوئی نے اس باب کی روایات ذکر کرنے کے بعد ایک بہترین خلاصہ پیش کیا ہے جو یہ ہے: ان روایات سے یہ بات عیاں ہے کہ محمد بن ابوزینب (ابوالخطاب) ایک گمراہ اور بدعقیدہ انسان تھا، اگرچہ کہ ان میں سے بعض روایات ضعیف ہیں لیکن جو ان میں صحیح ہیں وہی اس بات کیلئے کافی ہیں، اور مجمل طور پر اسے متواتر کہنا بھی درست ہے[505]۔

---

[503] معجم رجال الحدیث: 270/15، مذکورہ دونوں روایات کو شیعہ مرجع ابوالقاسم الخوئی نے صحیح قرار دیا ہے۔

[504] من لا یحضرہ الفقیہ: 220/1.

[505] معجم رجال الحدیث: 270/15.

ائمہ اہل بیت کے متعلق شیعہ علماء کا نظریہ

ائمہ کی شان میں غلو جب شیعی روایات کا حصہ ہو اور عقیدے کی تمام کتابوں میں یہ غلو موجود ہو تو ضروری ہے شیعہ مرجعیات اور کبار علماء کی کتابوں اور فتاوی میں بھی یہ غلو پایا جائے اور حقیقت حال جاننے کا یہ سب سے بہترین طریقہ ہے کیونکہ ان حضرات نے اپنی مؤلفات میں صرف انھیں روایات کو جگہ دی ہے جو ان کے مذہب اور عقیدے کے موافق ہیں، اور ان تمام روایات کا رد کیا ہے جو ان کے عقیدے کے خلاف ہیں.

ایک انصاف پسند قاری اس وقت حیرت کا شکار ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ اثنا عشری شیعہ ان کی کتابوں میں موجود ائمہ کی شان میں غلو آمیز روایات سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ کتابوں میں موجود تمام روایات صحیح نہیں، (اور یہ انصاف کا تقاضہ بھی ہے کہ کسی جماعت پر اس کی صحیح اور غیر صحیح تمام تعلیمات کا الزام نہ دیا جائے) لیکن اسی کے بالمقابل اسی مذہب کے مرجعیات اور کبار علماء ان غلو آمیز روایات کو صراحتاً استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں جو ان کے ہاں عقائد کی کتابوں میں موجود ہیں اور اب تو ان کے قول کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی ہے!!.

انصاف کی بھی ایک حد ہوتی ہے، جس سے تجاوز حقیقت کی پردہ پوشی شمار کی جاتی ہے!.

اب نامور شیعہ علماء کے غلو آمیز اقوال کتاب کے نام اور صفحہ نمبر کے حوالے کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں:

آیت اللہ العظمیٰ خمینی

جناب خمینی نے ائمہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: (ہمارے دین کی بنیادی تعلیمات میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ ہمارے ائمہ کو وہ بلند مقام حاصل ہے جو کسی مقرب فرشتہ اور رسول کو

حاصل نہیں، اور انھیں ائمہ سے مروی ہے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اللہ کے ساتھ چند حالتیں ایسی ہیں جس تک کسی مقرب فرشتہ اور رسول کی رسائی نہیں ہو سکتی)[506].

اس میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ائمہ اہل بیت کو تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے، اثنا عشری شیعہ کے نزدیک بارہ ائمہ، محمد ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور یہ ان کا بنیادی عقیدہ ہے۔

جناب خمینی کا غلو صرف افضیلت تک ہی محدود نہیں بلکہ اس سے بھی متجاوز ہے کہ انہوں نے ائمہ سے بھول اور غفلت کی نفی بھی ان الفاظ میں کی (ائمہ سے ہم بھول اور غفلت کا تصور ہی نہیں کر سکتے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام مصالح کا انھیں مکمل علم ہے)[507] بلکہ ان کا کہنا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ائمہ کے حکم کے تابع ہے وہ کہتے ہیں (بلا شبہ ہمارے ائمہ کو اونچا مقام اور مرتبہ حاصل ہے ساتھ ہی انھیں تکوینی خلافت بھی حاصل ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی ولایتِ تکوینی کے ماتحت ہے)[508].

تعجب ہے جناب خمینی پر، کیونکہ خود شیعہ کے دو متقدم علماء نے اپنے دور ہی میں اس بات کی صراحت کر دی تھی کہ ائمہ سے بھول کی نفی کرنا ان کی شان میں غلو کا پہلا درجہ ہے[509] لیکن

---

(506) الحکومۃ الاسلامیۃ: ص/52.

(507) الحکومۃ الاسلامیۃ: ص/95.

(508) الحکومۃ الاسلامیۃ: ص/52.

(509) ابن بابویہ قمی (صدوق) اپنی کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ: 234/1) میں لکھتے ہیں: غلو کرنے والے اور مفوضہ پر اللہ لعنت کرے، وہ اللہ کے نبی ﷺ سے سہو اور بھول کی نفی کرتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ سے نماز میں بھول ممکن ہے تو تبلیغ دین میں بھی بھول ممکن ہے، کیونکہ جس طرح تبلیغ ایک فریضہ ہے اسی طرح نماز بھی فریضہ ہے۔

افسوس یہی عقیدہ اب ان کے مذہب کا حصہ بن گیا ہے، اور اس کی مخالفت کرنے والا اہل بیت کا دشمن یا کم از کم ان سے جفا کرنے والا اور ان کے حقوق تلف کرنے والا شمار کیا جاتا ہے ! !

اس سے اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب عقیدے کے اعتبار سے زمانے کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا ہے، اور چھوٹے غلو سے بڑے غلو کی جانب بڑھتا رہا ہے.

آیت اللہ العظمی محمد حسینی شیرازی اپنی موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) "الفقہ" میں لکھتے ہیں "رہا غلو کرنیوالا (اس معنی میں جس معنی میں امام صدوق نے ابن الولید کی متابعت میں لیا کہ نبی اکرم ﷺ سے بھول کی نفی کرنا غلو کا پہلا درجہ ہے) تو وہ کافر نہیں ہے، اور یہ دلائل سے ثابت ہے بلکہ آج یہ عقیدہ ہمارے مذہب کے بنیادی اصول میں سے ہے [(510)].

ذرا سوچیں کہ اگر اس زمانے میں محمد بن حسن اور ان کے شاگرد قمی ہوتے تو وہ شیعہ کے ان بڑے علماء، مرجعیات اور جناب خمینی کے متعلق کیا کہتے جنھوں نے اس غلو کو دین کا حصہ ہی نہیں بلکہ اصل دین بنا دیا!

بلکہ وہ شیخ میلانی کے متعلق کیا کہتے جنھوں نے اپنے رسالہ "العصمہ" میں الکافی کی یہ روایت ذکر کی (بے شک اللہ نے ہم کو پیدا کیا اور بہترین خلقت دی اور ہماری صورت گری کی اور بہترین صورت دی، اور ہم کو اپنے بندوں میں آنکھ قرار دیا، اور اپنی مخلوق پر لسانِ ناطق بنایا اور بندوں پر ہم کو دستِ کشادہ قرار دیا، مہربانی اور رحمت کیلئے اپنا وجہ (چہرہ) بنایا، جس سے اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے

ابن بابویہ قمی سے قبل یہ قول ان کے استاد محمد بن حسن نے کہا ہے، جیسا کہ خود صدوق نے اپنی کتاب (من لا یحضرہ الفقیہ: 234/1) میں ان کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: (نبی ﷺ اور ائمہ کی شان میں غلو کا سب سے پہلا درجہ ان سے بھول کی نفی کرنا ہے).

(510) کتاب الفقہ: 247/4.

اور ہمیں اپنا دروازہ قرار دیا جس سے اس کی طرف پہونچنا ہوتا ہے، ہم زمین وآسمان میں اس کے خزانے ہیں، ہماری وجہ سے درخت پھل لاتے ہیں، ہماری وجہ سے پھل پکتے ہیں، اور نہریں جاری ہوتی ہیں، اور ہماری وجہ سے بادل برستے ہیں، اور زمین پر گھاس اُگتی ہے، ہماری عبادت کی وجہ سے اللہ کی عبادت ہوئی، اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت ہی نہ ہوتی)[511] پھر اس روایت پر اپنی جانب سے یہ تعلیق لکھی (چنانچہ جو ذات بندوں کے درمیان اللہ کی آنکھ، اس کی زبانِ ناطق اور اس کا ہاتھ ہو، کیا وہ بھول اور غفلت کا شکار ہو سکتی ہے)[512].

بالکل صحیح .... اے میلانی! ہم ائمہ اہل بیت کے متعلق غفلت اور بھول کا گمان بھی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ وہ آپ کے پاس مقامِ الوہیت کو پہونچ چکے ہیں، اور اگر یہ بات نہیں تو اس غلو والی روایت اور آپ کی اس تعلیق کا کیا معنی ہے؟!!!.

ابن بابویہ قمی نے ابو الصلت ہروی سے روایت کی وہ کہتے ہیں: میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا، اے رسول ﷺ کے بیٹے، کوفہ میں ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے کہ نبی ﷺ سے نماز میں بھول نہیں ہوئی، تو آپ نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہو، بے شک جو ذات نہیں بھولتی وہ صرف اللہ کی ذات ہے جس کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں[513].

اب اگر ائمہ اہل بیت کی جانب کوئی شخص اس چیز کی نسبت کرے جو صرف اللہ کیلئے خاص ہے تو اس کے متعلق ہمارا وہی قول ہوگا جو قول امام رضا علیہ السلام کا ہے.

---

(511) الکافی: 1/144.

(512) العصمۃ: ص/30.

(513) عیون اخبار الرضا (ع)- باب (ماجاء عن الرضا علیہ السلام فی وجہ دلائل الائمۃ والرد علی الغلاۃ والمفوضۃ)- حدیث نمبر (5).

ائمہ اہل بیت کی شان میں اگر کچھ اور غلو آمیز روایات دیکھنا ہو تو ذرا اور آگے بڑھیں!

شیعی روایات اور شیعہ علماء کے بقول ائمہ نور سے پیدا کئے گئے اور ان کی تخلیق اس مٹی سے نہیں ہوئی جس سے آدم علیہ السلام اور بقیہ انسان کی تخلیق ہوئی!

یہ معاملہ تو سمجھ سے باہر ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اہل بیت کی تخلیق اصل خلقت مٹی سے نہیں ہوئی جس سے تمام انبیاء اور انسانوں کی تخلیق ہوئی، اور کیا وجہ ہے کہ ان کی تخلیق اس نور سے ہوئی جس سے کہ فرشتوں کی تخلیق ہوئی؟!

اور اگر آپ اس کی وجہ دریافت کریں تو ان کی جانب سے آپ کو یہی ایک جواب مل سکتا ہے: کیا اللہ ہر چیز پر قادر نہیں ہے؟".

یقینا .... اللہ ہر چیز پر قادر ہے... لیکن اس نے ہر چیز کیلئے کچھ نہ کچھ سبب بنایا ہے، اور یہ جواب تو کوئی ایسا جواب نہیں کہ ہم اس پر اپنے عقیدے کی بنیاد رکھیں، آخر کیا وجہ ہے کہ اہل بیت کو نور سے پیدا کیا جاتا ہے، جبکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے عظیم تر مقام و مرتبہ کے باوجود مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ یہ ان کی تکریم اور عزت کیلئے تھا تو ہمارا یہ سوال ہے: آخر انبیاء کی تخلیق میں کیا عیب اور نقص ہے جبکہ وہ مٹی سے پیدا کئے گئے؟.

اب آپ ذرا خمینی صاحب کا یہ غلو بھی ملاحظہ کریں، وہ کہتے ہیں:

(اے پیارو یہ یاد رکھو، بیشک معصوم اہل بیت دنیا کی تخلیق سے قبل ہی نبی ﷺ کے روحانی اور غیبی مقام میں شریک ہیں، ان کے نور اسی وقت سے تسبیح و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں، اور یہ انسان کے تصور اور علم سے باہر ہے، نصِ شریف میں آیا ہے "اے محمد ﷺ! بے شک اللہ

تعالیٰ یکتا تھا، پھر اس نے محمد ، علی اور فاطمہ کو پیدا کیا، پھر وہ ہزار سال رہے ، پھر اس کے بعد تمام چیزوں کو پیدا کیا اور انھیں اِس پر گواہ بنایا، اور ان (محمد ، علی اور فاطمہ) کی اطاعت کو ان پر لازم ٹھہرایا ،اور تمام امور ان کے سپرد کر دیئے[514] وہ جو چاہیں حلال کریں اور جو چاہیں حرام کریں مگر جبکہ اللہ چاہے !! پھر کہا: اے محمد ، یہی وہ دین ہے جو اس سے آگے بڑھا وہ خارج ہو گیا، جو اس سے پیچھے بھی رہا وہ ہلاک ہو گیا اور جو اسے لازم پکڑا وہ حق پر گامزن ہو گیا، اے محمد ، اسے قبول کر لو" یہی وہ بات ہے جو

---

[514] جو بات جناب خمینی نے ذکر کی ہے یہ وہی تفویض ہے جس کی ائمہ اہل بیت نے مذمت کی ہے اور اس کے قائلین سے اپنی براءت کا اعلان کیا ہے، تفویض کی وضاحت کرتے ہوئے محمد صالح مازندرانی نے (شرح اصول الکافی: 61/9) میں لکھا ہے: (غلو کرنے والے فرقہ جس تفویض کا عقیدہ رکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا، یا تمام ائمہ کرام کو پیدا کیا، اور آسمان وزمین اور ان کے درمیان موجود تمام چیزوں کی تخلیق اور رزق ائمہ کے سپرد کر دیا، اور موت دینے اور زندگی دینے کی ذمہ داری بھی انھیں کو سونپ دی).

تعجب کی بات یہ ہے کہ تفویض کا یہ عقیدہ جناب خمینی کے نزدیک کفر نہیں ہے، اس ضمن میں ان کی لکھی ہوئی کتاب (کتاب الطھارۃ: 340/3) ملاحظہ کریں. اور اس کے بعد امام جعفر صادق کی اس روایت کو بھی پڑھ لیں:

ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب (الاعتقادات) میں زرارہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا: عبداللہ بن سبا کے لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو تفویض کا قائل ہے. آپ (ع) نے پوچھا: یہ تفویض کیا ہے؟ زرارہ کہتے ہیں، میں نے کہا: وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ، اور علی (ع) کو پیدا کیا، اور اس کے بعد تمام کام ان کے حوالے کر دیئے، اب یہی سب کو پیدا کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، موت دیتے ہیں اور زندگی دیتے ہیں، اس پر آپ (ع) نے عرض کیا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے، جب تم اس کے پاس جانا تو سورہ رعد کی اس آیت کی تلاوت اس کے پاس کرنا: ﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (سورہ رعد آیت/16) (کیا جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں انہوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظر میں پیدائش مشتبہ ہو گئی ہو، کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے)، زرارہ کہتے ہیں: میں اس کے پاس آیا اور اس کو امام جعفر صادق کا پیغام پہونچا دیا، یہ سن کر وہ بالکل خاموش اور ہکا بکا رہ گیا. (الاعتقادات از ابن بابویہ قمی: ص/100).

معتبر کتابوں میں ان کے حق میں ثابت ہے جس کے ادراک سے عقل حیران ہے کیونکہ ان کے علاوہ کوئی ان کے حقائق اور اسرار و رموز کو نہ جان سکا، صلوات اللہ و سلامہ علیہم [515] [516].

خمینی ولادتِ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مناسبت پر کہتے ہیں: (نہ میں اور نہ کوئی دوسرا امیر المؤمنین (ع) کی عظیم شخصیت کے متعلق گفتگو کر سکتا ہے کیونکہ ہم اس عظیم انسان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا ادراک ہی نہیں کر سکتے، یہی کامل انسان ہے، اور اللہ کے تمام اسماء و صفات کا حقیقی مظہر ہے، آپ کی شخصیت کے پہلو، اللہ کے اسماء کے مقابلے میں ہزار ہیں جس میں ایک کی وضاحت بھی ہمارے بس میں نہیں، یہی وہ انسان ہے جو اضداد (باہم مختلف صفات) کا مجموعہ ہے کوئی اس کے متعلق گفتگو نہیں کر سکتا، اسی لئے بہتر ہے کہ میں بھی خاموشی اختیار کروں...

پھر آگے کہتے ہیں (یہ شخص تو رب کا معجزہ ہے، کوئی اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا، ہر ایک اپنی سمجھ اور اپنے فہم کے مطابق بات کرتا ہے، جبکہ امام علی (ع) کی شخصیت ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہے، یعنی ہم ان کی کماحقہ تعریف بیان نہیں کر سکتے [517] اور ہوتا یہ ہے کہ ہر شخص ان کی

---

(515) ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بشر ہیں اور مخلوق ہیں، اور وہ نفع اور نقصان کے مالک نہیں، کیونکہ نبی ﷺ جو کہ ان میں سب سے افضل اور ان کے سردار ہیں ان کے متعلق رب کہتا ہے: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے) (سورہ کہف: آیت/110)، تو بھلا امام علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہا جائے گا جو کہ آپ سے درجہ اور فضیلت کے اعتبار سے کم ہیں؟!.

(516) الأربعون حديثاً از خمینی: ص/604-605، زبدة الأربعين حديثاً: ص/232-233.

(517) یہ عبارت تو ہم رب العالمین کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ جس قدر کمال تم تصور کر سکتے ہو، اللہ رب العالمین اس سے بھی بہتر اور اکمل ہے، ہماری عقل اس کمال کے معانی اگر تصور بھی کر لے تو اس کی حقیقت کے ادراک سے وہ عاجز ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ جو عقیدہ ہم رب العالمین کے متعلق رکھتے ہیں وہ عقیدہ جناب خمینی امام علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق رکھتے ہے!!.

بعض متضاد صفات کو لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو پہچان لیا ہے... اسی وجہ سے ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم ان کے متعلق گفتگو نہ کریں بلکہ ان کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں)[518].

بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں: (آپ خلیفۂ رسول ﷺ ہیں، ملک وملکوت میں آپ کے قائم مقام ہیں، اپنی حقیقت کے ساتھ جبروت ولاہوت میں متحد ہیں، آپ ہی شجرۂ طوبیٰ کی اصل اور سدرۃ المنتہی کی حقیقت ہیں، آپ ہی ایک مقام پر رفیق اعلیٰ اور ایک مقام پر رفیق ادنیٰ ہیں، اور آپ ہی روحانیین کے معلم اور انبیاء ومرسلین کے مؤید ہیں)[519].

آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ جبروت ولاہوت کے اتحاد کی بات تو نصاری کی مشابہت ہے جو لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کے قائل ہیں[520].

جناب خمینی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں اللہ کے حلول کر جانے کا قول خود علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا (ہماری اللہ کے ساتھ کئی حالتیں ہیں، وہ تو وہ ہے اور ہم تو ہم ہیں، اور وہ ہم ہیں اور ہم وہ ہیں)[521].

---

(518) جریدہ رسالت: نمبر (628).

(519) مصباح الہدایۃ: ص/14.

(520) عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دو پہلو ہیں، ایک الٰہی پہلو، اور دوسرا بشری پہلو، اور وہ آپ کے الٰہی حصے کو (لاہوت) اور انسانی حصے کو (ناسوت) کا نام دیتے ہیں.

(521) مصباح الہدایۃ از خمینی: ص/124، اللمعۃ البیضاء از تبریزی انصاری: ص/28.

یہی تو وحدۃ الوجود کے قائلین کا کلام ہے، اب بس اتنا ہی کہنا باقی رہتا ہے: کہ اللہ ہی علی ہے اور علی ہی اللہ ہیں!!.

آیت اللہ العظمیٰ خوئی

آیت اللہ العظمیٰ خوئی سے مندرجہ ذیل سوال کیا گیا:

بعض روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور فاطمہ زہراء علیہا السلام، امام حسین علیہ السلام کے عزاء اور ماتم کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں، اور اگران دونوں کے حاضر ہونے کو تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہی معاملہ دوسرے ائمہ کا بھی ہے؟ اور کیا وہ بھی حاضر ہوتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا: یہ (یعنی تمام ائمہ کا عزاء کی مجالس میں حاضر ہونا) ممکن ہے، اور بعض روایات سے اس کا ثبوت ملتا ہیں. واللہ العالم![522].

آیت اللہ العظمیٰ جواد تبریزی

خوئی کی "صراط النجاۃ" کے ساتھ مطبوعہ تعلیقات اور فتاوی میں ایک سائل کا سوال اور آپ کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

---

(522) صراط النجاۃ: 319/3، سوال نمبر (1000).

سوال: اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی اور اہل بیت اپنی روح اور اپنے مادی جسم کے ساتھ دنیا کی تخلیق سے پہلے موجود تھے، اور اللہ نے عرش کے اطراف صرف ان کی صورتیں ہی نہیں بنائی تھیں، بلکہ وہ آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کئے گئے؟

جواب : تمام اہل بیت علیہم السلام اپنے نورانی جسم کے ساتھ آدم کی تخلیق سے پہلے موجود تھے، رہاان کی مادی تخلیق تو وہ آدم علیہ السلام سے متاخر ہے، جیسا کہ واضح ہے، واللہ العالم !![523].

سوال: کیا سیدہ فاطمہ الزہراء کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا جائز ہے کہ وہ بنفس نفیس اپنے گوشت اور خون کے ساتھ ایک ہی وقت میں عورتوں کی بے شمار مجالس میں حاضر ہوتی ہیں؟

جواب : ایک ہی وقت میں کئی مقامات پر آپ کے نورانی صورت حاضر ہونے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ آپ کا نورانی جسم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے، اور اس کا معاملہ جسمِ عنصری کا نہیں ہے جو زمان و مکان کا محتاج ہوتا ہے، واللہ العالم !!!![524].

سوال: کیا فاطمہ زہراء علیہا السلام کی کوئی تخلیقی خصوصیت ثابت ہے؟ اور آپ کے والد ماجد ﷺ کے انتقال کے بعد قوم کی جانب سے آپ پر جو مصائب آئے کہ آپ کی پسلی توڑ دی گئی اور جنین ساقط ہو گیا ، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: ہاں، آپ کی تخلیق اللہ کے فضل وکرم سے تمام ائمہ سلام اللہ علیہم کی تخلیق کے مثل ہے ، جنھیں اللہ نے تمام لوگوں سے امتیاز بخشا ہے.... اور فاطمہ (ع) اپنی والدہ کے پیٹ میں باتیں کیا کرتی تھیں، اور رسول ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ پر فرشتے نازل ہوتے تھے[525].

---

(523) صراط النجاۃ: 438/3-سوال نمبر (1260).

(524) صراط النجاۃ: 439/3-سوال نمبر (1263).

سوال: کیا آیت مباہلہ اور کثیر روایات اور زیارات کی رو سے یہ کہنا جائز ہے کہ بارہ ائمہ اور فاطمہ علیہا السلام، نبی ﷺ کے علاوہ تمام مخلوق سے افضل ہیں؟

جواب: جی ہاں، آیت کی رو سے یہی قول متعین ہے، اور دوسری روایات بھی اس کا اشارہ دیتی ہیں[526].

یہ تبریزی کی تصریح ہے کہ ائمہ اور فاطمہ زہراء، رسول اکرم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں، اور ان کا یہ قول صریح الفاظ میں "الانوار الالہیہ فی المسائل العقائدیہ" میں موجود ہے وہ ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں (ہمارے ائمہ علیہم السلام، رسول اکرم ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں)[527].

کیا اہل بیت کی محبت کا یہی مطلب ہے کہ ان کی شان میں اس قدر غلو کیا جائے اور اس کی آڑ میں ان انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کی جائے جنھیں اللہ نے نبوت اور رسالت کیلئے منتخب کیا ہے؟! .

عقیدے میں غلو کی یہ چند مثالیں ہیں جو محبت اور مدد کے نام پر مذہب شیعہ کا حصہ بن چکی ہیں.

---

(525) صراط النجاۃ: 3/439-سوال نمبر (1264).

(526) صراط النجاۃ: 2/568.

(527) الانوار الالٰہیۃ فی المسائل العقائدیۃ: ص/141.

آیت اللہ العظمیٰ محمد بن مہدی حسینی شیرازی

آپ اپنی کتاب "فقہ الزھراء" میں لکھتے ہیں:

(ائمہ علیہم السلام اور فاطمہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم رب کی اجازت سے تمام کائنات کا علم رکھتے ہیں اور اس پر انھیں قدرت بھی حاصل ہے، مگر وہ چیزیں مستثنی ہیں جو اللہ نے مستثنی کی ہیں ، جیسا کہ زیارتِ رجبیہ میں اس کا بیان گذر چکا ہے، انھیں جملہ احادیث میں یہ بھی ہے کہ انھیں **ماکان ومایکون** (یعنی اب تک ہونے والے تمام معاملات اور قیامت تک ہونے والے تمام کام) کا علم حاصل ہے.

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ: (بقیہ معصومین کی طرح فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی رب کی مشیئت سے غیب کا علم رکھتی ہیں)[528].

اور فاطمہ اور ائمہ علیہم السلام کو تکوینی ولایت حاصل ہے، یعنی رب نے تمام کائنات کی باگ ڈور ائمہ اور فاطمہ علیہم السلام کے ہاتھ میں دے رکھی ہے، جیسا کہ موت دینے کی ذمہ داری عزرائیل کے ہاتھوں میں ہے، ائمہ کرام کو کسی چیز کو معرضِ وجود میں لانے اور ختم کرنے کا مکمل اختیار اور تصرف حاصل ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ ان کے دل اللہ کی مشیئت کے پیمانے ہیں، جس طرح اللہ نے انسان کو اختیاری افعال کی قدرت دی اسی طرح انھیں کائنات میں تصرف کی قدرت عطا کی، اور یہ قدرت تمام ائمہ معصومین علیہم السلام کو حاصل ہے، اور وہ تمام خوبیاں جو انبیاء کرام کو

---

[528] من فقہ الزھراء-المقدمۃ: ص/36-37.

حاصل تھیں وہ ائمہ معصومین کو بھی حاصل ہیں کیونکہ ائمہ کرام، انبیاء سے افضل ہیں، اور فاطمہ (ع) رسول ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے افضل ہیں[529].

آیت اللہ العظمیٰ محمد محمد صادق الصدر

محمد الصدر کی بات تو اور ہی نرالی ہے.

وہ امام حسین کے صبر اور انبیاء کرام کے صبر کے درمیان موازنہ کرتے ہیں، صرف انبیاء ہی نہیں بلکہ اولوالعزم پیغمبروں اور امام حسین کے صبر کے درمیان موازنہ کرتے ہیں، جبکہ اولوالعزم پیغمبر وہ ہیں جنھیں یہ نام ان کے صبر جمیل پر دیا گیا، موازنے کا اسلوب بھی ایسا کہ مومنوں کی روح کانپ جائے اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، جس موازنے میں بڑے ہی گستاخانہ انداز میں انبیاء کرام اور فرشتوں کا مذاق اڑایا گیا ہے.

ان کے مطبوعہ خطبات میں ان کا یہ بیان ہے :

(حسین علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے زیادہ صبر کیا، اللہ نے آدم علیہ السلام کے متعلق کہا ہے: ﴿وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ۞ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ۞﴾[530] (آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا، پھر اُس کے رب نے اُسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول کر لی اور اسے ہدایت بخشی) اور حسین نے نوح علیہ السلام سے زیادہ صبر کیا جو کہ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں: ﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۞ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۞﴾

(529) من فقہ الزہراء-المقدمۃ: ص/12.

(530) سورہ طٰہٰ: آیت/121-122.

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ [531] (اُس نے عرض کیا "اے میرے رب، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا، مگر میری پکار نے اُن کے فرار ہی میں اضافہ کیا، اور جب بھی میں نے اُن کو بلایا تا کہ تو اُنہیں معاف کر دے، انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا) نوح نے سینکڑوں برس صبر کیا، اور ان سے یہی توقع تھی کہ وہ رب کے آگے شکایت کیلئے منہ نہیں کھولیں گے، لیکن...!، اس کے برخلاف حسین نے رب کے آگے کبھی شکایت کے طور پر منہ نہیں کھولا).

پھر کہتے ہیں: (حسین نے ذوالنون (یونس علیہ السلام) سے بھی زیادہ صبر کیا، ذوالنون تو چند برس بھی صبر نہ کر سکے اور اس قوم سے تنگ آ گئے جس قوم کی جانب آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا تھا: ﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ [532] (مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو! جبکہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے. آخر کار وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا).

مریم کو جب فرشتے نے عیسیٰ کی بشارت دی، تو وہ خاموش نہ رہ سکیں اور یہ شبہ ظاہر کیا: ﴿قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا ﴾ ﴿ قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۖ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴾ [533] (کہنے لگیں بھلا میرے ہاں بچہ کیسے

---

[531] سورہ نوح: آیت/5-7.

[532] سورہ انبیاء: آیت/87.

[533] سورہ مریم: آیت/20-21.

ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتے نے کہا "ایسا ہی ہوگا، تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ہو کر رہنا ہے") فرشتے نے جواب دیا: یہ تمہاری مرضی کے برخلاف رب کا فیصلہ ہے، اور اس پر رب کا اختیار ہے تمہارا نہیں، تم کیوں بلاوجہ اپنا منہ کھول رہی ہو؟ کیا معصومین میں سے کسی نے بلاوجہ کبھی اپنا منہ کھولا؟ ہرگز نہیں، کسی صورت ان کے متعلق یہ ثابت نہیں ہے.

زکریا علیہ السلام جن سے فرشتے یہ کہتے ہوئے گویا ہوتے ہیں ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾[534] (جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ "اللہ تجھے یحییٰؑ کی خوش خبری دیتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا اس میں سرداری و بزرگی کی شان ہوگی کمال درجہ کا ضابط ہوگا نبوت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا"، زکریاؑ نے کہا، "پروردگار! بھلا میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا، میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے" جواب ملا، "ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے") لیکن انھیں تو طبعی اسباب نے گھیر لیا اور انھوں نے فرشتوں کے سامنے ہی شک کرتے ہوئے زبان کھول دی)[535].

---

(534) سورہ آل عمران: آیت/39.

(535) منبر الصدر: ص/44-46.

اس قدر گستاخانہ انداز میں محمد الصدر انبیاء کرام اور مریم بتول علیہا السلام کے متعلق گفتگو کرتا ہے، اس مکمل گفتگو کا مقصد صرف یہی ہے کہ سامعین کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ امام حسین سب سے افضل ہیں، اس کو ثابت کرنے میں چاہے انبیاء کرام کی تنقیص ہو، تحقیر ہو یا گستاخی ہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔

محمد الصدر کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ اپنے آپ کو فرشتوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتے ہیں، انھوں نے اپنے خطبے میں کہا: حسین علیہ السلام نے فرشتوں سے زیادہ صبر کیا، جب رب نے فرشتوں سے کہا: ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾[536] (پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں") فرشتوں کی زبان سے یہ جاری ہوا: اے رب تیرا یہ کلام درست نہیں ہے.

کیا تم نے کسی کو رب سے ایسی بات کرتے سنا ہے؟ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم!!)[537].

---

(536) سورہ بقرہ: آیت/30.

(537) نہیں! ہم نے یہ تو نہیں سنا ہے مگر ہاں، ہم نے اس شخص کے متعلق ضرور سنا ہے جو انبیائے کرام، مریم علیہا السلام، اور فرشتوں پر تنقید کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اہل بیت کا متبع ہے! جبکہ ان فرشتوں کے متعلق جن کی قدر محمد الصدر کو نہیں معلوم اللہ یہ فرماتا ہے: ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۞ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ (وہ تو بندے ہیں جنہیں عزّت دی گئی ہے، اُس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں) (سورہ انبیاء آیت/26-27).

شیخ طوسی اپنی تفسیر (التبیان: 132/1) میں لکھتے ہیں: فرشتوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار کیا آپ زمین میں ان لوگوں کو پیدا کر رہے ہیں جو اس میں فساد پھیلائیں گے اور خون بہائیں گے، اور فرشتوں کا یہ کہنا انکار کے طور پر نہیں تھا، بلکہ اس کی مصلحت اور حکمت دریافت کرنے کی خاطر تھا، گویا انھوں نے یہ کہا: اے رب اگر بات ویسی ہی ہے جیسی ہم سمجھ رہے ہیں تو ہمیں اس کی حکمت بتلائیں، بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو یہ بتلا دیا کہ وہ زمین میں خلیفہ نامی ایک جماعت پیدا کرنے والا ہے جو آدم کی اولاد سے ہوگی، اور زمین میں خون خرابہ کرے گی، اور اللہ نے فرشتوں کو یہ اجازت دی کہ وہ اس کے متعلق جو سوال کرنا چاہیں کر لیں، اور فرشتوں کو بتلانے کی حکمت یہ تھی کہ ان کا یہ عقیدہ اور مضبوط ہو جائے کہ وہی اکیلا غیب

آیت اللہ العظمی محمد الصدر نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ امام علی کی قبر اور کعبہ کے مابین موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(اصحاب عقل و فہم مومنین کے مابین یہ اشکال پایا جاتا ہے کہ کعبہ افضل ہے یا حرمِ امیر المؤمنین علی علیہ السلام (یعنی آپ کی قبر)؟ میں کہتا ہوں کہ امیر المومنین کی قبر افضل ہے، اسی طرح مصلی بھی امیر المومنین کا افضل ہے، اور گھر (مسکن) بھی امیر المومنین ہی کا افضل ہے، اللہ کی کعبہ کے ساتھ کیا دوستی ہے؟ مگر ہاں! قبر کی امیر المومنین کے ساتھ دوستی ہے، اور آپ ہی حقیقی ولی اللہ ہیں؟ بس یہی حق ہے... اور کچھ نہیں)(538).

آیت اللہ العظمی وحید خراسانی

آیت اللہ وحید خراسانی امام مہدی کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(اے وہ ذات جس کی وجہ سے دنیا قائم ہے، تو وہاں ہوتا ہے جہاں دنیا کو پیدا کرنے والا ہوتا ہے، جس طرح خالقِ کائنات سے کوئی جگہ خالی نہیں تجھ سے بھی کوئی جگہ خالی نہیں، تمام کام تو اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں لیکن وہ سب تیرے واسطے سے ہیں، ہم تو توحید پر قائم ہیں کہ تمام کام

جاننے والا ہے، تو اس وقت فرشتوں نے رب کی بارگاہ میں یہ سوال کیا، گویا ان کا کہنا یہ تھا: اے رب تو جس قوم کو پیدا کرنے والا ہے وہ تیری نافرمانی کرے گی اور فساد پھیلائے گی؟! حالانکہ ان کا تو یہ حق تھا کہ جب وہ یہ جانتے کہ تو ہی ان کا خالق ہے تو تیری تسبیح اور تحمید بیان کرتے، جیسا کہ ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں. اور یہ بات بھی فرشتوں نے اس وقت کہی جب انہیں اس کی اجازت دی گئی، کیونکہ ان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجازت سے قبل کوئی سوال کریں، کیونکہ وہ مطیع و فرمانبردار مخلوق ہیں، اور وہ وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے: ﴿وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں) (سورہ تحریم آیت/6).

(538) منبر الصدر: ص/14.

رب کی جانب سے ہیں، یہاں تک کہ ہماری جان بھی رب کی جانب سے ہے مگر یہ سب تیری وجہ سے ہے، ہماری نگاہیں اٹھتی ہیں یا ہمارے قدم بڑھتے ہیں تو رب کی جانب سے، مگر سب تیری وجہ سے،......... اے وسیع رحمت والے جس کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے)[539].

وحید خراسانی کا یہ قول بھی ملاحظہ کریں (امام زمانہ نے بندگی اختیار کی، اور جب انھوں نے بندگی اختیار کی وہ رب بن گئے، چنانچہ "بندگی تو جوہر ہے جس کی حقیقت ربوبیت ہے" اور جو اس جوہر کا حامل ہو گیا وہ بذات خود نہیں بلکہ رب کی وجہ سے ربوبیت کا مستحق ہو گیا)[540].

اپنے باطل اقوال کی تائید میں وحید خراسانی نے امام صادق کو رب ماننے والے ایک ملعون اور معدوم فرقہ خطابیہ کے ایک قطب مفضل بن عمر کا یہ جھوٹا قول نقل کیا کہ مفضل بن عمر نے ابو عبد اللہ (ع) کو فرمان الٰہی: ﴿وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا﴾[541] (زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی) کے متعلق یہ کہتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین کے رب سے مراد امام ہیں، میں نے سوال کیا جب وہ نکلیں گے تو کیا ہوگا؟ آپ نے عرض کیا کہ: لوگ سورج اور چاند کی روشنی سے مستغنی ہوں گے اور امام کی روشنی ان کیلئے کافی ہوگی[542].

غلو کرنے والوں کے کلام کا سہارا لیتے ہوئے وحید خراسانی نے اپنا عقیدہ یوں پیش کیا کہ:

---

(539) ملتقطات ولائیۃ: ص/42-43، ترجمہ عباس بن نخی. تیسرا لیکچر بعنوان (صبر الحجۃ)، آپ نے یہ لیکچر قم کی مسجد اعظم میں بتاریخ 13/شعبان 1411ھ موافق 1991/02/27م میں دیا تھا.

(540) ایضاً: ص/41.

(541) سورہ زمر: آیت/69.

(542) ایضاً: ص/64.

(امام زمانہ ہی مطلق امامت کے مستحق ہیں، یعنی آپ کو مطلق علم، مطلق قدرت، مطلق ارادہ اور وسیع رحمت حاصل ہے)(543).

اور وہ کہتے ہیں (بلاشبہ امام زمانہ اولیاء اللہ کی زیارت میں سرگرداں رہتے ہیں، اور کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی، کیونکہ وہ ذات جس کی وجہ سے دنیا قائم ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی)(544).

اللہ رب العالمین ہمیں اس کے علاوہ کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (545)(آخر اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے بلکہ اِس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکارنے والے اُن کو پکار رہے ہیں) نیز فرمان الٰہی ہے ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ (546) (اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان) اور یہ بھی فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ (547) (تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض بندے ہیں جیسے تم بندے ہو)، مگر آیت اللہ العظمی وحید خراسانی مسلم اور غیر مسلم دونوں کو امام مہدی سے مدد

---

(543) ایضاً: ص/45.

(544) ایضاً: ص/44.

(545) سورہ احقاف: آیت/5.

(546) سورہ یونس: آیت/106.

(547) سورہ اعراف: آیت/194.

طلب کرنے کی دعوت دیتے ہوئے یوں کہتے ہیں: (یہ بات ثابت ہے اور ہماری بنیادی تعلیمات میں سے ہے کہ کوئی شخص جو راستہ بھٹک جائے یا کسی صحراء میں گم ہو جائے، چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی، یا شیعہ مسلم ہو یا سنی مسلم، اگر وہ اس حال میں یہ کہتا ہے "يَا أَبَا صَالِح أَدْرِكْنِي" اے ابو صالح مہدی میری مدد فرمائیں، تو اس کی مراد ضرور حاصل ہو گی... اور اس کا یہ راز ہے کہ اس اضطراری کیفیت میں کی جانے والی دعا بلا واسطہ امام کی جانب متوجہ ہوتی ہے، اور تمام پردے اٹھ جاتے ہیں، اور جو دعا اضطراری کیفیت میں نہ کی جائے وہ رب اور امام دونوں کے درمیان برابر ہے، اور جس طرح رب سے کی گئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اسی طرح جس کی بدولت دنیا قائم ہے اس امام سے کی گئی دعا بھی ضرور قبول ہوتی ہے)[548]

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ (جب کوئی شخص صحراء میں بھٹک جائے اور پریشان ہو کر سبیلِ اعظم (یعنی جس کی بدولت دنیا قائم ہے) کی جانب متوجہ ہو تو امام علیہ السلام اسے راستہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور اسے نجات کی راہ فراہم کرتے ہیں... کیونکہ اس نے پریشانی میں ان کی جانب رخ کیا ہے اور ان سے اپنی مراد مانگی ہے اس لئے امام پر ضروری ہے کہ وہ اس کی جانب اپنی نظر رحمت کریں)[549]

شاید وحید خراسانی کو اس بات کا پتہ نہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور اہل بیت اپنی زندگیوں میں محدود قدرت کے حامل تھے، انھیں یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ اپنے اولیاء کی مدد کیلئے تمام پردوں کو چاک کرتے ہوئے پہونچ جائیں، بلکہ وہ خود اپنی زندگیوں میں سخت تکالیف سے دوچار ہوئے اور انھوں نے اس حالت میں اللہ ہی سے اپنی فریادرسی کی اور اللہ ہی سے انھوں نے مدد کی درخواست کی!!

---

(548) ملتقطات ولائیۃ: ص/50.

(549) ایضاً: ص/51.

وحید خراسانی کی یہ تمام تعلیمات سراسر غلو پر مبنی ہیں.

آیت اللہ العظمیٰ مولی میرزا حسن حائری احقاقی

احقاقی سے سورۂ نجم کی آیت: ﴿عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ﴾[550] (اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھلایا ہے) کا معنی دریافت کیا گیا، تو جواب دیا:

(..... یہ بات بالکل درست ہے اور امامیہ کے نزدیک صحیح ہے کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہی عالم اول (روحانی عالم) میں جبرئیل علیہ السلام کے استاذ ہیں، جس کے متعلق روایات مشہور ہیں اور اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے)[551].

کیا علی بن ابی طالب نے جبرئیل علیہ السلام کو آسمانی وحی سکھلایا؟؟؟!!! یہ صریح غلو نہیں تو اور کیا ہے؟ اس پر تعلیق لکھنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں!!.

ان کا ایک مقلد ان سے یہ سوال کرتا ہے، روایت میں آتا ہے کہ: (جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے چچا زاد بھائی امیر المومنین علیہ السلام کو یہ وصیت کی کہ جب میری روح پرواز کرنے لگے تو تم اسے اپنے ہاتھ میں لے لینا، اور اسے اپنے چہرے پر مل لینا، پھر ارشاد فرمایا کہ: جب میری وفات ہو جائے تو تم ہی مجھے غسل دینا اور کفن پہنانا، اور یہ یاد رکھنا کہ میری نمازِ جنازہ سب سے پہلے اللہ رب العالمین ادا کرے گا، پھر اہل بیت ادا کریں گے پھر فرشتے ادا کریں گے ، اور اس کے بعد میری امت ادا کرے گی) یہاں پر روح کے پرواز کرنے اور علی علیہ السلام کا اسے

---

[550] سورہ نجم: آیت/5.

[551] الدین بین السائل والمجیب: 2/49-سوال نمبر (240).

اپنے ہاتھ میں لے کر مل لینے کا کیا معنی ہے؟ اور اللہ رب العالمین کی آپ ﷺ پر نماز جنازہ کی کیا کیفیت ہے؟ امید کہ جواب دیں گے، اللہ آپ کی عمر دراز کرے.

اب جناب حائری کا جواب ملاحظہ کریں، وہ کہتے ہیں (روایت میں نفس سے مراد روح ہے، یعنی جب میری روح میرے جسم سے نکلے تو تم اس سے برکت حاصل کرنا اور اسے لے کر اپنے چہرے پر مل لینا، اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح سب روحوں میں افضل اور مبارک ہے، اور یہ معاملہ اس وقت ہے جبکہ یہ انسانی روح ہو، رہا اگر یہ روح لاہوتی [552] (الٰہی) ہو تو یہ روح ایک معصوم سے دوسرے معصوم میں اس کی موت کے بعد منتقل ہو جاتی ہے، جیسا کہ روایات سے ثابت ہے

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ روح امام کی وفات کے وقت اس کے ہونٹوں پر پنیر کی شکل میں آجاتی ہے، جسے اسکے بعد ہونے والا امام اپنے منہ سے لے لیتا ہے اور کھا لیتا ہے.

اور بعض روایات میں ہے کہ روح چڑیا کی شکل اختیار کر لیتی ہے جسے اس کا وصی اور امام گھونٹ لیتا ہے، جیسا کہ امام رضا اور امام جواد علیہما السلام کے درمیان ہوا[553].

میرے بس میں نہیں کہ میں اس جیسے کلام پر کوئی مناسب تعلیق چڑھا سکوں!!!

---

[552] لاہوت یہ عیسائی اصطلاح ہے جو ان کے نزدیک (اللہ کے جوہر / حقیقت) کیلئے استعمال ہوتی ہے.

[553] الدین بین السائل والمجیب: 2/75-76- سوال نمبر (256).

آیت اللہ العظمٰی مولی میرزا عبد الرسول حائری احقاقی

اپنے ہی مذہب کی ایک روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

(رہا آپ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ "إذا شِئْنَا شَاءَ اللهُ" (جب ہم چاہتے ہیں تبھی اللہ چاہتا ہے) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اِن ائمہ کی مشیئت، اللہ کی مشیئت سے مطلق مخالف نہیں ہے، بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے مولانا الحجہ (یعنی ان کے امام) نے فرمایا "ہمارے دل اللہ کی مشیئت کی پیمانے ہیں جب ہم چاہتے ہیں تو اللہ چاہتا ہے".

اب رہا ائمہ پر لوگوں کے حساب و کتاب کی ذمہ داری کا مسئلہ ...، تو ان (ائمہ علیہم السلام) سے متعدد روایات اور زیارات میں آیا ہے جیسا کہ زیارۃ الجامعہ الکبیرۃ میں ہے "اور مخلوق کا لوٹنا آپ (ائمہ کرام) ہی کی جانب ہے اور ان کا حساب و کتاب بھی آپ ہی پر ہے، اور ان کا فیصلہ بھی آپ ہی کے ذمہ ہے" اس معنی کی اور بہت سی روایات موجود ہیں، جن میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے. صحیح الکافی (ج/8 ص/195) میں امام باقر (ع) سے روایت ہے، انھوں نے کہا "جب قیامت کا دن ہوگا اللہ رب العزت تمام کو فیصلہ کیلئے جمع کرے گا پھر رسول اکرم ﷺ اور امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا جائیگا، رسول اکرم ﷺ کو سبز لباس پہنایا جائیگا جس سے مشرق و مغرب چمک اٹھیں گے، اس کے بعد علی علیہ السلام کو بھی اسی طرح لباس پہنایا جائیگا، پھر انھیں بلند کیا جائیگا، اور اس کے بعد ہمیں بلایا جائیگا، پھر اللہ رب العالمین حساب و کتاب کی ذمہ داری ہمارے سپرد کردے گا، اللہ کی قسم! ہم ہی جنتیوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل کریں گے.

اور الکافی (ج/8 ص/162) میں امام کاظم (ع) سے روایت ہے، انھوں نے کہا (مخلوق ہماری ہی جانب لوٹے گی اور ہم پر ہی ان کے حساب و کتاب کی ذمہ داری ہے...) اور (امالی الطوسی ص/406) پر ابو عبد اللہ (ع) سے روایت ہے انھوں نے کہا (جب قیامت کا دن ہوگا رب ذوالجلال

ہمارے شیعہ کے حساب کی ذمہ داری ہمیں عطا کرے گا) اس کے علاوہ ایسی بہت سی روایات ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں (554).

اس غلو آمیز کلام **(جب ہم چاہتے ہیں تو اللہ چاہتا ہے)** پر میں اتنا ہی کہوں گا کہ: اگر میں تمہاری طرح ائمہ کی شان میں غلو کرتے ہوئے تمہارے اس قول کو ایک لمحہ کیلئے تسلیم بھی کرلوں کہ رب کی مشیئت ہی ائمہ کی مشیئت ہے اور وہ رب کی مشیئت سے کچھ بھی خلاف نہیں کرتے، تب بھی اس روایت کا یہ قول میری سمجھ سے باہر ہے کہ (جب ہم چاہتے ہیں تبھی اللہ چاہتا ہے) گویا نعوذ باللہ، اللہ ائمہ کے تابع ہے، اور اس صورت میں یہ مسئلہ اتحاد مشیئت کا نہیں رہتا.

اگر غلو کرنے والوں کو ذرا بھی شرم وحیا ہوتی یا اللہ کا خوف ہوتا تو ائمہ کی جانب یہ قول کچھ اس طرح منسوب کرتے "إِذَا شَاءَ اللّٰہُ شِئْنَا" (جب اللہ چاہتا ہے تبھی ہم چاہتے ہیں) ... مگر افسوس اِس بے دینی پر اب کیا ملامت کریں.

آیت اللہ العظمیٰ محمد حسینی شاہرودی

قم میں حوزات علمیہ کے طلبہ کی جانب سے کئے گئے مندرجہ ذیل سوال کے جواب میں فرماتے ہیں.

---

(554) مستدرک أحکام الشریعۃ: ص/17.

سوال: اگر کوئی فاطمہ علیہا السلام کے نور کو آسمان وزمین کی تخلیق سے پہلے پیدا کئے جانی والی روایات میں شک کرے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ جب کہ یہ واضح ہے کہ اگر سند پر شدید بحث بھی ہو تب بھی بعض روایات اعتبار کے درجے سے نیچے نہیں ہیں.

جواب: اس میں شک نہیں کہ اللہ نے محمد ﷺ، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے نور کو کائنات کی تخلیق سے پہلے پیدا کیا، اور وہ عرش کے سائے میں نور اور سائے کی شکل میں تھے، اس ضمن میں متعدد نہیں بلکہ متواتر روایات موجود ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، دیکھیں: (بحار الانوار ج/25 ص/15,25، ج/25 ص/45، فاطمہ الزہراء کے متعلق خاص طور سے ملاحظہ کریں بحار الانوار ج/43 ص/4 ح/3)[555]

امام اکبر محمد حسین آل کاشف الغطاء

ائمہ کا وصف اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

یا کعبة الله إن حجّت لها الأملاك فعرشه ميقاتها

أنتم مشيئته التي خلقت بها الأشياء بل ذرئت بها ذراتها

أنا في الورى قالٍ لكم إن لم أقل ما لم تقله في المسيح غلاتها

(اے اللہ کے کعبہ! اگر فرشتے اس کعبے کا حج کرتے ہیں تو ان کی میقات اللہ کا عرش ہے، تم ہی اس کی وہ مشیئت ہو جس کی بدولت تمام چیزیں اور ذرات وجود میں آئے، میں تمہارے حق میں وہ

(555) ردود عقائدیۃ: ص/25.

تمام باتیں کہنا چاہتا ہوں جو غلو کرتے ہوئے عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کے متعلق بھی نہیں کہے)[556].

کاشف الغطاء نے ائمہ کرام کو کعبہ بناڈالا جس کا کہ فرشتے حج کیلئے رخ کرتے ہیں، اور رحمٰن کا عرش ان کی میقات ٹھہرایا، اور انھوں نے ائمہ کو اللہ کی مشیئت اور اس کی قدرت قرار دیا، ساتھ ہی اس عزم اور ارادے کا اظہار کیا کہ وہ ائمہ کی شان میں وہ سب کچھ کہنے کیلئے تیار ہیں جو غلو کرتے ہوئے عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کی شان میں بھی نہ کہا ہوگا، شائد وہ اپنے اس بیان سے جہاں پہونچنا تھا پہونچ گئے، واللہ المستعان.

علامہ جعفر تستری

اپنی کتاب "الخصائص الحسینیہ" میں لکھتے ہیں (بے شک اللہ اپنی ذات میں منفرد و یکتا تھا، اس وقت نہ کوئی مخلوق تھی اور نہ زمان و مکان تھے، پھر جب اس نے سب سے افضل مخلوق کی تخلیق شروع کی تو اس کے نور سے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے نور کو پیدا کیا، اور ان کیلئے کئی حالتیں اور جہاں بنائے، جیسا کہ معتبر روایات سے واضح ہوتا ہے جن میں سے یہ ہیں: عرش کی تخلیق سے قبل انھیں پیدا کیا گیا، اس کے بعد آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، وہ اس کے بعد کبھی نور اور کبھی سائے کی شکل میں تھے، اور کبھی جنت میں نور تھے، کبھی نور کے ستون تو کبھی آدم کی پیٹھ میں ڈالے گئے، کبھی ان کے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں تو کبھی ان کی پیشانی میں، اور کبھی ان کے اجداد کی جبین میں، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کی جبین میں ڈالے گئے،

---

(556) دیوان شعراء الحسین- محمد باقر النجفی- ص/12 (مطبوعہ طہران 1374ھ).

پھر حمل کے وقت وہ اپنی دادیوں کی جبین میں ڈالے گئے، یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وھب کی جبین میں ڈالے گئے، پھر ان کے نور کیلئے کئی جگہیں مقرر کی گئیں، مثلاً عرش کے آگے، عرش کے نیچے، عرش کے اوپر، بارہ پردوں میں، سمندروں میں اور خیموں میں، اوران کے ہر جگہ رہنے کی ایک مخصوص مدت ہے، ان کے عرش کی تخلیق سے قبل رہنے کی مدت 4.20.000 سال ہے، آدم کی تخلیق سے قبل عرش کے اطراف رہنے کی مدت 15.000 برس ہے، اور تخلیق آدم سے قبل عرش کے نیچے ان کے قیام کی مدت 12.000 سال ہے، یہ تفصیل کا مقام نہیں، اس پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے، ہمارا مقصد تو صرف حسین علیہ السلام کے نور کی خصوصیات بیان کرنا ہے جبکہ وہ سایوں میں تھے، ذرات میں تھے، یا جنت کے درخت کی شکل میں تھے، یا فاطمہ الزہراء کے کان کی بالیوں کے نور کی شکل میں تھے.

ان تمام عالم اور احوال میں ان نور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نور نبی ﷺ کے نور سے ہے، کیونکہ آپ حسین سے ہیں اور حسین آپ ﷺ سے ہیں، ان دونوں نور کے الگ ہونے کی صورت میں نور حسین کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نور کی رؤیت موجبِ رنج والم ہے[557].

"اللہ نے حسین علیہ السلام کو کعبہ کی خصوصیات عطا کیں" اس عنوان کے تحت مقام ابراہیم اور زیارت حسین اور کعبہ اور زیارت حسین کے درمیان موازنہ کے بعد کہتے ہیں (**نویں خصوصیت:** کعبہ کا طواف اسلام کا رکن ٹھہرایا گیا، اللہ کا ارشاد ہے ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾[558] (لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کر دیا گیا ہے) جو اس کو ادا نہ کرے اس نے اسلام کے ارکان کو مکمل نہیں کیا، اور حسین علیہ السلام کی زیارت کو اسلام اور ایمان دونوں کا رکن ٹھہرایا گیا، اور حدیث

---

(557) الخصائص الحسینیۃ (محل نورہ بعد خلقہ): ص/28-29.

(558) سورہ آل عمران: آیت/97.

میں آیا ہے کہ آپ کی زیارت کو ترک کرنے والے کا ایمان ناقص ہے اور وہ نبی ﷺ سے قطع تعلق کرنے والا ہے، اور ساتھ ہی وہ نبی ﷺ کا نافرمان بھی ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شیعہ نہیں ہے، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ وہ اللہ کے حقوق کو تلف کرنے والا ہے، اگرچہ کہ وہ ہزار حج کرلے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ بھلائی سے محروم شخص ہے، ایک روایت میں آیا کہ کسی امام نے یہ سنا کہ بعض شیعہ ہیں جو سال یا دو سال گذرنے کے باوجود آپ (حسین علیہ السلام) کی زیارت کیلئے نہیں آتے ہیں، فرمایا" وہ غلطی پر ہیں، ان کی قسمت کھوٹی ہے، وہ اللہ کے ثواب اور نبی ﷺ کی ہمسائیگی سے دور ہو گئے")[559].

اسی عنوان کے تحت کہتے ہیں (**تیرہویں خصوصیت**: کعبہ کو اللہ نے لوگوں کے طواف کرنے کی جگہ بنائی، اور طواف اور نیت کے مطابق اس کا ثواب رکھا، مگر زیارتِ حسین کو ان تمام پر کئی گنا زیادہ فضیلت دی گئی ہے)

(**چودہویں خصوصیت**: کعبہ کو فرشتوں کے طواف کرنے کی جگہ بنایا گیا، جیسا کہ ثابت ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے رب کے حکم سے کعبہ تعمیر کیا تو ستر ہزار فرشتوں نے اس کا طواف کیا اور وہ اس خیمہ کی حفاظت کر رہے تھے جو جنت سے نازل ہوا تھا اور ان بنیادوں پر قائم تھا جس کو فرشتوں نے آدم کی تخلیق سے قبل بنایا تھا، پھر اس کو ان بنیادوں پر بلند کرنے کا حکم دیا گیا، اور اسے بیت معمور اور عرش کے بالمقابل بنایا گیا، جب خیمہ نکالا گیا اور اسکی عمارت ٹھہرائی گئی تو فرشتوں نے طواف کیا، اور جب آدم و حواء نے دیکھا تو انھوں نے بھی سات چکر لگائے، اور جب حسین علیہ السلام

---

[559] الخصائص الحسینیۃ: ص/293.

عرش کے ساتھ نور تھے اس وقت فرشتے ان ہی کا طواف کیا کرتے تھے، اور وہی فرشتوں کی شفاعت کرنے والے ہیں)[560].

اسی عنوان کے تحت آگے کہتے ہیں (**انیسویں خصوصیت:** کعبہ ہی آدم سے لے کر خاتم النبیین محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرام کی طواف گاہ رہا ہے، اور یہ متواتر روایات سے ثابت ہے، اور اسی مثل روایات حسین علیہ السلام کے متعلق آئی ہیں، کبھی روایات آپ کے جسد مبارک، کبھی آپ کے سر مبارک، اور کبھی آپ کے قبر مبارک کے متعلق ثابت ہیں (یعنی ان کا بھی تمام انبیاء کرام نے طواف کیا ہے))[561].

علامہ جعفر تستری کہتے ہیں کہ قبرِ حسین کو اللہ کے تمام گھروں کی طرح حرمت حاصل ہے، بلکہ شیعہ کے نزدیک قبرِ حسین کو کعبہ سے زیادہ تقدس حاصل ہے.

تستری لکھتے ہیں: (**تیسویں خصوصیت:** بلاشبہ اللہ نے مکہ کو بنایا اور اسے زمین کو بچھانے سے پہلے حرمت والا قرار دیا، لیکن ارضِ کربلاء کے متعلق یہ آیا ہے کہ علی بن حسین (ع) نے فرمایا "اللہ نے ارضِ کربلاء کو ارضِ کعبہ کی تخلیق سے 24.000 سال پہلے حرم اور امن والی جگہ بنایا، اور جب زمین میں زلزلہ آئیگا اور زمین چلا دی جائے گی، اس وقت ارضِ کربلاء کو اس کی نورانی مٹی سمیت اٹھالیا جائے گا اور جنت کے سب سے افضل باغ میں رکھا جائے گا، جو کہ انبیاء و مرسلین، اور اولوالعزم پیغمبروں کا مسکن ہوگا)[562].

---

[560] ایضاً: ص/296.

[561] ایضاً: ص/300.

[562] ایضاً: ص/306.

آگے کہتے ہیں (**اکتیسویں خصوصیت**: اللہ نے جب مکہ مکرمہ کو عزت بخشی تو اس نے اتراتے ہوئے اللہ سے بات کیا اور فخریہ طور پر یہ کہا: میری طرح کون ہے؟ میری پشت پر بیت اللہ کی تعمیر کی گئی ہے، لوگ دور دراز سے میرے پاس آتے ہیں، مگر اسے کیا معلوم کہ کربلاء کو تو اس سے بھی زیادہ فضیلت حاصل ہے، اسی لئے جب بیت اللہ (کعبہ) نے فخر کیا تو اللہ تعالی نے اس کی طرف وحی کی کہ رک جا اور فخر نہ کر، اور سن لے کربلاء کو جو فضیلت میں نے دی ہے اس کے مقابلے میں تیری فضیلت سوئی کی نوک میں لگے پانی کے برابر ہے جسے سمندر میں ڈبو کر نکالا گیا ہو، اور اگر خاکِ کربلاء نہ ہوتی تو میں تجھے فضیلت عطا نہ کرتا، اور اگر وہ شخصیت نہ ہوتی جو کربلاء میں مدفون ہے تو میں تجھے اور بیت اللہ کو پیدا نہ کرتا، فخر نہ کر، اور کربلاء کے آگے جھک جا، نہ اس میں تو عار محسوس کر اور نہ تکبر کر، ورنہ میں تجھے زمین میں دھنسا دوں گا اور جہنم میں گرا دوں گا)[563].

اور عنوان "حسین (ع) سے انبیاء کرام کو کیا ملا" کے تحت کہتے ہیں.

یہ یاد رکھو کہ تمام انبیاء کو حسین (ع) سے دو چیزیں ملی ہیں:

(1)- حسین علیہ السلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے اسوہ اور نمونہ ہیں، جب بھی کسی نبی کو تکلیف پہونچتی تھی وہ اسوۂ حسین (ع) کو اپناتے اور صبر کرتے، اسی وجہ سے ایک دن علی (ع) نے حسین علیہ السلام سے کہا: اے ابو عبداللہ، تم قدیم زمانے سے اسوہ اور نمونہ رہے ہو.

(2)- جب بھی کسی نبی کو تکلیف پہونچتی یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوتے تو انھیں حسین (ع) کا نام لیتے ہی پریشانی سے چھٹکارا مل جاتا، اور اس کے متعلق بہت سی روایات ہیں:

---

(563) ایضاً: ص/307.

پہلی روایت: جب آدم علیہ السلام نے توبہ کیا تو اللہ نے انھیں پانچ نام سکھلائے (محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین)، اور آدم علیہ السلام کی توبہ "بحقِ حسین" کہنے پر قبول ہوئی.

دوسری روایت: نوح علیہ السلام کو کشتی میں پانچ ناموں سے وسیلہ لینے کا حکم دیا گیا، اور "بحقِ حسین" کہنے کے ساتھ ہی کشتی جودی پہاڑی پر آلگی.

تیسری روایت: جب زکریا علیہ السلام نے بیٹے کیلئے دعا کی تو رب نے انھیں پانچ نام سکھلائے اور انھیں "بحقِ حسین" کہنے پر یحیی کی بشارت نصیب ہوئی.

چوتھی روایت: یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پانچ ناموں کے وسیلے سے دعا کیا اور انھیں نجات "بحقِ حسین" کہنے پر ملی.

پانچویں روایت: ایوب علیہ السلام کو بیماری سے نجات پانچ ناموں کے وسیلے سے دعا کرنے پر ملی، اور بحقِ حسین کہنے پر ان کو پریشانی سے نجات ملی.

چھٹی روایت: "بحقِ حسین" ہی کی وجہ سے اسماعیل علیہ السلام کو قربانی سے نجات ملی، اور روایت میں آیا ہے کہ ذبحِ عظیم سے مراد حسین علیہ السلام ہیں، اور اس کا لازمی معنی یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کو حسین (ع) سے اونچا رتبہ حاصل نہیں ہے.

ساتویں روایت: یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نجات پانچ ناموں کے وسیلے کے سبب ملی، اور "بحقِ حسین" کہنے پر وہاں قافلہ آیا اور اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا.

آٹھویں روایت: یوسف علیہ السلام کو جیل سے چھٹکارا پانچ ناموں کے وسیلے سے ملا، اور جب انھوں نے "بحقِ حسین" کہا اسی وقت جیل کا محافظ آیا، اور مکمل واقعہ پیش آیا.

نویں روایت: یعقوب علیہ السلام جب شدید غم میں مبتلا ہوئے تو کہا: اے پروردگار! میری آنکھیں چلی گئیں، کیا تو اب بھی مجھ پر رحم نہیں کرے گا، تو رب نے ان کی جانب وحی کی اور کہا کہ تم یہ کہو "اللّٰهُمَّ إنِّي اسْأَلكَ بِحَقِّ مُحمَّدٍ وعَلِيٍّ وفَاطِمَةَ والحَسنِ والحُسينِ أنْ تَرُدَّ عَلَيَّ عَيْنِي "(ترجمہ: اے اللہ میں محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے حق سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری بینائی لوٹا دے) تو جب یعقوب علیہ السلام نے لفظِ حسین ادا کیا تو آپ کے پاس بشارت دینے والا آیا اور آپ کی بینائی لوٹ آئی) [564].

اس طرح تستری نے نواسۂ رسول ﷺ حسین رضی اللہ عنہ اور اُن انبیاء کرام کے درمیان موازنہ کیا ہے جنھیں رب نے اپنے پیغام کی تبلیغ کیلئے منتخب کیا، کسی شخص کا نبی سے قریبی ہونا، نوجوانانِ جنت کا سردار ہونا، ساتھ ہی عظیم فضائل کا حامل ہونا یہ الگ بات ہے مگر اس کا کسی نبی سے موازنہ کرنا بالکل جائز نہیں، کسی صورت کسی غیرِ نبی کا نبی سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا.

لیکن حقیقت یہ ہے کہ تستری نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور انبیاء کرام کے درمیان موازنے ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ شہادتِ حسین کے تقدس اور رب ذوالجلال کے تقدس و عظمت کے درمیان بھی موازنہ کیا، اور کہا: (اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ﴿وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾ [565] ہے (کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو) اور اس تسبیح کے پانچ معانی ہیں، اور ان میں سے جو صفت امام حسین علیہ السلام کے مناسب تھی اللہ نے وہ انھیں عطا کی، وہ اس طرح کہ امام حسین کی مصیبت پر ہر چیز نے آہ و بکا کی، مگر ہم ان کی آہ و بکا نہیں سمجھ

---

(564) ایضاً: ص/362.

(565) سورہ بنی اسرائیل: آیت/44.

سکتے، ہر چیز کا رونا اس کی اپنی حالت کے مطابق ہے، اور صرف آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا ہی رونا نہیں کہلاتا، آسمان کا رونا خون کی بارش ہے، زمین کا رونا یہ ہے کہ جس پتھر کو اٹھاؤ اس کے نیچے خون ہے، مچھلیوں کا رونا ان کا پانی سے باہر نکل آنا ہے، ہوا کا رونا اس کا تاریک ہو جانا ہے، سورج کا رونا اس کا گرہن لگ جانا ہے اور چاند کا رونا اس کا گرہن لگ جانا ہے، جیسا کہ یہ تمام چیزیں روایات سے ثابت ہیں)[566].

قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ اب تستری نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، ہاں اب اتنا ہی غلو باقی رہ گیا ہے کہ کوئی ان ائمہ کی الوہیت ہی کا دوٹوک اقرار کرے یا عیسائیوں کی طرح ان ائمہ کو اللہ کی بیٹا قرار دے!.

(566) الخصائص الحسینیۃ: ص/72-73.

اہل بیت کے نزدیک صحابہ کا مقام

صحابہ کرام وہ ہستیاں ہیں جنھیں اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی رفاقت کیلئے منتخب کیا تھا، اور یہی اس امت کے سب سے بہترین افراد تھے، ان کی تعریف اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور محمد ﷺ نے اپنے فرمان میں کیا ہے، اور تمام مسلمان ان کے عدل ہونے کے قائل ہیں.

اللہ تعالی نے بے شمار آیات میں ان صحابہ کرام کی تعریف کی ہے، اور اللہ تعالی کی جانب سے ان کے حق میں تعریف ان کے بلند مقام ومرتبہ کی دلیل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾[567] (وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے).

نیز یہ بھی ارشاد ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ ﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[568] ((فیء کا مال)

---

(567) سورہ توبہ: آیت/100.

(568) سورہ حشر: آیت/8-9.

ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں، اور (ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب (اور بامراد) ہے).

اور ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾[569] (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو گے اُنہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں اُن کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں، ان ایمان والوں، اور نیک عمل کرنے والوں سے اللہ نے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے).

---

(569) سورہ فتح: آیت/29.

اور ان کے باطن کا حال بیان کرتے ہوئے اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾[570] (خوب جان رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم خود ہی مشکلات میں مبتلا ہو جاؤ مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لیے دل پسند بنا دیا، اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا).

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی اللہ کے نبی ﷺ کی زبانی ان کی تعریف بیان ہوئی ہے:

صحیح مسلم کی روایت ہے سیدنا ابو بردہ، اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا ہم نے مغرب کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء آپ ﷺ کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہو گا، پھر ہم بیٹھے رہے اور آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہیں بیٹھے رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں یارسول اللہ! ہم نے آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھی، پھر ہم نے کہا کہ اگر ہم بیٹھے رہیں یہاں تک کہ عشاء کی نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھیں تو بہتر ہو گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا یا ٹھیک کیا، پھر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے، پھر فرمایا کہ ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں، جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر بھی جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی (یعنی قیامت آجائے گی اور آسمان بھی پھٹ کر خراب ہو جائے گا)، اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ و فساد اور لڑائیاں)، اور میرے اصحاب میری امت کے بچاؤ ہیں،

---

(570) سورہ حجرات: آیت/7.

جب اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آ جائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی اختلاف و انتشار وغیرہ)[571].

اور یہی حدیث شیعہ سند کے ساتھ خود ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہے، امام موسی کاظم اپنے آباء (ع) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آ جائے گا جس کا وعدہ ہے اور میرے اصحاب میری امت کے بچاؤ ہیں، جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آ جائے گا جس کا وعدہ ہے، اور برابر یہ دین تمام ادیان پر غالب رہے گا جب تک تم میں مجھے دیکھنے والے موجود ہوں گے)[572].

صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے عرض کیا سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ جو اس کے نزدیک ہیں، پھر وہ جو ان کے نزدیک ہیں، پھر وہ لوگ آئیں گے جو گواہی طلب کئے جانے سے قبل گواہی دیں گے...[573].

قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف ہی کا نتیجہ ہے کہ ائمہ اہل بیت بھی ان کے اچھے اوصاف بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں.

---

(571) صحیح مسلم-حدیث نمبر (2531).

(572) بحار الأنوار: 22/309-310.

(573) صحیح بخاری-حدیث نمبر (6658)، صحیح مسلم-حدیث نمبر (2533).

امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: (میں نے اصحاب محمد ﷺ کو دیکھا ہے، مجھے تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان کے مثل ہو ،وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوئے ہوتے تھے، جبکہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے، اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار، اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں، اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں جیسے گٹے پڑے ہوئے تھے، جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں، وہ سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں[574].

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، صحابہ کرام کے متعلق فرماتے ہیں: (اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب کیلئے ایسے لوگوں کو منتخب کیا جو محمد ﷺ کو اپنے جان ومال پر ترجیح دینے والے تھے، جنہوں نے اِس راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کیا، انھیں کے متعلق اللہ نے یوں فرمایا: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾[575] (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب دیکھو

---

[574] نہج البلاغۃ: ص/189، خطبہ نمبر (97).

[575] سورہ فتح: آیت/29.

گے اُنہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی صفت تورات میں اور انجیل میں اُن کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں، ان ایمان والوں، اور نیک عمل کرنے والوں سے اللہ نے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے).

انھوں نے دین کی خاطر قربانیاں دیں، دین کی تبلیغ کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہوا، اور توحید کا بول بالا ہوا، ساتھ ہی شرک کا قلع قمع ہوا، اور مشرکین ذلیل و رسوا ہوئے، پس ان بلند ہمت اور پاک نفوس پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، جو اپنی زندگی میں اللہ کے ولی تھے، اور اپنی موت کے بعد بھی وہ زندہ ہیں، وہ بندوں کے حق میں ناصح اور ہمدرد تھے، اب وہ اس دنیا میں تو نہیں رہے لیکن اُن کا ذکرِ خیر اب بھی باقی ہے [576].

یہ تمام کلمات جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کے حق میں بیان فرمائے ہیں تمام کے تمام تعریفی کلمات ہیں، اور واقعی یہ لوگ تعریف کے بھی حقدار ہیں، کیونکہ یہ حقیقی اولیاء اللہ تھے، جنہیں اللہ نے اپنے پیارے حبیب کی رفاقت کیلئے منتخب کیا تھا، اور انھیں دیدارِ مصطفی ﷺ کا شرف بھی حاصل ہوا تھا، ان صحابہ کرام نے پیارے نبی ﷺ کو اپنی جان ومال پر مقدم رکھا، اور اس دین کی خاطر قربانیاں پیش کیں، یہاں تک کہ اسلام کا جھنڈا بلند ہوا اور کافر ناکام اور نامراد ہوئے.

امام علی بن حسین علیہ السلام صحابہ کرام کا ذکر خیر کیا کرتے، اپنی نماز میں ان کیلئے دعا کیا کرتے اور اللہ رب العالمین سے ان کے حق میں رحمت اور مغفرت طلب کیا کرتے، کیونکہ ان

---

[576] مروج الذہب ومعادن الجوہر: 75/3.

پاکیزہ نفوس نے توحید کی تبلیغ کی، اور اللہ کے دین کو اس کے بندوں تک پہونچایا، آپ کہا کرتے تھے: (اللہ ان کی مغفرت کرے اور ان سے راضی ہو جا، خاص طور سے ان صحابہ سے جنھوں نے صحبت کا حق ادا کیا، آپ کی دعوت پر فورا لبیک کہا، نبی کا ہر حال میں ساتھ دیا، نبی ﷺ کے لائے ہوئے دین کی سربلندی کی خاطر اپنے گھر بار اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑا، اور ساتھ ہی اس دین کی سربلندی کی خاطر اپنے باپ اور بیٹوں سے تک قتال کیا، یہی وہ پاکیزہ نفوس ہیں کہ جب انھوں نے اس دین کو قبول کیا تو ان کے خاندان والوں نے ان سے دشمنی کی، مگر انھوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی، اے اللہ تو ان سے راضی ہو جا، کیونکہ یہ سب قربانیاں انھوں نے تیری رضا کیلئے دی ہیں، اسی کی خاطر انھوں نے ہجرت کیا ہے، اور آسودگی کے بجائے تنگی کو گلے لگایا ہے، اے اللہ ان کے ساتھ ان تابعین پر بھی رحم فرما جنھوں نے ان کے نقش قدم کی پیروی کی، اور ان کے حق میں یہ دعا کی: اے اللہ تو ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے، اور ان کے اعمال کا تو انھیں بہترین بدلہ نصیب فرما[(577)].

زیدی شیعہ کے مشہور عالم **امام عبد اللہ بن حمزہ (المنصور باللہ)** اپنی کتاب (جواب المسائل التھامیہ) میں امام زید بن علی بن حسین علیہ السلام کا صحابہ کرام کے متعلق موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: آپ علیہ السلام نے تمام صحابہ کرام کی تعریف کی، اور ان کے محاسن اور فضائل بیان کئے، پھر فرمایا: (یہی لوگ عہدِ نبوت کے بھی اور اس کے بعد کے زمانے کے بھی سب سے بہترین لوگ ہیں، اللہ ان سے راضی ہو جائے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور کہا: یہی ہمارا عقیدہ ہے، یہ بات نہ ہم غلط فہمی میں کہہ رہے ہیں اور نہ تقیہ کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ وہ شخص جو ہم سے مقام و مرتبے میں کمتر ہے وہ ان پاک ہستیوں کو برا بھلا کہتا ہے، ان پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کو ہدف

---

(577) الصحیفۃ الکاملۃ از امام زین العابدین: ص/39، وأعیان الشیعۃ: 645/1.

ملامت بناتا ہے، سن لو! ہم ان کے اس فعل سے اللہ کی رضا کی خاطر اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، اور یہی تعلیم ہم نے اپنے آباء واجداد کے ذریعے علی علیہ السلام سے حاصل کی ہے[578].

ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادق کی روایت ذکر کی کہ ایک دن آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا: (اصحابِ رسول ﷺ بارہ ہزار (12,000) تھے، ان میں آٹھ ہزار (8,000) مدینے سے، دو ہزار (2,000) مکہ سے، اور دو ہزار (2,000) طلقاء سے (یعنی جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لے آئے تھے) مگر ان میں سے نہ کوئی قدری تھا، نہ مرجئ، نہ حروری، نہ معتزلی اور نہ ہی کوئی خواہشات کا پجاری تھا، وہ دن رات رب کی بارگاہ میں گڑگڑاتے اور کہتے: اے اللہ تو ہمیں خمیر والی روٹی کھانے سے پہلے پہلے موت دے دے[579].

اور جب یہی بات ہے کہ صحابہ میں نہ کوئی قدری ہے، نہ مرجئ، نہ حروری، نہ معتزلی اور نہ ہی خواہشات کا پجاری، تو بھلا ان میں اس سے بڑا گمراہ (یعنی منافق) کیسے ہو سکتا ہے؟! جیسا کہ غلو کرنے والوں کا دعوی ہے؟.

امام جعفر صادق کا یہ مذکورہ بیان صحابہ کرام کے حق میں تزکیہ ہے، اور یہ تزکیہ بھی عین وہی تزکیہ ہے جو قرآن میں مذکور ہے کہ رب ان سے راضی ہو گیا اور ان کو جنت کی خوشخبری دی، اب ان تمام گواہیوں کے بعد ان جھوٹی اور خود ساختہ روایات کا کیا اعتبار ہو گا جو یہ کہتی ہیں کہ تمام کے تمام صحابہ کرام مرتد ہو گئے تھے، اور ان میں سے جو مرتد ہونے سے بچ گئے وہ دونوں ہاتھ کی دس انگلیوں سے زیادہ نہیں!!!.

---

(578) الریاض المستطابۃ: ص/300.

(579) الخصال: ص/638-639، حدیث نمبر (15).

امام علی رضی اللہ عنہ نے بھی صحابہ کرام کے حق میں بہترین وصیت فرمائی ہے جیسا کہ امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے وصیت کرتے ہوئے کہا: (میں تمھیں صحابہ نبی ﷺ کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ تم انھیں برا بھلا نہ کہنا، کیونکہ انھوں نے آپ ﷺ کے بعد نہ دین میں کوئی نئی بدعت ایجاد کی، اور نہ ہی کسی بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دی، بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے بھی ان کے حق میں خیر کی وصیت کی ہے)[580].

اور آپ کے پوتے **امام عسکری علیہ السلام** کا بھی صحابہ کے متعلق وہی عقیدہ تھا جو بقیہ ائمہ اہل بیت کا تھا، ان کا بیان ہے :

(جب اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو مبعوث کیا، ان سے کلام کیا، ان کیلئے سمندر کے سینے کو چاک کیا، بنی اسرائیل کو نجات دیا، اور ان پر تورات نازل کیا تو موسی علیہ السلام نے رب سے کہا: اے رب اگر اہل بیت کا یہ مقام و مرتبہ ہے تو کیا کسی نبی کے ساتھیوں کو بھی وہ مقام حاصل ہے جو میرے اصحاب کو حاصل ہے؟ تب اللہ رب العالمین نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ جس طرح محمد ﷺ کو تمام انبیاء پر اور آل محمد کو تمام آل انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح اصحاب محمد کو تمام اصحاب انبیاء پر فضیلت حاصل ہے، اس وقت موسی علیہ السلام نے رب سے تمنا کی: اے رب کاش میں انھیں دیکھ لیتا! تب اللہ نے ان کی جانب یہ وحی کی، اے موسی تم انھیں ابھی نہیں دیکھ سکتے، کیونکہ ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا ہے، لیکن عنقریب تم انھیں جنت عدن، اور جنت الفردوس میں محمد ﷺ کے ہمراہ دیکھو گے)[581].

---

[580] بحار الأنوار: 22/305-306.

[581] تأویل الآیات: 1/418، المحتضر از حلی: ص/273-274، تفسیر الامام العسکری: ص/31-32، بحار الأنوار: 13/340-341.

انسانی تاریخ میں نبی اکرم محمد ﷺ کی صحبت سے زیادہ کوئی صحبت عزت وشرف کی حامل نہیں، ہم نے اور دوسرے مسلمانوں نے بھی کتنی ہی دفعہ یہ تمنا کی کہ کاش ہمیں بھی نبی کا دیدار نصیب ہو جاتا، لیکن وہ لوگ جو حقائق کو پھیرنے اور فضیلت کو عیب میں تبدیل کر دینے کا ہنر رکھتے ہیں ان کے نزدیک سب سے بہترین، اور سب سے افضل انسان کی صحبت کوئی معنی نہیں رکھتی، اور ان کے نزدیک ان لوگوں کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں جو ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کئے اور آپ کی مجالس سے فائدہ اٹھائے... اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک صحابہ کرام کی نبی ﷺ کے ساتھ صحبت، ایک چوپائے یا گدھے کی انسان کے ساتھ ہم نشینی کے مانند ہے.

اگر کسی صاحب عقل سے آپ سوال کریں کہ حجر اسود کی کیا فضیلت ہے؟، تو وہ اس کی فضیلت ذکر کرتے ہوئے یہ ضرور ذکر کرے گا کہ یہ وہ پتھر ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب کیا ہے، اور اس کو اپنے مبارک ہونٹوں سے بوسہ دیا ہے، اور اس کی فضیلت کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے.

اگر آپ سوال کریں کہ اس کپڑے اور جوتے کی کیا فضیلت ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے استعمال کیا ہے؟ تو وہ یہی کہے گا کہ اس کی فضیلت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے مبارک جسم کو چھوا ہے.

تو بھلا بتلائیں کہ وہ شخصیات جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ہم نشینی اختیار کی، آپ کی صحبت میں رہے، آپ کے پیچھے نمازیں ادا کیں، آپ سے کبھی معانقہ کیا، آپ پر اپنا مال نچھاور کیا، اور اپنی جان ومال اور اہل وعیال کی بازی لگا کر آپ کا دفاع کیا، کیا ان کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہو گی؟ اور انھیں کوئی مقام ومرتبہ حاصل نہیں ہو گا؟

نبی ﷺ کی صحبت یقینا فضیلت کا باعث ہے، جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، اس میں شک بس وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں نفاق کا مرض ہو.

اس صحبت اور ہم نشینی کی فضیلت اس صحیح اور صریح حدیث میں ملاحظہ کریں، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمیوں کے جھنڈ جہاد کریں گے، تو ان سے لوگ پوچھیں گے کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو؟ تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں! تو ان کی فتح ہو جائے گی، پھر لوگوں کے گروہ جہاد کریں گے تو ان سے لوگ پوچھیں گے کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی کو دیکھا ہو (یعنی تابعین میں سے کوئی ہے؟) لوگ کہیں گے کہ ہاں! پھر ان کی فتح ہو جائے گی۔ پھر آدمیوں کے لشکر جہاد کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو (یعنی تبع تابعین میں سے)؟ تو لوگ کہیں گے کہ ہاں، پھر ان کی فتح ہو جائے گی [582].

شیخ طوسی نے "أمالی" میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے: آپ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے بعد ان کے ساتھ پیش آنے والے حالات کی خبر دی تو آپ رونے لگے، اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کے ساتھ اپنی قرابت، اور آپ کے ساتھ اپنی ہم نشینی (صحبت) کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اپنے پاس بلا لے... [583].

---

[582] صحیح مسلم–حدیث نمبر (2532).

[583] الأمالی از طوسی: ص/501-502-اٹھارہویں مجلس-حدیث نمبر (1098).

یہ **امام علی علیہ السلام** ہیں ، جو صحبتِ نبی ﷺ کی فضیلت کو جانتے ہیں،اور اسی صحبت کا واسطہ دے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں،اور نبی ﷺ آپ کیلئے دعا کرتے ہیں، مگر اسی امام کی جانب اپنی نسبت کرنے والے متعصب حضرات کے نزدیک اس صحبت کی کوئی قدر و منزلت نہیں،بلکہ اس صحبت کو وہ جانور اور حیوان کی صحبت تصور کرتے ہیں!

تعجب تو اس وقت ہوتا ہے جب یہی متعصب حضرات بار بار یہ کلمات دہراتے ہیں **"کاش کہ ہم آپ کے ساتھ ہوتے "** اور وہ صمیمِ قلب سے یہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش انھیں امام حسین علیہ السلام کی صحبت نصیب ہو جاتی، جبکہ وہ عراق کا رخ کر رہے تھے، تو وہ ان کی ضرور مدد کرتے اور ان کا ضرور دفاع کرتے.

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے نواسے امام حسین علیہ السلام کی صحبت کو شرف اور اونچا مقام تصور کرتے ہیں، مگر جب اسی امام کے نانا، سب سے افضل مخلوق، خاتم النبیین ،اور سردار اہل بیت کے ان صحابہ کا ذکر آتا ہے جنھوں نے مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیا،اور آپ کیلئے اپنی جان و مال کا نذرانہ پیش کیا، تو ان صحابہ کی نبی ﷺ سے صحبت کو جانور کی ہم نشینی اور صحبت قرار دیتے ہیں،اور اس صحبت کا کوئی مقام و مرتبہ ان کی نظر میں نہیں ہوتا!!!.

کیا اسلام کی خاطر اپنی جان قربان کرنے والے ان جانباز مجاہدین کی کوشش اور سرفروشی کا یہی صلہ ہے کہ ان کو برا بھلا کہا جائے اور انھیں بلاوجہ بدنام کیا جائے ؟!.

امام علی بن حسین (زین العابدین) کے پاس کچھ عراقی لوگ آئے- جن کی یہ عادت تھی کہ وہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہا کرتے تھے- ،اور انھوں نے امام زین العابدین کے سامنے ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی شان میں نازیبا کلمات کہے،اور ان کی یہ خواہش تھی کہ آپ ان کی اس حرکت پر انھیں شاباشی دیں گے اور ان کی تعریف کریں گے، لیکن جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو امام

زین العابدین نے ان سے پوچھا ، اللہ تعالی کا یہ ارشاد: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ [584] ((فیء کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالی کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں) کیا تمہارے حق میں نازل ہوا ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں، تو امام زین العابدین نے اس کے بعد کی آیت تلاوت کی اور سوال کیا : تو اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [585] (اور (ان کے لیے) جنھوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو) کیا تمہارے متعلق نازل ہوا ہے؟

انھوں نے اس کے جواب میں بھی یہی عرض کیا: نہیں.

تب امام زین العابدین نے کہا: تم نے ان دونوں گروہ سے ہونے کی نفی کر دی، اور اب میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان میں سے بھی نہیں جن کے متعلق رب نے یہ کہا ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا

---

[584] سورہ حشر: آیت/8 (اس آیت سے مراد مہاجرین ہیں).

[585] سورہ حشر: آیت/9 (اس آیت سے مراد انصار ہیں).

رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾[586] ((اور وہ اُن لوگوں کے لیے بھی ہے) جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب، تو بڑا مہربان اور رحیم ہے").

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ان سے کہا: نکل جاؤ یہاں سے، اللہ تمہارا بھلا نہ کرے[587].

آپ کے فرزند **امام زید بن علی بن حسین**ؒ کی ابو بکر اور عمر سے محبت محتاج تعارف نہیں، آپ نے ان لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیا جو صرف اس شرط پر دشمن کے مقابلے میں آپ کا ساتھ دینے تیار ہو رہے تھے کہ آپ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہیں، اور ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں، لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان کی تعریف کی اور آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو تعریفی کلمات کہے ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے: ابو بکر شکر گزاروں کے امام ہیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾[588] (عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نیک بدلہ دے گا)[589].

---

[586] سورہ حشر: آیت/10.

[587] کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ: 291/2.

[588] سورہ آل عمران: آیت/144.

[589] تاریخ الاسلام از ذہبی: 8/63-64.

اور آپ نے ان کے متعلق یہ بھی کہا: ابو بکر رضی اللہ عنہ سے براءت کا اظہار کرنا حقیقت میں علی رضی اللہ عنہ سے براءت کا اعلان کرنا ہے[590].

اس کے علاوہ آپ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے تعلق سے یہ بھی ارشاد فرمایا: میں اس سے بَری ہوں جو ان دونوں (یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) سے براءت ظاہر کرے[591].

آپ کے بھائی **امام محمد باقر** کہا کرتے تھے: اولادِ فاطمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں سب سے عمدہ اور بہترین کلمات ہی کہے جائیں گے[592]. اور آپ نے یہ بھی کہا کہ جو ابو بکر اور عمر کی فضیلت نہیں جانتا، اسے حدیث کا علم نہیں ہے[593].

سالم بن ابو حفصہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن آپ سے اور آپ کے بیٹے جعفر بن محمد سے ابو بکر اور عمر کے متلق دریافت کیا، تو ان دونوں نے مجھ سے یہی فرمایا: اے سالم، ان دونوں کو دوست رکھو، اور ان کے دشمن سے دوستی نہ رکھو، اس لئے کہ یہ دونوں ہدایت یافتہ امام تھے. اور امام محمد باقر سے یہ بھی مروی ہے آپ نے فرمایا: اہل بیت کے جتنے افراد سے میری ملاقات ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ تمام ہی ان دونوں سے محبت کیا کرتے تھے[594].

---

(590) تاریخ الاسلام از ذہبی: 64/8.

(591) ایضاً

(592) سیر أعلام النبلاء از ذہبی: 406/4.

(593) البدایۃ والنہایۃ از ابن کثیر: 340/9.

(594) البدایۃ والنہایۃ از ابن کثیر: 340/9. تہذیب التھذیب: 312/9.

ایک دن آپ نے جابر الجعفی سے کہا: اے جابر، مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض عراقی ہماری محبت کا دعوی کرتے ہیں، اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے انھیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا تم میری جانب سے انہیں یہ پیغام پہونچا دینا کہ میں ان سے بَری ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مجھے حکومت مل گئی تو میں ان کو قتل کر کے اللہ کا تقرب حاصل کروں گا، اگر میں ان دونوں (ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) کیلئے رحمت اور مغفرت نہ طلب کروں تو مجھے محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو گی، بلاشبہ اللہ کے دشمن ان کے فضائل اور خیر کے کاموں میں ان کی سبقت کو نہیں جانتے، تم انھیں یہ بات بتلا دینا کہ میں ان سے اور ان سب سے بَری ہوں جو ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بَری ہیں[595].

ابن عساکر اپنی تاریخ کی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے حوالے سے ان ہی کا یہ واقعہ ذکر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں محمد بن علی باقرؒ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا اور آپ کے نزدیک بیٹھ گیا، اس پر مجھ سے امام باقر نے عرض کیا، اے عراقی بھائی! ہمارے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ تمہیں ہمارے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں، پھر بھی میں بیٹھ گیا اور میں نے آپ سے یہ سوال کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، مجھے یہ بتلائیں کہ کیا علی رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کے موت کے وقت حاضر تھے، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا آپ ہی کا یہ فرمان نہیں ہے کہ اس چادر اوڑھائے شخص سے محبوب میرے نزدیک کوئی نہیں کہ میں اسی کے مثل عمل کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کروں، اور آپ نے اپنی پیاری بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ کیا، اگر آپ اس کے اہل نہ ہوتے تو کبھی آپ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے ساتھ نہ کرتے، کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ آپ اپنے زمانے کی بہترین خاتون تھیں... ان کے نانا محمد ﷺ تھے، ان کے والد علی رضی اللہ عنہ تھے، جو اونچے مقام

---

(595) البدایۃ والنہایۃ: 340/9.

والے اور کثیر فضائل کے حامل ہیں، ان کی والدہ محمد ﷺ کی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان کے بھائی نوجوانانِ جنت کے سردار حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تھے، ان کی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں، امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: میں نے آپ سے کہا: ہمارے پاس بعض افراد ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں (ابو بکر اور عمر) سے بَراءت کا اظہار کرتے ہیں، اوران کے عیب بیان کرتے ہیں، اگر آپ اس کے انکار میں کچھ لکھ دیں تو بہتر ہو گا، اس پر آپ نے عرض کیا: تم میرے نزدیک ان سے افضل ہو، لیکن میں نے تم کو بیٹھنے سے منع کیا اور تم نے میری بات نہیں مانی، تو بھلا وہ کیسے میری بات مان لیں گے؟[596].

سالم بن ابو حفصہ کہتے ہیں: میں **ابو جعفر محمد باقر** کے پاس اس وقت آیا جب آپ بیمار تھے، اس وقت آپ نے مجھ سے عرض کیا: اے اللہ میں ابو بکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں، اے اللہ اگر میرے دل میں اس کے خلاف کوئی بات ہے تو مجھے قیامت کے دن محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ فرما[597].

امام جعفر صادق نے بھی اپنے نیک آباء واجداد سے یہی تربیت پائی تھی، وہ بھی صحابہ کرام سے محبت کیا کرتے تھے، جیسا کہ عبد الجبار بن عباس ہمدانی کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ سے جانے کا ارادہ کئے اس وقت ہمارے پاس جعفر صادق آئے اور کہا: ان شاء اللہ تم اپنے شہر کے بہترین افراد میں سے ہو، تم اپنے شہر والوں کو یہ بات بتلا دینا کہ: جو یہ کہتا ہے کہ میں معصوم امام ہوں، اور میری

---

(596) تاریخ دمشق از ابن عساکر: 54/289-290.

(597) سیر أعلام النبلاء از ذہبی: 4/406.

اطاعت واجب ہے، تو میں اس سے بَری ہوں، اور جو یہ کہتا ہے میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے بَری ہوں تو میں اس شخص سے بھی بَری ہوں [598].

زہیر بن معاویہ کہتے ہیں، میرے والد نے جعفر صادق سے یہ کہا: میرا ایک پڑوسی ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ ابو بکر اور عمر سے بَری ہیں، اس پر جعفر صادق نے کہا: اللہ تمہارے پڑوسی سے بَری ہے، اللہ کی قسم میری تو یہ تمنا ہے کہ اللہ مجھے ابو بکر کے ساتھ میری قرابت داری کا کچھ تو فائدہ عطا کرے گا [599].

---

[598] تہذیب الکمال: 82/5. سیر أعلام النبلاء: 259/6.

[599] تہذیب الکمال: 80/5، سیر أعلام النبلاء: 258/6، تاریخ دمشق: 332/35.

صحابہ کو گالیاں دینا، اہل بیت کے نزدیک کفر ہے

ائمہ اہل بیت، صحابہ کرام کی بڑی عزت کیا کرتے تھے، اور جس قدر آج ان پر زبان دراز کی جاتی ہے، کبھی وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے.

ان ائمہ نے اپنے نانا محمد ﷺ سے روایت کیا کہ صحابہ کو گالیاں دینے والا کافر ہے، اور جو ان پر زبان دراز کرے، اس پر حد جاری کی جائے گی[600].

حر العاملی نے "وسائل الشیعہ 213/28" میں اور مجلسی نے "بحار الانوار 222/76" میں امام رضا علیہ السلام کے صحیفہ سے نقل کیا کہ انھوں نے اپنے آباء سے روایت کی، اور انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے (جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے گا، اور جو میرے کسی صحابی کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں گے).

شیخ محمد سبز واری نے اپنی کتاب "جامع الاخبار" میں نبی ﷺ سے روایت نقل کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا (جو مجھے گالی دے اسے قتل کر دو، اور جو میرے صحابی کو گالی دے وہ کافر ہے)

ایک روایت میں ہے (جو میرے صحابی کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ)[601].

---

(600) صحابی کی گستاخی کرنے والا ائمہ اہل بیت کی روایات کی روشنی میں کافر ہے لیکن اس کی سزا قتل نہیں بلکہ کوڑے ہیں، جس کی ایک خاص وجہ ہے اور اس کی جانب امام جعفر صادق نے ایک روایت میں یوں اشارہ کیا ہے: (گستاخ نبی ﷺ اور گستاخ صحابی میں فرق کی خاطر دونوں کی سزا میں فرق رکھا گیا ہے، کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا قتل کا اور صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والا کوڑوں کا مستحق ہے).

(601) جامع الأخبار: ص/456.

آیت اللہ العظمی محمد صادق روحانی نے "فقہ الصادق" میں شہید ثانی کی "مسالک الافہام" سے ان کا یہ قول نقل کیا کہ (مذکورہ حکم میں تمام انبیاء شامل ہیں، کیونکہ ان کی تعظیم دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے، اسی وجہ سے ان کو گالی دینا واضح ارتداد ہے) پھر اس پر یہ تعلیق لکھی (ہر جگہ اِس رِدّت کے منطبق ہونے میں اشکال ہے، اور مرتد کو مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ صحیح بات وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہی کہ جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے گا اور جو کسی نبی کے ساتھی کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں گے)[602].

اب میں فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں!!!.

(602) فقہ الصادق(ع):476/25.

حرفِ آخر

میں نے اس کتاب میں غلو اور اعتدال کے درمیان اہلِ بیت علیہم السلام کے متعلق صاف وشفاف اور شرعی نقطہ نظر پیش کیا ہے، ساتھ ہی ان کے جن حقوق کی ادائیگی ہم پر ضروری ہے اس کو بھی واضح کیا ہے.

اور غلو کرنے والوں نے اہل بیت کے جس روشن چہرے کو داغدار کیا، یا ان کی تعلیمات میں اپنی جانب سے آمیزش کی یا انھیں ان کے اُس مقام ومرتبہ سے اونچا اٹھایا جو مقام ومرتبہ اللہ رب العالمین نے ان کیلئے پسند کیا اور انھیں عطا کیا تو حتی الامکان میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں ان کی صحیح اور پاکیزہ تصویر پیش کروں اور ان کے حقیقی مقام ومرتبہ کی وضاحت کروں. اور اسی کے ساتھ میں نے اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھی کہ رب کی بارگاہ میں فضیلت کا معیار تقوی اور نیک اعمال ہیں کسی کا حسب ونسب اس کی بارگاہ میں فضیلت کا معیار نہیں.

اور میں نے اس کتاب میں دلائل کی روشنی میں اس امر کو بھی بیان کیا ہے کہ اسلام نے حسب ونسب اور قبیلے کی بنیاد پر جو طبقاتی نظام قائم تھا اس کی شدید مخالفت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سلمان فارسی ایمان لے آئے اور تقوی کی راہ اپنائی تو ان کا مقام ومرتبہ بلند ہو گیا، اور ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والا نبی ﷺ کا چچا ابو لہب جب کفر کیا اور نبی کو جھٹلایا تو دہکتی آگ اس کے مقدر کردی گئی.

اہل بیت کی جانب اپنی نسبت کرنے والے ہر شخص کیلئے یہ ایک پیغام ہے کہ وہ اپنے نسب کی وجہ سے دھوکے میں نہ رہے، بلکہ تقوی اختیار کرے ورنہ اس کا یہ فخر اس کے حق میں دنیا وآخرت کی بربادی کا سامان ہو گا.

اور ساتھ ہی تمام مسلمانوں کیلئے یہ پیغام ہے کہ وہ اہل بیت نبی ﷺ سے محبت کریں، اور ان اہل بیت سے محبت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے اللہ کے نبی ﷺ سے محبت کا ثبوت پیش کریں.

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رشد وہدایت عطا فرمائے، اسی کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، خدمتِ اسلام اور وحدتِ مسلمین کی توفیق عنایت کرے، اس کے احکام پر عمل کرنے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے بچنے والا بنائے، اہلِ بیت سے محبت کرنے والا اور ان کے عظیم مقام ومرتبہ کی قدر کرنے والا بنائے، ان کی جانب جو غلط باتیں اور اقوال منسوب کئے گئے ہیں ان کارد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں صحابہ کرام کی محبت پر جمع کردے، اور ان کی عزت کرنے کی توفیق عطا کرے، ہمیں جسم واحد کی طرح ایک متحد امت بنادے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے، اور اے اللہ، ہمیں اختلافات سے بچا، ورنہ ہم ناکام ہو جائیں گے اور ہماری ہوا اکھڑ جائے گی، خاص طور سے اس زمانے میں جب کہ ہر سو خطرات منڈلا رہے ہیں اور دشمن گھات میں بیٹھا ہوا ہے، جن کی خواہش ہی یہ ہے کہ وہ مسلمان کو متحد نہ ہونے دیں اور جس قدر ہو سکے ان میں تفرقہ پیدا کریں.

اے ہمارے پروردگار، جبرائیل، میکائیل، اور اسرافیل کے رب، آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، اور غائب وحاضر کے جاننے والے تو ہی بندوں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے، تو ہمارے اختلافات میں ہمیں سیدھی راہ کی رہنمائی فرما، اور تو ہی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی توفیق دیتا ہے.

مراجع

اول: مراجع اہل سنت والجماعت

1 – الإحكام في أصول الأحكام ، تالیف: علی بن محمد الآمدی، تعلیق: عبدالرزاق عفیفی ،پہلاایڈیشن 1424ھ-2003م،دارابن الصمیعی، سعودیہ.

2 – استجلاب ارتقاء الغرف بحب أقرباء الرسول وذوى الشرف ، تالیف: حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی، تحقیق: خالد بن احمد الصمی بابطین ،دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت لبنان، 1420ھ-2000م.

3 – الاستشراف على تاريخ أبناء محمد الحارث الأشراف ، تالیف: شریف محمد بن حسین حارثی، مؤسسۃ الریان، بیروت، لبنان، پہلاایڈیشن 2007م.

4 – الاستيعاب ، تالیف: ابن عبدالبر، تحقیق: علی محمد بجاوی، بیروت، دارالجیل، پہلاایڈیشن ، 1412ھ.

5 – الإشاعة لأشراط الساعة ، تالیف: محمد برزنجی ، تحقیق: موفق فوزی الجبر، دارالمنیر ، دمشق، دوسراایڈیشن 1995م.

6 – الإشراف في معرفة المعتنين بتدوين أنساب الأشراف ، تالیف: شریف ابراہیم بن منصور ہاشمی، مؤسسۃ الریان، بیروت، لبنان، پہلاایڈیشن، 2000م.

7- **الإصابة** ، تالیف: ابن حجر عسقلانی، تحقیق: شیخ عادل احمد عبد الموجود، شیخ علی محمد عوض ،دار لکتب العلمیہ، بیروت، پہلا ایڈیشن 1415ھ.

8- **إعانة الطالبين** ، تالیف: البکری الدمیاطی ،دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع ،بیروت ، لبنان، پہلا ایڈیشن 1418ھ.

9- **الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد** ، تالیف: بیہقی ، تحقیق: عبد اللہ محمد درویش ، دار الیمامۃ، دمشق، پہلا ایڈیشن 1999م.

10- **الأعلام** ، تالیف: خیر الدین زرکلی، دار العلم للملایین، بیروت، لبنان، پانچواں ایڈیشن 1980م.

11- **اقتضاء الصراط المستقيم** ، تالیف: ابن تیمیہ، تحقیق: ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، عالم الکتب، بیروت، ساتواں ایڈیشن، 1999م.

12- **الأموال** ، تالیف: ابو عبید قاسم ابن سلام، تحقیق: محمد خلیل ہراس، دار الکتب العلمیۃ، پہلا ایڈیشن 1406ھ.

13- **البداية والنهاية** ، تالیف: ابن کثیر، تحقیق و تعلیق: دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1408ھ-1988م.

14- **بدائع الفوائد** ، تالیف: ابن قیم الجوزیۃ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان.

15 – **تاج العروس** ، تالیف: الزبیدی، تحقیق: علی شیری، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت 1414ھ-1994م.

16 – **تاریخ اصبهان** ، تالیف: ابونعیم اصبہانی، تحقیق: سید کسروی حسن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1990م.

17 – **تاریخ الإسلام** ، تالیف: ذہبی، تحقیق: ڈاکٹر عمر عبدالسلام تدمری، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1407ھ-1987م.

18 – **تاریخ الطبري** ، تالیف: امام طبری، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان.

19 – **تدریب الراوي في شرح تقریب النواوي** ، تالیف: حافظ عبدالرحمن بن ابو بکر السیوطی، تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض.

20 – **التسهیل لعلو التنزیل** ، تالیف: محمد بن احمد بن محمد کلبی غرناطی مالکی، تحقیق: محمد بن سیدی محمد مولای، پہلا ایڈیشن 1430ھ-2009م، دارالضیاء، کویت.

21 – **تفسیر البغوي** ، تالیف: امام بغوی ، تحقیق: خالد عبد الرحمن العک، دار المعرفۃ ، بیروت، لبنان.

22 – **تفسیر البیضاوي** ، تالیف: امام بیضاوی، دارالفکر، بیروت.

23 – **تفسیر فتح القدیر** ، تالیف: امام شوکانی، دارعالم الکتب.

24- **تقریب التہذیب** ، تالیف: ابن حجر عسقلانی، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1415ھ-1995م.

25- **تلبیس إبلیس** ، تالیف: ابن جوزی، تحقیق: ہیثم جمعہ ہلال، پہلا ایڈیشن 1425ھ-2004م، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان.

26- **تہذیب الکمال** ، تالیف: حافظ مزی، تحقیق تعلیق: ڈاکٹر بشار عواد معروف، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1992م.

27- **الثقات** ، تالیف: ابن حبان، مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، پہلا ایڈیشن 1393ھ.

28- **جامع البیان** ، تالیف: ابن جریر طبری، تقدیم: شیخ خلیل المیس، تخریج: صدقی جمیل عطار، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1995م.

29- **جامع التحصیل في أحکام المراسیل** ، تالیف: ابو سعید بن خلیل بن کیکلدی ابو سعید العلائی، تحقیق: حمدی عبد المجید السلفی، عالم الکتب، بیروت، دوسرا ایڈیشن 1407ھ-1986م.

30- **جامع المسانید** ، تالیف: ابن کثیر ، تحقیق: ڈاکٹر عبد الملک بن عبد اللہ بن دہیش ، دار خضر بیروت، دوسرا ایڈیشن 1419ھ.

31- **الجامع لشعب الإیمان** ، تالیف: ابو بکر احمد بن حسین بیہقی ، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، قطر، پہلا ایڈیشن 1429ھ-2008م.

32- **الجرح والتعديل** ، تالیف: امام رازی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1371ھ-1952م.

33- **جزء ابن عاصم** ، تالیف: محمد بن عاصم اصبہانی، تحقیق: مفید خالد عید، دار العاصمۃ، ریاض، پہلا ایڈیشن 1409ھ.

34- **جلاء الأفهام** ، تالیف: ابن قیم الجوزیہ، تحقیق: عزت کرار، سید عمران، دار الحدیث ، قاہرہ 2004م.

35- **جلاء الأفهام** ، تالیف: ابن قیم الجوزیۃ، تحقیق: شعیب ارنؤوط، عبد القادر ارنؤوط، دار العروبۃ، کویت، دوسرا ایڈیشن 1987م.

36- **جواهر العقدين في فضل الشرفين شرف العلم الجلي والنسب النبوي** ، تالیف: امام نور الدین بن عبداللہ سمہودی، تحقیق: مصطفی عبدالقادر آغا، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 2003م.

37- **حلية الأولياء وطبقات الأصفياء** ، تالیف: ابو نعیم اصبہانی، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ.

38- **الخطوط العريضة للأسس التي قام عليها دين الشيعة الإمامية الإثني عشرية** ، تالیف: محب الدین الخطیب، دار المحجۃ البیضاء، مصر، پہلا ایڈیشن 1427ھ-2006م.

39 – دراسة تحليلية نقدية للمرويات التاريخية ، تالیف: مزاحم علی عشیش البعاج، مراجعہ: عمر محمد الدیارنہ، دار الیراع، عمان، اردن، 2005م.

40 – الدين الخالص ، تالیف: محمد صدیق حسن خان قنوجی بخاری، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، قطر، پہلا ایڈیشن 1428ھ-2007م.

41 – الذرية الطاهرة النبوية ، تالیف: محمد بن احمد دولابی، تحقیق: سعد مبارک الحسن ،الدار السلفیۃ، کویت، پہلا ایڈیشن 1407ھ.

42 – الرواة المختلف في صحبتهم ممن لهم رواية في الكتب الستة ، تالیف: ڈاکٹر کمال قالمی جزائری، الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ، پہلا ایڈیشن 2007م.

43 – روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ، تالیف: محمود الوسی ابو الفضل، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

44 – زاد المسير ، تالیف: ابن الجوزی، تحقیق: محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ، دار الفکر، پہلا ایڈیشن 1987م.

45 – سنن ابن ماجة ، تالیف: امام ابن ماجہ، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض، پہلا ایڈیشن 1417ھ.

46 – سنن أبوداود ، تالیف: امام ابوداود، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض، پہلا ایڈیشن 1417ھ.

47- سنن الترمذي ، تالیف: امام ترمذی، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ریاض، پہلا ایڈیشن 1417ھ۔

48- سؤالات الآجري لأبي داود ، تالیف: سلیمان بن اشعث، تحقیق: عبدالعلیم بستوی، مؤسسۃ الریان، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1418ھ-1997م۔

49- سیر أعلام النبلاء ، تالیف: امام ذہبی، تحقیق تخریج: شعیب ارنؤوط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، نواں ایڈیشن 1413ھ-1993م۔

50- شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ، تالیف: ہبۃ اللہ بن حسن لالکائی، تحقیق: ڈاکٹر احمد بن سعد غامدی ، دار طیبۃ للنشر والتوزیع ، نواں ایڈیشن 1426ھ-2005م۔

51- شرح العقيدة الطحاوية ، تالیف: علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی، تحقیق: عبد اللہ بن عبدالمحسن الترکی، مؤسسۃ الرسالۃ ،بیروت، پہلا ایڈیشن 1426ھ-2005م۔

52- شرح العقيدة الواسطية ، تالیف: محمد بن صالح عثیمین، اعداد و ترتیب: فہد بن ناصر بن ابراہیم سلیمان، دار الثریا للنشر، ریاض، سعودیہ، پہلا ایڈیشن 1419ھ-1998م۔

53- الشفا بتعريف حقوق المصطفى ، تالیف: قاضی عیاض، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، 1419ھ-1988م۔

54 – الصارم المسلول على شاتم الرسول ، تالیف: احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ، تحقیق: سید عمران، دارالحدیث، قاہرہ، 1426ھ.

55 – الصواعق المحرقة ، تالیف: ابوالعباس احمد بن محمد محمد علی بن حجر ہیتمی، تحقیق: عبدالرحمن بن عبداللہ الترکی، کامل محمد الخراط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، پہلا ایڈیشن 1997م.

56 – ضعفاء العقيلي ، تالیف: العقیلی، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، دوسرا ایڈیشن 1418ھ.

57 – الطبقات الكبرى ، تالیف: محمد بن سعد، دار صادر، بیروت.

58 – الفتاوى الحديثية ، تالیف: ابن حجر ہیتمی، دارالفکر.

59 – فتاوى شيخ الإسلام عزالدين عبدالسلام ، تحقیق: محمد جمعہ کردی، مؤسسۃ الرسالۃ، پہلا ایڈیشن 1996م.

60 – فتح المعين ، تالیف: ملیباری ہندی، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1418ھ-1997م.

61 – فتح الوهاب ، تالیف: زکریا انصاری، منشورات محمد علی بیضون، دارالکتب العلمیۃ، پہلا ایڈیشن 1418ھ-1998م.

62- الفرق بين الفرق ، تالیف: عبدالقاہر بغدادی، دارالمعرفہ ، بیروت ، لبنان، پہلا ایڈیشن.

63- الفصل في الملل والنحل ، تالیف: ابن حزم اندلسی، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ.

64- القول المفيد على كتاب التوحيد ، تالیف: محمد بن صالح عثیمین، دار ابن الجوزی، سعودیہ، دوسرا ایڈیشن 1424ھ.

65- الكامل ، تالیف: عبداللہ بن عدی، تدقیق: یحیی مختار غزاوی، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، تیسرا ایڈیشن 1988م.

66- الكامل في التاريخ ، تالیف: حافظ ابن اثیر ، دار صادر للطباعۃ والنشر، دار بیروت للطباعۃ والنشر، 1386ھ-1966م.

67- كتاب السنة ، تالیف: عمرو بن ابی عاصم، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی ، بیروت، لبنان، تیسرا ایڈیشن 1413ھ-1993م.

68- كتاب الشريعة ، تالیف: ابو بکر محمد بن حسن آجری شافعی، طبع: جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، پہلا ایڈیشن.

69- كتاب الضعفاء والمتروكين ، تالیف: امام نسائی، دارالمعرفہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1406ھ-1986م.

70- **كتاب العين** ، تالیف: خلیل فراہیدی ، تحقیق: ڈاکٹر مہدی مخزومی ، ڈاکٹر ابراہیم سامرائی، مؤسسۃ دار الہجرۃ، دوسرا ایڈیشن 1409ھ.

71- **كتاب الكليات** ، تالیف: ابوالبقاء ایوب بن موسیٰ حسینی کفوی، تحقیق: عدنان درویش ، محمد مصری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 1998م.

72- **كتاب المجروحين** ، تالیف: ابن حبان ، تحقیق: محمود ابراہیم زاید ، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ.

73- **لسان العرب** ، تالیف: ابن منظور، نشر: ادب الحوزۃ، قم، ایران، محرم 1405ھ.

74- **لسان الميزان** ، تالیف: ابن حجر عسقلانی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1390ھ-1971م.

75- **لمعة الاعتقاد** ، تالیف: ابن قدامۃ، تحقیق: بدر بن عبد اللہ البدر، الدار السلفیۃ، کویت، پہلا ایڈیشن 1406ھ.

76- **ما روي في الحوض والكوثر** ، تالیف: ابن مخلد قرطبی، تحقیق: عبد القادر محمد عطا صوفی، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ، پہلا ایڈیشن 1413ھ.

77- **مدارج السالكين بين منازل اياك نعبد واياك نستعين** ، تالیف: ابن قیم جوزیہ، تحقیق: عامر بن علی یاسین ، دار ابن خزیمہ ، ریاض، پہلا ایڈیشن 1424ھ-2003م.

78- **مسند الموطأ** ، تالیف: الغافقی الجوہری، تحقیق: لطفی الصغیر ،ڈاکٹر طٰہ بن علی ، دار المغرب الاسلامی، پہلا ایڈیشن 1997م.

79- **المصباح المنير** ، تالیف: احمد بن محمد بن علی فیومی مقری، مکتبۃ لبنان، بیروت ، لبنان، پہلا ایڈیشن 1987م.

80- **المصنف** ، تالیف: حافظ ابوبکر عبد الرزاق، المکتب الاسلامی ، بیروت ، پہلا ایڈیشن 1987م.

81- **المصنف** ، تالیف: ابن ابی شیبہ ، تحقیق: حمد بن عبد اللہ الجمعہ ،مکتبۃ الرشد ، ریاض، سعودیہ، پہلا ایڈیشن 1425ھ-2004م.

82- **المعارف** ، تالیف: ابن قتیبہ، تحقیق: ڈاکٹر ثروت عکاشہ، دار المعارف، قاہرہ.

83- **المعرفة والتاريخ** ، تالیف: یعقوب بن سفیان فسوی، تحقیق: ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، پہلا ایڈیشن 1981م.

84- **مناقب الامام الشافعي** ، تالیف: امام بیہقی، تحقیق: احمد صقر، مکتبۃ دار التراث، قاہرہ ، پہلا ایڈیشن 1390ھ-1970م.

85- **المنتقى شرح موطأ الإمام مالك** ، تالیف: الباجی، دار السعادۃ، پہلا ایڈیشن 1332ھ.

86- **منهاج السنة النبوية** ، تالیف: احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی ابو العباس، تحقیق: ڈاکٹر محمد رشاد سالم، مؤسسۃ قرطبۃ، پہلا ایڈیشن 1406ھ.

87- **المواهب اللطيفة في الأنساب الشريفة** ، تالیف: علی بن محمد مطروشی، مرکز زاید للتراث والتاریخ، 2001م.

88- **المؤتلف والمختلف** ، تالیف: علی بن عمر دار قطنی، تحقیق: ڈاکٹر موفق بن عبد اللہ بن عبد القادر، دار الغرب.

89- **ميزان الاعتدال** ، تالیف: امام ذہبی، تحقیق: علی بن محمد بجاوی، دار المعرفہ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1382ھ-1963م.

90- **نزهة الأعين النواظر في علم الوجوه والنظائر** ، تالیف: جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی، طبعہ: دائرۃ المعاف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، انڈیا، دوسرا ایڈیشن 1409ھ-1988م.

91- **نظم الدرر في تناسب الآيات والسور** ، تالیف: برہان الدین ابو الحسن بقاعی، تخریج: عبد الرزاق غالب مہدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1415ھ-1995م.

92- **النهاية في غريب الحديث** ، تالیف: ابن اثیر، تحقیق: طاہر احمد الزاوی، محمود محمد الطناحی، مؤسسۃ اسماعیلیان للطباعۃ والنشر والتوزیع، قم، ایران، چوتھا ایڈیشن 1364ھ.

دوم: مراجع شیعہ

93- **الاحتجاج** ، تالیف: شیخ طبرسی، تعلیق وملاحظات: محمد باقر خرسان، دار النعمان للطباعۃ والنشر، نجف 1386ھ-1966م.

94- **اختیار معرفۃ الرجال** ، تالیف: شیخ طوسی، تصحیح وتعلیق: میر داماد استرابادی، مہدی رجائی، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث.

95- **اختیار معرفۃ الرجال المعروف ب(رجال الکشي)** ، تالیف: ابوجعفر الطوسی، تعلیق: میر داماد استرابادی، تحقیق: سید مہدی رجائی، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، قم، پہلا ایڈیشن 1404ھ.

96- **الأربعون حدیثاً** ، تالیف: آیت اللہ العظمی روح اللہ الموسوی الخمینی، تعریب: محمد الغروی، دار التعارف للمطبوعات، بیروت لبنان، ساتواں ایڈیشن: 1424ھ-2003م.

97- **إرشاد القلوب** ، تالیف: ابو محمد حسن بن محمد دیلمی، مؤسسۃ الاعلمی، لبنان، پہلا ایڈیشن 1993م.

98- **الأسرار الفاطمیۃ** ، تالیف: محمد فاضل مسعودی، مؤسسۃ الزائر فی الروضۃ المقدسۃ لفاطمۃ المعصومۃ للطباعۃ والنشر، دوسرا ایڈیشن 2000م.

99- **الاعتقادات في دین الإمامیۃ** ، تالیف: ابن بابویہ قمی، تحقیق: عصام عبد السید، دار المفید للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1993م.

100 – **أعيان الشيعة** ، تالیف: محسن امین، تحقیق و تخریج: حسن امین، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، لبنان.

101 – **الأمالي** ، تالیف: شیخ صدوق، تحقیق: قسم الدراسات الاسلامیۃ، مؤسسۃ البعثۃ، مرکز الطباعۃ والنشر فی مؤسسۃ البعثۃ، قم، پہلا ایڈیشن 1417ھ.

102 – **الأمالي** ، تالیف: شیخ مفید، تحقیق: حسین استاد ولی. علی اکبر غفاری، دار المفید للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1414ھ-1993م.

103 – **الأمالي** ، تالیف: شیخ طوسی، تحقیق: قسم الدراسات الاسلامیۃ فی مؤسسۃ البعثۃ، دار الثقافۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، قم، ایران، پہلا ایڈیشن 1414ھ.

104 – **الأمثل في تفسير كتاب الله المنزل**، تالیف: شیخ ناصر مکارم شیرازی.

105 – **الأنوار الإلهية في المسائل العقائدية**، تالیف: مرزا جواد تبریزی، نشر: دار الصدیقۃ الشہیدۃ علیہا السلام، پہلا ایڈیشن: 1422ھ.

106 – **بحار الأنوار** ، تالیف: علامہ مجلسی، تحقیق: عبدالرحیم ربانی شیرازی، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، لبنان، دوسرا تصحیح شدہ ایڈیشن 1403ھ-1983م.

107 – **بلغة الفقيه**، تالیف: سید محمد بحر العلوم، تحقیق: سید محمد تقی آل بحر العلوم، نشر: منشورات مکتبۃ الصادق، طہران، چوتھا ایڈیشن: 1403ھ.

108 - **تأويل الآيات** ، تالیف: شرف الدین حسینی، اشراف: محمد باقر موحد ابطحی اصفہانی، تحقیق ونشر: مدرسۃ الامام المہدی، قم، ایران، پہلا ایڈیشن رمضان 1407ھ.

109 - **التبيان** ، تالیف: شیخ طوسی، تحقیق: احمد حبیب قصیر العاملی، مکتب الاعلام الاسلامی، پہلا ایڈیشن رمضان 1409ھ.

110 - **تجارب محمد جواد مغنية بقلمه**، تالیف: محمد جواد مغنیۃ، تحقیق: ریاض الدباغ، نشر: انوار الہدیٰ، پہلا ایڈیشن: 1425ھ.

111 - **تصحيح الاعتقادات الإمامية** ، تالیف: شیخ مفید، دار المفید، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1993م.

112 - **تفسير الإمام العسكري** ، امام عسکری کی جانب منسوب، تحقیق: مدرسۃ الامام المہدی، قم، ایران، پہلا ایڈیشن ربیع الاول 1409ھ.

113 - **التفسير الصافي** ، تالیف: فیض الکاشی، مؤسسۃ الہادی، قم، دوسرا ایڈیشن رمضان 1416ھ.

114 - **تفسير العياشى**، تالیف: محمد بن مسعود العیاشی، تحقیق: سید ہاشم محلاتی، نشر: المکتبۃ الاسلامیۃ، طہران.

115 - **تفسير الميزان** ، تالیف: طباطبائی، منشورات جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیۃ، قم المقدسۃ.

116 - **تفسیر شبر** ، تالیف: عبد اللہ شبر، مراجعہ: ڈاکٹر حامد حفنی داود، مطبعہ: سید مرتضیٰ رضوی، تیسرا ایڈیشن 1385ھ-1966م.

117 - **تفسیر مجمع البیان** ، تالیف: طبرسی، تحقیق وتعلیق: لجنة من العلماء والمحققین الاخصائیین ، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1415ھ-1995م.

118 - **تفسیر نور الثقلین** ، تالیف: الحویزی، تصحیح وتعلیق: سید ہاشم رسولی محلاتی، مؤسسة اسماعیلیان للطباعة والنشر والتوزیع، قم، ایران، چوتھا ایڈیشن 1412ھ.

119 - **تہذیب الأحکام** ، تالیف: طوسی، تحقیق تعلیق: حسن موسوی خرسان، دار الکتب الاسلامیة، طہران، تیسرا ایڈیشن 1364ھ.

120 - **جامع المقاصد**، تالیف: محقق کرکی، نشر: مؤسسة آل البیت (ع) لاحیاء التراث، قم، پہلا ایڈیشن: 1408ھ.

121 - **الحدائق الناضرة**، تالیف: محقق بحرانی، نشر: مؤسسة النشر الاسلامی التابعة لجماعة المدرسین، قم.

122 - **حدیث الثقلین** ، تالیف: محمد واعظ خراسانی، طبعہ: المجمع العالمی للتقریب بین المذاہب الاسلامیة، پہلا ایڈیشن 1995م.

123 - **الحکومة الإسلامیة**، تالیف: آیت اللہ العظمیٰ الخمینی، تیسرا ایڈیشن.

124 - **الخصال** ، تالیف: ابن بابویہ قمی، تصحیح و تعلیق: علی اکبر غفاری، منشورات جماعۃ المدرسین فی الحوزۃ العلمیہ، قم، ایران، 1403ھ.

125 - **خصائص الائمۃ** ، تالیف: شریف الرضی، تحقیق: محمد ہادی امینی، مجمع البحوث الاسلامیۃ، آستانہ رضویہ، مشہد، ایران، ربیع الثانی 1406ھ.

126 - **الخصائص الحسینیۃ**، تالیف: شیخ جعفر تستری، نشر: انتشارات الشریف الرضی، پہلا ایڈیشن: 1416ھ.

127 - **الدین بین السائل والمجیب**، تالیف: میرزا حسن حائری احقاقی، مکتبۃ الامام الصادق العامۃ، کویت، دوسرا ایڈیشن: 1992م.

128 - **دیوان شعراء الحسین**، ناشر: محمد باقر الاروانی، طبعہ: ایران 1374ھ.

129 - **الرسائل الاعتقادیۃ** ، تالیف: محمد اسماعیل مازندرانی خواجوئی، تحقیق: مہدی رجائی، اصدار: مرکز احیاء تراث العلامۃ الخواجوئی، نشر: مؤسسۃ عاشوراء، قم، پہلا ایڈیشن 1426ھ.

130 - **روضۃ المتقین**، تالیف: محمد تقی مجلسی، تحقیق: سید حسین موسوی، شیخ علی پناہ، نشر: بنیاد فرہنگ اسلامی حاج محمد حسین کوشانپور.

131 - **زبدۃ الأربعین حدیثاً**، اختصار: سامی خضراء، نشر: دار المرتضیٰ، پہلا ایڈیشن: 1415ھ-1995م.

132 - **السرائر**، تالیف: ابن ادریس الحلی، نشر: مؤسسة النشر الاسلامی التابعة لجماعة المدرسین، قم، دوسرا ایڈیشن: 1410ھ۔

133 - **شرح إحقاق الحق**، تالیف: المرعشی، منشورات مکتبة آیت اللہ العظمیٰ المرعشی النجفی، قم، ایران، پہلا ایڈیشن 1411ھ۔

134 - **الشهاب الثاقب للمحتج بكتاب الله في الرد على الناصب احمد الكاتب**، تالیف: عالم سبیط النیلی، منشورات الرابطة القصدية، بغداد، پہلا ایڈیشن 1426ھ-2005م۔

135 - **الصحيفة السجادية (ابطحي)**، زین العابدین (ع) کی طرف منسوب، تحقیق: محمد باقر موحد ابطحی اصفہانی، مؤسسة الانصاریان للطباعة والنشر، قم، ایران، پہلا ایڈیشن 25 محرم الحرام 1411ھ۔

136 - **صراط النجاة، (تعليق: ميرزا تبريزي)**، تالیف: سید خوئی، توزیع: المرکز الثقافی امین، قم، پہلا ایڈیشن: 1418ھ۔

137 - **العصمة**، تالیف: علی میلانی، نشر: مرکز الأبحاث العقائدیة، قم ایران، پہلا ایڈیشن: 1421ھ۔

138 - **علم المحجة**، تالیف: محمد حسین مامقانی، تحقیق: احمد عبد الوہاب البو شفیع، لجنة احیاء تراث مدرسة الشیخ الاوحد الاحسائی، بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 2000م۔

139 – **عمدة الطالب** ، تالیف: ابن عنبہ، تصحیح: محمد حسن آل طالقانی، المطبعۃ الحیدریۃ فی النجف، دوسرا ایڈیشن 1961م.

140 – **عمدة عيون صحاح الأخبار في مناقب إمام الأبرار** ، تالیف: ابن البطریق، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین، قم، ایران، جمادی الاولی 1407ھ.

141 – **عيون أخبار الرضا** ، تالیف: شیخ الصدوق، تصحیح و تعلیق: حسین الاعلمی، مطابع مؤسسۃ الاعلمی 'بیروت، لبنان، 1404ھ-1984م.

142 – **فرق الشيعة** ، تالیف: حسن بن موسی نوبختی، دارالاضواء، بیروت، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1984م.

143 – **الفصول المهمة في أصول الأئمة**، تالیف: الحر العاملی، نشر: مؤسسۃ معارف اسلامی امام رضا(ع)، پہلا ایڈیشن: 1418ھ.

144 – **فقه الرضا** ، تالیف: علی بن بابویہ ، تحقیق: مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث ، ناشر: المؤتمر العالمی للامام الرضا، قم، ایران، پہلا ایڈیشن 1406ھ.

145 – **فقه الصادق** ، تالیف: محمد صادق روحانی، مؤسسۃ دار الکتاب، قم ، ایران، تیسرا ایڈیشن 1412ھ.

146 – **الفهرست** ، تالیف: الطوسی، تحقیق: جواد القیومی، مؤسسۃ نشر الفقاہۃ، پہلا ایڈیشن 1417ھ.

147 – **قرب الإسناد** ، تالیف: الحمیری القمی، تحقیق و نشر: مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، قم، ایران، پہلا ایڈیشن 1413ھ.

148 – **قواعد الأحكام**، تالیف: علامہ حلی، نشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین، قم، ایران، پہلا ایڈیشن: 1413ھ.

149 – **الکافی**، تالیف: محمد یعقوب الکلینی، تحقیق: علی اکبر الغفاری، نشر: دارالکتب الاسلامیۃ، طہران، پانچواں ایڈیشن.

150 – **کشف الغمة** ، تالیف: ابن ابی الفتح الاربلی، دارالاضواء، بیروت، لبنان.

151 – **کشف اللثام**، تالیف: بہاء الدین اصفہانی الفاضل الہندی، نشر: منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ المرعشی النجفی، قم، ایران، ایڈیشن: 1405ھ.

152 – **الکشکول** ، تالیف: یوسف البحرانی، دار مکتبۃ الہلال، بیروت ،لبنان، پہلا ایڈیشن 1998م.

153 – **کمال الدین وتمام النعمة** ، تالیف: ابن بابویہ قمی، تصحیح و تعلیق: علی اکبر غفاری، مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین قم، ایران، محرم الحرام 1405ھ.

154 – **اللمعة البيضاء في شرح خطبة الزهراء(ع)** ، تحقیق: ہاشم المیلانی، مؤسسۃ الہادی، قم، ایران، پہلا ایڈیشن.

155 – **لئالي الأخبار** ، تالیف: محمد نبی تو سیر کانی، مکتبۃ العلامۃ، قم، ایران.

156 - **المبسوط**، تالیف: شیخ طوسی، تحقیق: سید محمد تقی الکشفی، نشر: المکتبۃ المرتضویۃ لاحیاء آثار الجعفریۃ، ایڈیشن: 1387ھ.

157 - **مجمع البحرین** ، تالیف: الطریحی، تحقیق: احمد الحسینی، مکتب النشر الثقافۃ الاسلامیۃ، دوسرا ایڈیشن 1408ھ.

158 - **المحاسن** ، تالیف: احمد بن محمد بن خالد البرقی، تصحیح و تعلیق: جلال الدین حسینی، دار الکتب الاسلامیۃ، طہران 1370ھ.

159 - **المحتضر** ، تالیف: حسن بن سلیمان الحلی، تحقیق: سید علی اشرف، المکتبۃ الحیدریۃ 1424ھ.

160 - **مرآۃ العقول** ، تالیف: محمد باقر مجلسی، تصحیح: ہاشم الرسولی، دار الکتب الاسلامیۃ، طہران.

161 - **مروج الذهب ومعادن الجواهر** ، تالیف: علی بن حسین مسعودی، تحقیق: قاسم شماعی رفاعی، دار القلم، بیروت، لبنان.

162 - **المسائل الجارودية** ، تالیف: شیخ مفید، تحقیق: محمد کاظم مدیر شانجی، دار المفید، لبنان، دوسرا ایڈیشن 1993م.

163 - **مسالك الأفهام**، تالیف: زین الدین العاملی شہید ثانی، تحقیق: مؤسسۃ المعارف الاسلامیۃ، پہلا ایڈیشن: 1413ھ.

164 – مستدرك أحكام الشريعة من فتاوي الاحقاقي الحائري، تالیف: الاحقاقی الحائری، نشر: مجلۃ الفجر الصادق کویت، پہلا ایڈیشن: 1424ھ.

165 – مشرعة بحار الأنوار، تالیف: آیت اللہ شیخ محمد آصف محسنی، نشر: مؤسسۃ العارف للمطبوعات، دوسرا ایڈیشن: 1426ھ.

166 – مصباح الهداية إلى الخلافة والولاية ، تالیف: آیت اللہ العظمیٰ خمینی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، پہلا ایڈیشن: 1427ھ-2006م.

167 – معجم رجال الحديث ، تالیف: علامہ خوئی، مرکز نشر الثقافۃ الاسلامیۃ، قم ،ایران، پانچواں ایڈیشن 1413ھ-1992م.

168 – مقتطفات ولائية، تالیف: آیت اللہ العظمیٰ وحید خراسانی، ترجمہ: عباس النحی، مؤسسۃ الامام للنشر والتوزیع، پہلا ایڈیشن: 1998م.

169 – مقتل الحسين ، تالیف: ابو مخنف ازدی، تعلیق: حسین غفاری، المطبعۃ العلمیۃ، قم ، ایران.

170 – المقنعة ، تالیف: شیخ مفید، تحقیق: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین، قم ، ایران، دوسرا ایڈیشن 1410ھ.

171 – مناقب الإمام أمير المؤمنين (ع) ، تالیف: محمد بن سلیمان کوفی، تحقیق: محمد باقر محمودی، مطبعۃ النھضۃ، ناشر: مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیۃ ، قم، پہلا ایڈیشن محرم الحرام 1412ھ.

172 – منبر الصدر، تالیف: محمد الصد، تحقیق: مؤسسۃ احیاء الکتب الاسلامیۃ.

173 – منتهى المطلب، تالیف: علامہ حلی، قدیم طبعہ حجریہ.

174 – من فقه الزهراء، تالیف: آیت اللہ العظمیٰ محمد بن مہدی شیرازی، تحقیق: مؤسسۃ الرسول الأعظم، پہلا ایڈیشن: 1415ھ.

175 – من لا يحضره الفقيه، تالیف: ابن بابویہ القمی، تصحیح: علی اکبر الغفاری، نشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین قم، دوسرا ایڈیشن.

176 – منهاج البراعة ، تالیف: حبیب اللہ ہاشمی خوئی، تحقیق: علی عاشور، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان.

177 – نكت النهاية، تالیف: محقق حلی، نشر: مؤسسۃ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین قم، پہلا ایڈیشن: 1412ھ.

178 – نهج البلاغة شرح محمد عبده ، تخریج: حسين الأعلمي ، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ،بیروت، لبنان، پہلا ایڈیشن 1413ھ.

179 - **وسائل الشیعة، تالیف:** حر العاملی، نشر: مؤسسة آل البیت (ع) لاحیاء التراث، **قم**، دوسرا ایڈیشن: 1414ھ.